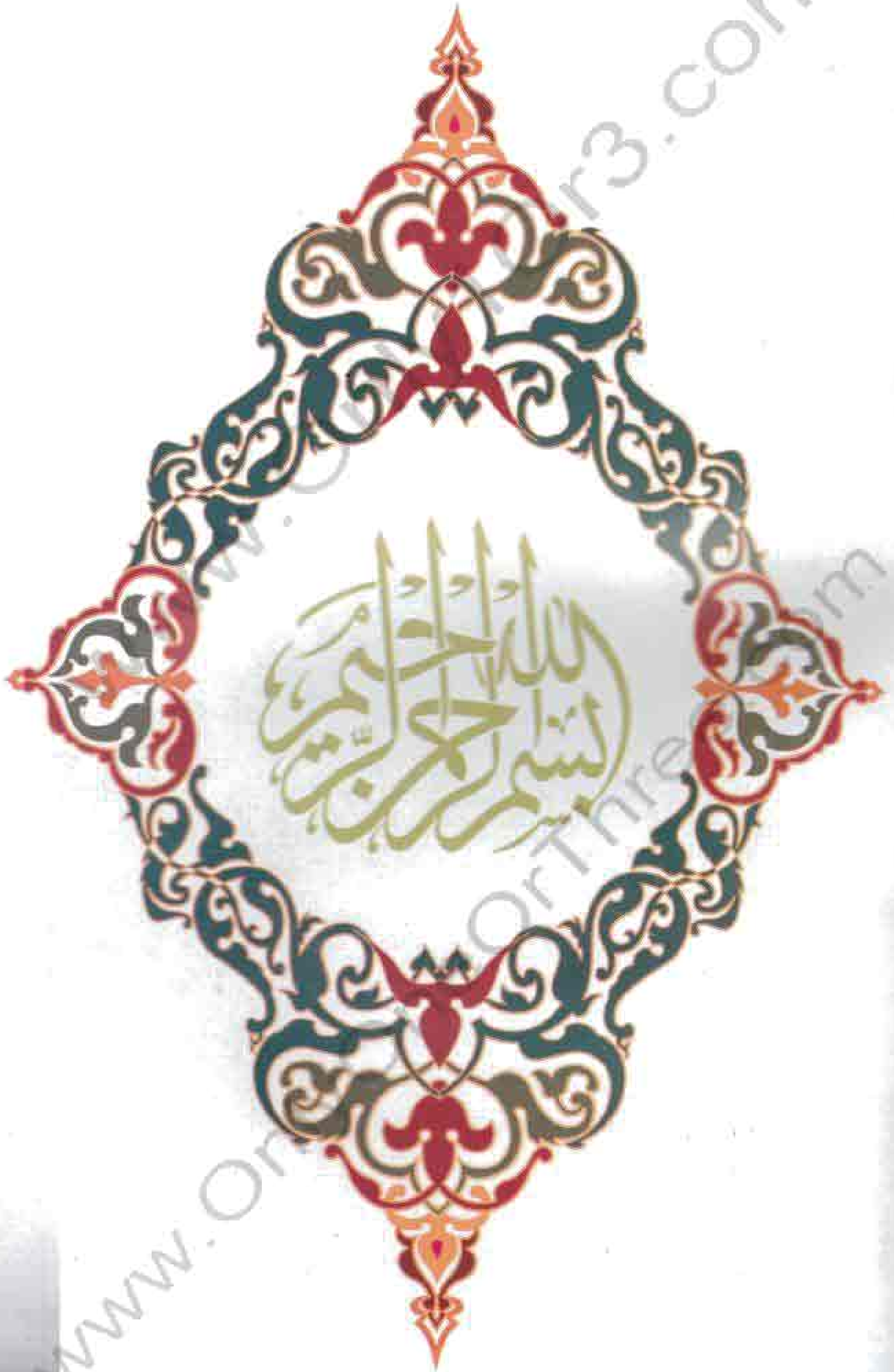
اینڈ آف ٹائم

قیامت کی نشانیاں اور ظہورِ امام مہدی



ھارُون یحیٰی


بسم الله الرحمن الرحیم

بنیادی عقیدہ


اللہ ہمارا رب ہے۔


حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔


قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور ہمارا مکمل ضابطہ حیات اور بے عیب کلام ہے۔

انسان لغزشوں اور خطاؤں کا پُتلا ہے۔ اس حیثیت سے بہرحال یہ امکان رہتا ہے کہ وہ لکھتے ہوئے پھسل جائے۔ دورانِ مطالعہ اگر آپ اشارۃً یا صراحتاً کسی بھی انداز میں ہمارے درج بالا بنیادی عقیدہ کو مجروح ہوتا ہوا پائیں تو اس کو ہماری ذاتی کمزوری تصور کرتے ہوئے قلم زدّ کر دیجیے!


بہرصورت ہم اپنی عزت، مقام اور جھوٹی انا کے مقابلہ میں ایمان کو ترجیح دینا مقدم جانیں گے۔

دُعاگو
ناشران
شاہد حمید۔ گگن شاہد۔ امر شاہد

بُک کارنر شوروم
بالمقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ، جہلم
Ph: +92 (544) 614977 - www.bookcorner.com.pk
Mob: 0323-5777931 - Mob: 0321-5440882

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اشاعت: جنوری ۲۰۰۹ء
نام کتاب: اینڈ آف ٹائم
قیامت کی نشانیاں اور ظہور امام مہدی
مصنف: ہارون یحییٰ
مترجم: انجم سلطان شہباز ایم۔اے
پروف ریڈنگ: حافظ ناصر محمود۔ خالد محمود مرزا
تزئین واہتمام: شاہد حمید
مشاورت: گگن شاہد
سرورق: امر شاہد
مطبع: زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ وڈیزائننگ: زیر اہتمام بک کارنر شوروم، جہلم

ناشران:
بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ، جہلم
Ph: +92 (544) 614977 - www.bookcorner.com.pk
Mob: 0323-5777931 - Mob: 0321-5440882

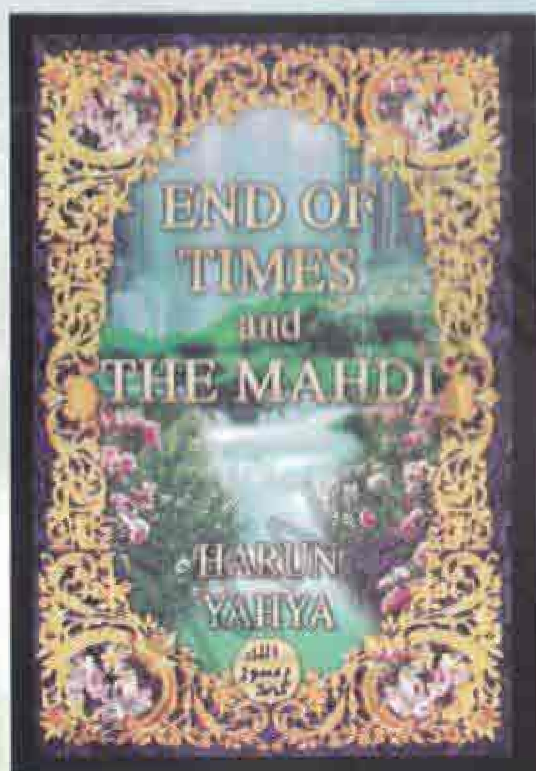


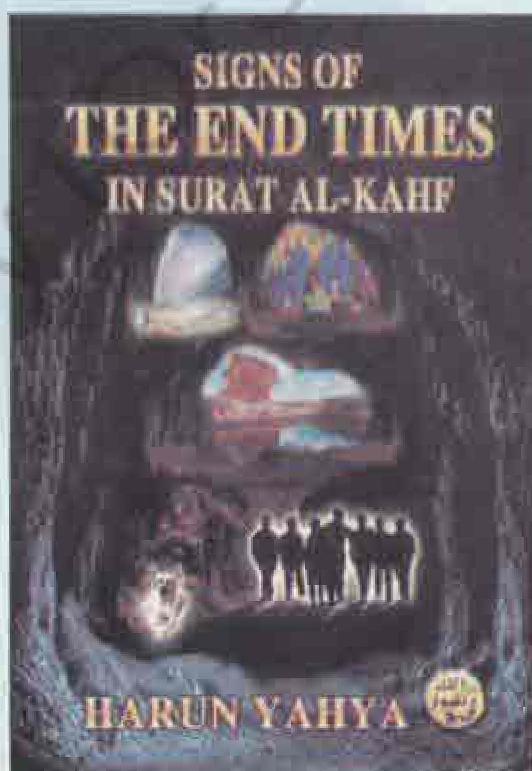


"یہ لوگ آج تک لادینی نظام کے تباہ
[illegible] نا انصافی کے
[illegible]



This book **"End of Time"** is an Urdu Translation of These Two Books by: Harun Yahya







ALSO VISIT:

www.endoftimes.net

"چنانچہ یہ لوگ تو بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جائے۔
یقیناً اس کی نشانیاں آ چکی ہیں، تو جب قیامت ان کے پاس آ پہنچے گی تو ان کے لیے
کہاں ہو گا نصیحت حاصل کرنا؟"

(سورۃ محمد ۴۷، آیت ۱۸)

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو! بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے (یہ حال ہوگا) کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی، اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی، اور آپ لوگوں کو نشے میں (مدہوش) دیکھیں گے، حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب (بڑا ہی) شدید ہوگا۔"

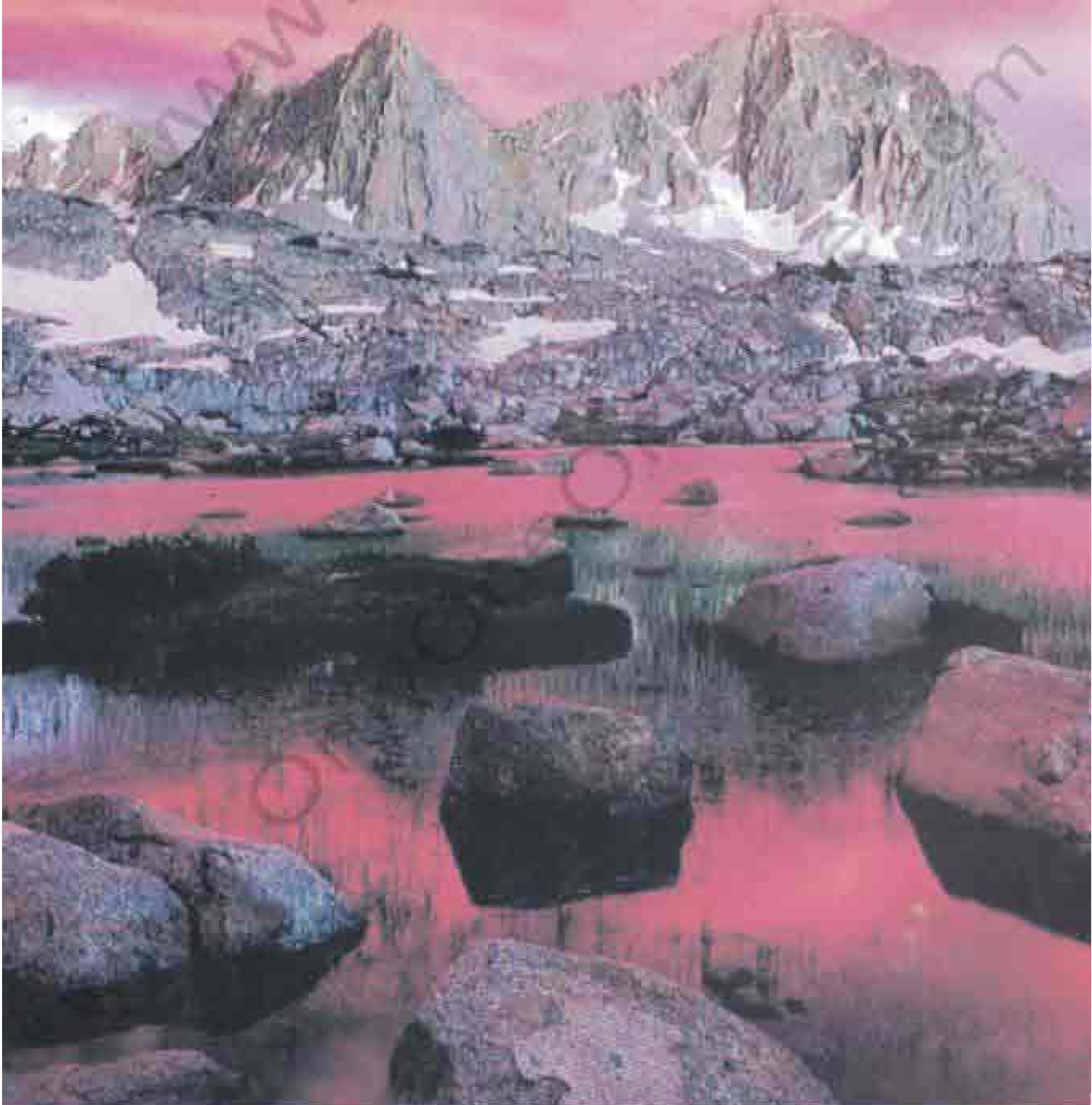
(سورۃ الحج ۲۲، آیت ۱-۲)

"اور جب ان پر (ہمارا) قول واقع (ہونے کو) ہوگا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک
چوپایہ نکالیں گے وہ ان سے کلام کرے گا کہ بے شک یہ لوگ ہماری آیات پر یقین
نہیں رکھتے تھے۔"

(سورۃ النمل ۲۷، آیت ۸۲)

"جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوگی، اس کے واقع ہونے کے وقت کوئی بھی جھٹلانے والا نہ ہوگا۔ پست کرنے والی، بلند کرنے والی، جب زمین نہایت بری طرح ہلائی جائے گی اور پہاڑ (چھوڑ کر) ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔"

(سورۃ الواقعہ ۵۶، آیت ۱ تا ۵)



"وہ (انسان) پوچھتا ہے یوم قیامت کب ہے؟ چنانچہ جب آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی اور چاند گہنا جائے گا اور جمع کر دیے جائیں گے سورج اور چاند"

(سورۃ القیامۃ ۷۵، آیت ۶ تا ۹)

”اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے
اور ہم ان کو اکٹھا کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔“

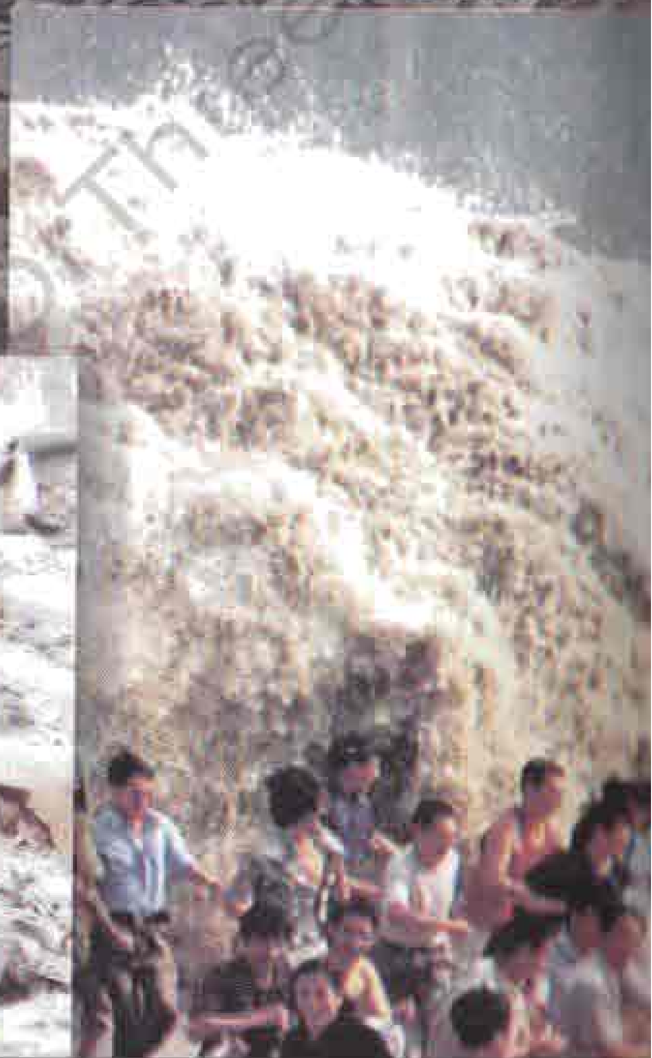
(سورۃ الکہف ۱۸، آیت ۴۷)



"اور کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم یومِ قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا اسے شدید عذاب نہ دیں، یہ کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔"

(سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۵۸)

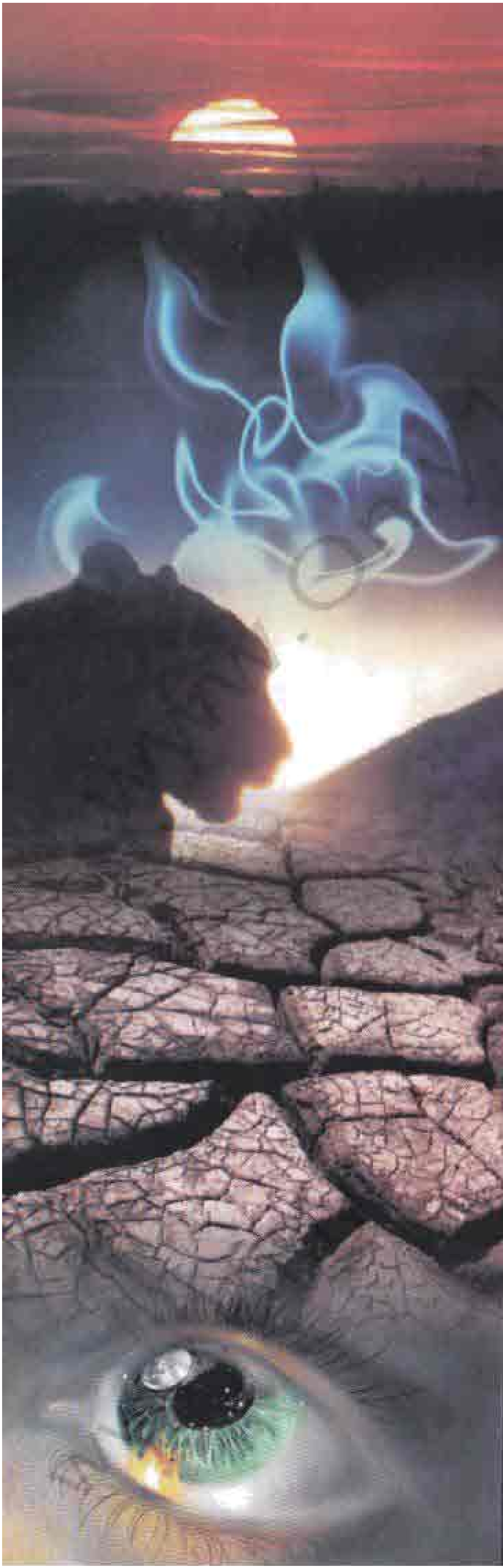






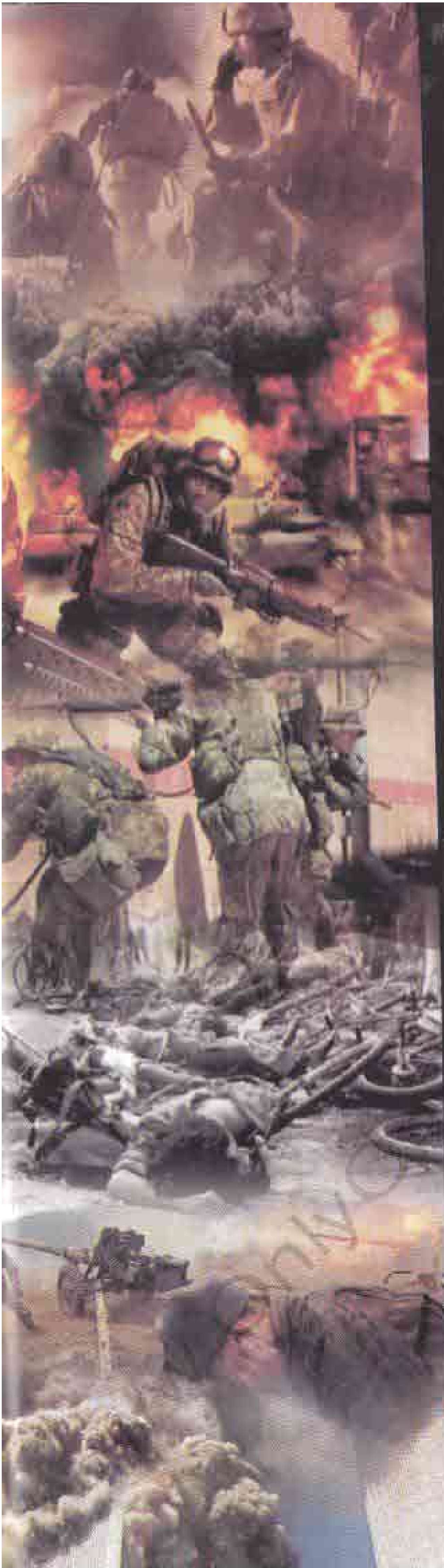
"تو آپ اس دن کا انتظار کیجیے جب آسمان صاف دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا (کہا جائے گا:) یہ ہے دردناک عذاب!"

(سورۃ الدخان ۴۴، آیت ۱۰۔۱۱)



حضرت حذیفہ بن اُسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کیا باتیں کر رہے ہو؟'' اُنہوں نے عرض کیا، ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اُس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوئیں، دجال، جانور کے نکلنے، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے تشریف لانے، یاجوج ماجوج کے نکلنے، تین بار زمین کے دھنسنے: ایک مرتبہ مشرق میں ایک مرتبہ مغرب میں اور ایک مرتبہ جزیرہ عرب میں دھنسنے کا ذکر فرمایا اور ان (دس) میں سے آخری نشانی کا ذکر فرمایا کہ آگ یمن کی طرف سے نکلے گی وہ لوگوں کو ان کے محشر کے میدان کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔''

(صحیح مسلم شریف، کتاب الفتن، حدیث 7155)



''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا جب کسی قاتل کو یہ پتہ نہیں ہوگا کہ اس نے کس وجہ سے قتل کیا ہے اور کسی مقتول کو یہ پتہ نہیں ہوگا کہ اسے کس وجہ سے قتل کیا گیا ہے۔''

(صحیح مسلم شریف، کتاب الفتن، حدیث 7173)

فہرست

حصہ اوّل

......اینڈ آف ٹائم......

قیامت کی نشانیاں اور حضرت امام مہدی

حصہ دوم

قیامت کی نشانیاں

......سورۃ الکہف کی روشنی میں......



"......تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے......"

نیرنگیٔ آغاز

یوں تو آثارِ قیامت اور ظہورِ امام مہدی کے موضوع پر درجنوں کتب لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے مگر جہاں تک زیرِ نظر کتاب کا تعلق ہے تو کئی چیزیں اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کر کے انفرادیت بخشتی ہیں جن میں پہلی بات تو یہ ہے کہ مصنف نے نہ صرف قرآن و حدیث سے حوالے پیش کیے ہیں بلکہ عہدِ حاضر کے تناظر میں اپنے نکتۂ نظر کو بھی مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ مختلف نکات کا سائنسی انداز میں تجزیہ کر کے غور و فکر کے نئے زاویے دریافت کیے ہیں۔

قیامت کی مختلف علامات بیان کرنے کے بعد مصنف نے گردوپیش کی عام فہم مثالوں سے وضاحت کی ہے جس سے بات گویا سیدھی قاری کے دِل میں اُترتی چلی جاتی ہے۔

قیامت سے پہلے کون سے واقعات ظہور پذیر ہوں گے؟

ان کی علامات کیا ہیں؟

قیامت سے قبل کے اس نتیجہ خیز اور انقلابی دور میں ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟

یہ ساری باتیں بڑے آسان پیرائے اور انتہائی سادہ الفاظ میں بیان کی گئی ہیں۔

آنے والے "سنہری دور" یعنی زرّیں عہد کو مسلمانوں کیلئے ایک بشارت قرار دیا گیا ہے جس سے اہل ایمان کو اپنے قلب و روح میں ایک خوشگوار احساس کا تجربہ ہوتا ہے۔ عہدِ حاضر کے حوالے سے مصنف نے مسلمانوں کے حالات کو ایک آزمائش قرار دیتے ہوئے انہیں صبر و تحمل، اثباتِ قدم، جہدِ مسلسل اور عمل پیہم کا پیغام دیا ہے۔

قیامت کی ایک ایک نشانی بیان کی ہے اور ساتھ ہی واضح الفاظ میں سمجھا دیا ہے کہ

جب یہ وقت ہوگا تو حفظ الایمان اور پختگی کردار کے سلسلے میں ہمیں کیا کرنا ہوگا۔

قیامت کی نشانیاں تفصیل سے بیان کرنے کے بعد قیامت کی ہولنا کی کا بیان ہے جس کا مقصد انسان کو صرف اس ہولنا کی سے آگاہ کرنا ہی نہیں بلکہ یہ پیغام دینا بھی ہے کہ وہ اس تباہی سے خود کو کیسے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

اس بناء پر مصنف کی یہ کاوش ایک ایسی صدائے جرس بن جاتی ہے جو اہل کاروان کو خوابِ غفلت سے جھنجوڑ جھنجوڑ کر جگا دیتی ہے۔ سورۃ الکھف کی آیات مومن کو رضائے الٰہی کے حصول کیلئے مہمیز کرتی ہیں۔ اس کے دماغ کے دریچے کھولتی ہیں۔ نئی سوچ اور نئے آہنگ سے روشناس کراتی ہیں۔ اسرارِ الٰہی کا ادراک دلاتی ہیں۔ مادیت پرستی کے اس دَور میں اس کی خوابیدہ صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہیں۔ دل کے زنگار کو صاف کر کے اسے صیقل کر دیتی ہیں اور اس آئینہ میں انسان کو اپنا عرفان حاصل ہوتا ہے جو اس کی انگلی تھام کر اسے معرفتِ الٰہی کے راستے پر گامزن کر دیتا ہے۔ مادیت پرستی اور بے ہنگم خواہشات ہَوا ہو جاتی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے واقعات سے مسلمانوں کو پیغام دیا گیا ہے کہ ایک بار پھر اسلام کا نظام دُنیا میں جاری ہونے والا ہے اور ہر باطل عقیدہ اور فلسفہ بھولی بسری بات بن کر رہ جائے گا۔ نیز اہل ایمان کو عمدہ انعام اور جزا کی خوشخبری بھی سنائی گئی ہے جس سے ان کو اور بھی تحریک ملتی ہے۔

ایک اور خاصیت جس کا ذکر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مصنف نے آیات کی وضاحت آیات سے ہی کر دی ہے جو ایک نہایت عمدہ اور مستحسن طریقہ ہے۔ مصنف نے نیک و بد میں امتیاز کرتے ہوئے شیطانی قوتوں اور ان کے عزائم کو بے نقاب کیا ہے۔ لادینی نظریات کے فریب کو آشکار کیا ہے۔ حقیقتِ دُنیا سے آگاہ کیا ہے اور قیامت کے دِن کیلئے تیار ہونے کی تاکید کی ہے۔ دُنیا کی موت و حیات اور اس کے ابدی حیات پر روشنی ڈالی ہے۔ علم الاعداد کے حوالے سے بتایا ہے کہ آثارِ قیامت میں سے بہت سے واقعات ظہور پذیر ہو چکے ہیں، کچھ ہو رہے ہیں اور کچھ عنقریب ہونے والے ہیں اور اللہ کی نشانیاں ایک ایک کر کے ظاہر ہو رہی ہیں اور قیامت کی پیش گوئیاں بھی بڑی سرعت سے پوری ہو رہی ہیں اسلئے اہل ایمان کو اس امر پر پوری توجہ دینی چاہیے اور جو ابھی تک دائرہ ایمان میں داخل نہیں ہوئے انہیں بھی غور کرنا چاہیے اور دولتِ ایمان سے فیضیاب ہونا چاہیے۔

مصنف نے کتاب میں ٹھوس دلائل اور مکمل حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ آیاتِ قرآنی سے جہاں فہم وادراک کا ایک نیا جہاں آشکار ہوتا ہے وہیں یہ آیات قاری کے دل میں باقاعدہ اور باترجمہ قرآن پاک کی تلاوت کی تحریک پیدا کرتی ہیں۔

آخر میں مصنف نے ڈارون کے فلسفہ ارتقا کے تاروپود بکھیر کر اس کے کھوکھلے پن کو واضح کیا ہے اور ارتقاء پسندوں کے بیانات کو ہی اس نظریہ کی تردید میں استعمال کیا ہے نیز جدید سائنسی ٹیکنالوجی سے مثالیں دے کر ثابت کیا ہے کہ سائنس تو ایک خلیہ تخلیق کرنے کے قابل نہیں ہے چہ جائیکہ چند بے جان ایٹم ایک کامل انسان یا جاندار کے قالب میں ڈھل جائیں۔ اس کے ساتھ انہوں نے کان اور آنکھ کی ساخت پر روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ جدید ترین ٹیکنالوجی ان کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وہ بیش بہا نعمتیں ہیں جن کا جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

سورۃ الکھف قرآن پاک کی ایک نہایت اہم سورۃ ہے اور اس میں قدرت کے کئی اسرار، دعوتِ غور وفکر دیتے ہیں۔ آثارِ قیامت کے حوالے سے جناب ہارون یحییٰ کی یہ تصنیف قابل تعریف اور ایک عمدہ کاوش ہے۔ اس کتاب کا پہلا مقصد لوگوں کو مطالعۂ قرآن کی رغبت دلانا اور پھر مطالبِ آیات کی طرف مائل کرنا ہے۔ قرآنِ پاک دُنیا میں علم وحکمت کا خزینہ اور اللہ کی آخری الہامی کتاب ہے جو دُنیا بھر کے انسانوں کو درپیش مسائل کا مکمل حل پیش کرتی ہے۔

ہر کام کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام ممکن نہیں مگر تقدیر کو سمجھنے کیلئے اور اس اختیار کو جاننے کیلئے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کیا ہے ہمیں چند مثالوں پر غور کرنا ہوگا:

☆ ہر پرندہ صبح بھوکا گھونسلے سے نکلتا ہے اور پیٹ بھر کر واپس لوٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رازق ہے مگر رزق اس کے گھونسلے میں نہیں ڈالتا۔ اِسی طرح انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کیلئے وہ کوشش کرتا ہے اگر وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے اور کہے کہ اگر مقدر میں ہوگا" مل جائے گا تو یہ کوئی مثبت طرزِ عمل نہیں کہلائے گا۔

☆ تقدیر کے مفہوم کی ادھوری تشریح سے کوئی چور، چور نہیں کہلائے گا۔ قاتل اپنے جرم کیلئے مؤجبِ سزا نہیں ہوگا کیونکہ اس کے نزدیک قتل کرنا اس کی تقدیر میں تھا اور قتل

ہونا مقتول کا مقدر تھا۔ اس طرح کوئی مجرم مجرم نہیں رہے گا اور ایمان والوں اور کافروں میں (نعوذ باللہ) امتیاز ہی ختم ہو جائے گا اور یہ ساری ذمہ داری تقدیر پر ڈال دی جائے گی کہ جن کے مقدر میں ایمان تھا وہ صاحبِ ایمان بن گئے اور جن کی تقدیر میں کفر کی سیاہی لکھی تھی وہ ان کا مقدر ٹھہری۔

☆ اس طرح تقدیر گویا ایک فلم ہو گئی جسے ایک شخص نے تیار کر کے دوسرے کو دے دی، اس نے دیکھ لی اور پھر تیسرے کو دے کر کہا کہ اب اس واقعہ کے بعد یہ ہوگا اور پھر یہ ہوگا۔ دیکھنے والے واقعات کی تصدیق ہونے پر حیران ہوتے ہیں، لیکن اگر ایک فلم بن گئی تو اس کا ذمہ دار پروڈیوسر ہے۔ فلم اپنے آپ میں ردّ و بدل نہیں کر سکتی۔ تقدیر کی اس ادھوری تشریح سے بسا اوقات گناہ کا جواز بھی پیدا ہوتا ہے۔ نیز یہ طرزِ عمل کہ ''کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے جو ہونا ہوگا ہو کر رہے گا''، جیسا بے عملی کا روّیہ پیدا کر سکتا ہے۔

☆ اگر ہر واقعہ کو تقدیر سمجھ لیا جائے اور ہر واقعہ نوشتۂ تقدیر ہی ہو تو پھر موسیٰ و فرعون کے معاملہ میں امتیاز کرنا دشوار ہو جائے گا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو فرض تھا وہ انہوں نے ادا کیا اور جو فرعون کے ذمہ تھا اس نے پورا کیا۔ مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے، اگر ایسا ہی ہوتا تو خودکشی کو حرام قرار نہ دیا جاتا، ایک آدمی کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار نہ دیا جاتا۔

☆ اگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو راستوں میں سے کسی ایک راستے کو چننے کا اختیار نہ دیا ہوتا تو پھر جزا و سزا کا تصور ہی ختم ہو کر رہ جاتا۔

تقدیر کو سمجھنے کیلئے چند باتیں ذہن میں رکھیں:

☆ اتفاقاً پھسل کر کنویں میں گر جانا تقدیر ہے اور خود بے احتیاطی سے کنوئیں میں چھلانگ لگانا اس کے برعکس ہے۔

☆ آگ سے حادثاتی طور پر جل جانا تقدیر ہے اور آگ میں کُود جانا اِنسان کا ذاتی فعل ہے۔

اگر کسی کو ڈرائیونگ سکھانے کے بعد گاڑی دے کر ایک ایسے لمبے سفر پر بھیج دیا جائے جس کی منزل پر اس کے واحد سفر اور زندگانی کا انجام ہو جائے۔ اسے راستے کے نشیب

وفراز سے آگاہ کر دیا جائے اور نقشہ سمجھا دیا جائے۔

جب ڈرائیور کو بتا دیا جاتا ہے کہ اسے اتنا طویل سفر کرنا ہے، اُسے بتا دیا جائے اپنے ساتھ کتنا ایندھن رکھنا ہے، مزید ایندھن کہاں کہاں دستیاب ہو سکتا ہے، گاڑی خراب ہونے کی صورت میں کہاں کہاں ورکشاپ اور مستری ملیں گے۔ پنکچر ہونے کی صورت میں اضافی ٹائر ساتھ رکھنا ہوگا۔ سڑک پر چلنے کے قوانین کی پابندی کرنا ہوگی۔ کسی بھی صورت میں سڑک سے نہیں ہٹنا ہوگا۔ فلاں مقام سے ذیلی راستہ نکلتا ہے جو سیدھا دلدل میں جاتا ہے اس طرف نہ جانا۔ فلاں مقام پر سڑک شکستہ ہے وہاں تیز رفتاری کا مظاہرہ نہ کرنا۔ فلاں مقام پر ڈاکوؤں کا خطرہ ہے وہاں سے تیزی اور احتیاط سے گزرنا۔ اس کے ساتھ نقشہ دیا جاتا ہے مکمل ہدایت کے ساتھ بھیجا جاتا ہے اب اگر وہ دلدل والے راستے کا رُخ کر لیتا ہے تو یہ تقدیر نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو زندگی عطا کر کے جیون کا سفر شروع کرنے کا حکم دیا تو اسے ایک مکمل ہدایت نامہ دیا اور فرمایا کہ یہ کام کرنا اور یہ نہ کرنا۔ جو کام اختیار کرو گے اس کا ویسا ہی صلہ ملے گا۔ جس منزل کی گاڑی میں سوار ہو جاؤ گے وہیں پہنچو گے ایسا نہ کرنا کہ زبان سے کہو کہ میں مدینہ جا رہا ہوں اور بیٹھ جاؤ یورپ جانے والے جہاز میں، جس طرح کہ لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں مگر ان کا کردار اس کی نفی کرتا ہے۔ جیسے کوئی سود کا نام منافع رکھ لے۔

پس حاصل اس گفتگو کا یہ ہے کہ اللہ نے انسان کے سامنے ہر موڑ پر دو راستے رکھے ہیں ایک بھلائی کی طرف جاتا ہے اور دوسرا برائی کی طرف۔ دونوں کا انجام بالکل واضح ہے اب انسان کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ دونوں میں سے ایک راستہ چن لے۔ وہ دونوں میں سے کون سا راستہ اختیار کرتا ہے یہ اس کے اختیار میں ہے اور جب راستہ چن لیا، قدم آگے بڑھا دیئے تو اب تقدیر کا کھیل شروع ہو گیا اور اگر وہ غلط راستے سے کسی بھی مقام سے کسی بھی وجہ یا سبب سے واپس آ کر سیدھی راہ اختیار کر لے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

☆☆ دُنیا میں سب سے جامع اور مستند کتاب، اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن حکیم ہے اس کی باقاعدہ تلاوت اپنا معمول بنا لیجئے! اِس میں تمام مسائل کا حل ہے اور اس سے بہتر کتاب دنیا میں موجود نہیں۔ لہٰذا اسے باقاعدگی سے پڑھیں اور جو کچھ پڑھیں

اسے سمجھیں اور سمجھنے کیلئے اس کا ترجمہ ضرور پڑھیں۔ جب آپ ترجمہ پڑھیں گے تو بہت سی باتیں ازخود آپ کے دل میں اُترتی چلی جائیں گی۔

☆ جو پانی میں اُترے گا اس کا دامن بھی ضرور گیلا ہوگا۔ بڑی بڑی کمپنیاں اپنی مصنوعات کی 10 سے بیس سال کی گارنٹی دیتی ہیں لیکن اگر کوئی اسی وقت اسے ہتھوڑوں سے توڑ پھوڑ کر رکھ دے تو یہ اس کا ذاتی عمل اور فعل ہے اور چیز کا غلط استعمال ہے۔ دستور اور قاعدے کی خلاف ورزی ہے انسان پیروں سے چلتا ہے ہاتھوں سے نہیں چل سکتا۔ اسی طرح ہر کام کی ترتیب ہوتی ہے اور پہلا قدم دوسرے سے پہلے نہیں ہوسکتا۔

☆ قرآنِ پاک کا اندازِ بیان انتہائی دلنشیں اور دل میں اُتر جانے والا ہے۔ اس کی ہدایات بہت واضح ہیں اگرچہ بعض لوگوں نے تاویلات سے اسے ''مشکل'' بنانے کی کوشش کی ہے مگر جو سمجھ کر پڑھتے ہیں اور پڑھ کر سمجھتے ہیں انہیں علم ہو جائے گا کہ اللہ نے اس کتاب کو نہایت آسان فرمایا ہے تاکہ اس کی ہدایات ہر سطح کے انسان کی سمجھ میں آ جائیں۔ قرآن کے بعد دوسری کتاب جو لائقِ مطالعہ ہے وہ ''اسوۂ حسنہ اور احادیثِ مبارکہ'' پر مشتمل ہے۔ اس کی عملی تفسیر اللہ کے نیک اور صالح بندوں کے کردار میں دیکھی جا سکتی ہے جن پر اللہ کا خاص انعام ہے۔

☆ مشرق اور مغرب آپس میں گڈمڈ نہیں ہو سکتے۔ سیاہ و سفید میں فرق ہے۔ اسی طرح انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کیلئے وہ کوشش کرتا ہے اور اس کیلئے عظیم ہدایت نامہ قرآنِ پاک ہے اور وہ خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ قرآن اس سے کیا چاہتا ہے اور اس کا عمل قرآنی احکام کے مطابق ہے یا اس کے برعکس ہے۔

ترجمہ: ''اور ہم نے تو اللہ کا رنگ اختیار کرلیا ہے۔ اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہوسکتا ہے اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے ہیں آپ کہہ دیجئے، کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو، اور وہ ہی ہمارا رب ہے اور وہ ہی تمہارا رب ہے۔ اور ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ اور ہم اسی کی عبادت خلوص سے کرتے ہیں۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیات 138-139﴾

آثارِ قیامت، آخری سنہری دَور، قیامت، روزِ حساب اور جنت و دوزخ کے حوالے سے یہ کتاب اپنی نوعیت کی واحد اور منفرد کتاب ہے جو ہر سطح کے قاری کے دل کے تاروں کو چھوتی اور اس کے افکار اور نکتہ نظر اور اندازِ سوچ میں واضح تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ آج اسلام میں بہت سی الحاقی باتیں شامل کر لی گئی ہیں مگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انسان کے دل میں قرآن کو سمجھنے کی خواہش بے ساختہ انگڑائیاں لینے لگتی ہے۔

اُمید ہے یہ کتاب آپ کی سوچوں کے نئے دریچے کھولے گی اور قرآنِ حکیم کے باقاعدہ مطالعے کی طرف راغب کرے گی۔ اس خوبصورت ایمان افروز اور چشم کشا پیشکش کیلئے جناب شاہد حمید، گگن شاہد اور امر شاہد اور میرے قارئین خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔

ادارہ بک کارنر پبلشنگ میں حالاتِ حاضرہ کی مناسبت سے بہترین کتابیں شائع کر رہا ہے جس میں جناب ڈاکٹر ذاکر نائیک کی منفرد کتابیں ''خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک، دین دلیل کے ساتھ، ڈاکٹر ذاکر نائیک کے فیصلہ کن مناظرے، نماز اور جدید سائنس'' شامل ہیں۔ یہ کتابیں ثابت کرتی ہیں کہ جس طرح دیگر مذاہب کے تمام پیروکار اپنے اپنے مذہب کے احکامات بھلا چکے ہیں اسی طرح مسلمانوں کے چند انتہا پسند اگر اپنی اپنی عقل کے مطابق غلط کاموں میں ملوث ہیں تو یہ اسلام کی تعلیمات ہرگز ہرگز نہیں ہیں......

اسلام تو ہے ہی دینِ فطرت......
اور مکمل طور پر پُر اَمن......

اسلام امن کی تبلیغ کرتا ہے اور دُنیا بھر میں امن اور بھائی چارے کے ساتھ کفر مٹانا چاہتا ہے نہ کہ کافر......

آپ سے گزارش ہے کہ جن لوگوں نے اِس کتاب میں معاونت فرمائی اور جو لوگ اس ادارے سے منسلک ہیں اُن سب کو اپنی نیک تمناؤں اور دُعاؤں میں یاد رکھئے گا۔ آپ سب کیلئے دُعا گو:

انجم سلطان شہباز
anjumsultan14@gmail.com

عرضِ ناشر

محترم ہارون یحییٰ صاحب کی اس معرکہ آراء کتاب میں ایک پورا باب نظریۂ ارتقاء کی تردید کیلئے مختص کیا گیا ہے کیونکہ اس نظریے کی بنیاد فلسفۂ روحانیت کے خلاف ہے، اس پر مستزاد یہ کہ ڈارون، تخلیق کی حقیقت کا سرے سے ہی انکاری ہے اور یوں وجودِ باری تعالیٰ کا بھی منکر ہے۔ 150 سال سے اس باطل نظریے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا ایمان ذاتِ خداوندی سے یا تو بالکل اُٹھ گیا ہے یا ان کے ایمان کی عمارت متزلزل ہے اور ان کا یقین ڈگمگا رہا ہے۔ ایمان وایقان، شکوک وشبہات کے سیاہ بادلوں میں گھرا ہوا ہے۔ لہٰذا یہ نہایت اہم فریضہ اور بنیادی تقاضا ہے کہ لوگوں پر واضح کیا جائے کہ ڈارونی نظریہ باطل اور ایک کھلا دھوکا ہے۔ اس خیال کے پیش نظر، جیسا کہ اس بات کا امکان بھی ہے کہ ہمارے بیشتر قارئین کی نظر سے شاید یہ پہلی کتاب گزر رہی ہو اور ہماری دیگر کتب ابھی ان تک نہ پہنچ پائی ہوں۔ اس کتاب کا ایک باب مذکورہ موضوع (ڈارونی نظریہ) کیلئے مختص کیا گیا ہے۔

مصنف کی تمام کتابوں میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر ایمان کو قرآنی آیات سے واضح کیا گیا ہے۔ قارئین کو تعلیماتِ الٰہی سیکھنے اور انہیں شعارِ زندگی بنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ آیاتِ قرآنی کی توضیح وتشریح آسان انداز میں کی گئی ہے جس سے قاری پوری طرح مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے ذہن میں کوئی سوال باقی نہیں رہتا نیز ہر طرح کے ابہام اور شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ کتاب کا اسلوبِ نگارش نہایت سادہ ہے جس سے ہر عمر، ہر مکتبۂ فکر اور ہر شعبۂ زندگی کا قاری یقینی طور پر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ الفاظ سادہ اور عام فہم ہیں۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو روحانیت کے منکر ہیں اور بڑی شد ومد سے اس کی تردید کرتے ہیں وہ بھی کتاب کے مندرجات کی حقانیت وصداقت سے انکار نہیں کر سکیں گے۔

☆ ان کی سادہ، اثر آفرین اور دلکش دلائل سے بھرپور تحریر ایک ہی نشست میں پڑھی جاسکتی ہے جس کیلئے وہ ہمارے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ مصنف کی زیرِ نظر کتاب انفرادی طور پر بھی پڑھی جاسکتی ہے اور اجتماعی طور پر بھی اسے زیرِ بحث لایا جاسکتا ہے۔ وہ قارئین کرام جو اِن کتب سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ ان مذاکرات وابحاث سے مزید مستفید ہوسکتے ہیں نیز وہ اپنے احساسات وتجربات دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔

☆ مزید برآں، ان کتابوں کا مطالعہ اور تقسیم، اسلام کی خدمت ہوگی کیونکہ یہ کتابیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر تصنیف کی گئی ہیں۔ مصنف کی دیگر کتابیں بھی نہایت اثر آفرین اور متاثر کن ہیں۔ دوسروں تک مذہب کی حقانیت پہنچانے کیلئے انہیں ان کتابوں کے مطالعے کی طرف مائل کرنا بہترین حکمتِ عملی ثابت ہوسکتی ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ قارئینِ کرام ان کی کتابوں پر تبصروں اور تعارفی خاکوں کو ضرور ملاحظہ کریں گے جو اس کتاب کے اختتام پر دیئے گئے ہیں۔ ایمان وایقان سے وابستہ، مربوط اور منسلک، یہ مؤثر تحریر نہایت مفید اور قابلِ مطالعہ ہے جو قاری پر انمٹ نقوش اور خوشگوار تاثر چھوڑتی ہے۔

☆ دوسری کتابوں کے برعکس آپ کو اس کتاب میں اور مصنف کی دیگر کتب میں مصنف کے ذاتی نظریات، وضاحتیں، خودستائی اور مذہبی عقائد کو مجروح کرنے یا ٹھیس پہنچانے والے بیانات نہیں ملیں گے نیز یہ کتابیں یاسیت وناامیدی اور ایسے دلائل سے بھی پاک ہیں جو ذہن کو شکوک وشبہات سے پراگندہ کرتے ہیں اور دل میں بے چینی پیدا کرتے ہیں۔

ہمارے اِدارے سے شائع ہونے والے دُنیا کے مشہور سکالرز کی کتابیں اِنتہائی پسند کی گئی ہیں، جن کی نقالی پاکستان اور ہندوستان میں جگہ جگہ دیکھنے میں آئی ہے اور یہی اِس بات کا ثبوت ہے کہ ہماری محنت رائیگاں نہیں گئی، ہمارے کام کو ہر علاقے، ہر ملک، ہر جگہ پسند کیا جارہا ہے۔

"Peace Tv" کے صدر اور مشہور ومعروف سکالر ''ڈاکٹر ذاکر نائیک'' کی کتب پاکستان میں کثیر تعداد میں شائع کرنے کی سعادت ''بک کارنر شوروم، جہلم'' کو ہے۔ جن کی

بے پناہ مقبولیت نے ہمیں حوصلہ دیا کہ ہم دیگر غیر ملکی اسلامی سکالرز پر کام جاری رکھ سکیں، اور اَب یہ عالم ہے کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کی کتابوں کے ساتھ ساتھ اُن کے اُستادِ محترم اور ساؤتھ افریقہ کے مشہور و معروف سکالر ''شیخ احمد دیدات رحمۃ اللہ علیہ'' اور ترکی کے مشہور سکالر عدنان اختر المعروف ''ہارون یحیٰی'' کی کتب پر بھی کام تیزی سے جاری ہے۔

اُمید ہے کہ ہمارے ادارے سے شائع ہونے والی ''ہارون یحیٰی'' کی اِس پہلی کاوش کو پسند کیا جائے گا، جو دُنیا میں پہلی مرتبہ اُردو زبان میں شائع ہو رہی ہے۔

شاہد حمید

کچھ مصنف کے بارے میں

ہارون یحیٰی کا اصل نام عدنان اختر ہے۔ وہ ۱۹۵۶ء میں ترکی کے شہر انقرہ میں پیدا ہوئے اور پرائمری اور سیکنڈری تعلیم یہیں پر پائی۔ اُنہوں نے فنونِ لطیفہ استنبول کی ''معمار سینان یونیورسٹی'' سے اور فلسفہ استنبول یونیورسٹی سے پڑھا۔ ۱۹۸۰ء سے لے کر اَب تک اُنہوں نے سیاسی، سائنسی اور دینی مسائل پر لاتعداد کتابیں لکھی ہیں، جنہیں دُنیا بھر میں پذیرائی اور شرفِ قبولیت کا درجہ حاصل ہوا۔ ان کے منفرد اور دلائل سے بھرپور کام کی بدولت بہت سے لوگ راہِ راست پر آئے اور ان کا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر ایمان پہلے سے زیادہ مضبوط ہوگیا۔ ہارون یحیٰی کی کتابیں، بلاتفریق عمر، نسل وقومیت ہر نوع کے قاری کیلئے دلچسپی اور کشش کا سامان رکھتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ کتابیں قاری کو وسعتِ نظر بخشتی ہیں اور مختلف تنقیدی نوعیت کے مضامین کے بارے میں اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں مثلاً اثباتِ وجودِ باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت کا شعور وادراک کرانا اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو ضابطۂ حیات عطا کیا ہے اس کے مطابق اپنے خیالات کو ڈھالنا اور زندگی بسر کرنے کا درس دینا، اِن کی کتب کا بنیادی مقصد ہے۔

ان کا بنیادی موضوع ڈارون ازم اور مادیت کی تردید ہے جو کہ سائنسی لبادے میں دورِ جدید کی دیو مالائی داستانوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ان کی بعض کتابیں چالیس سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ کی جا چکی ہیں۔ ان کا مقصد ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن کو وجودِ خدا اور اس کی وحدانیت جیسے اہم موضوعات پر سوچنے پر مجبور کیا جائے اور ان کے سامنے اس موجودہ دہریانہ نظام کی کمزور بنیادوں ان کے، گمراہ وبے دین کاموں کو منظرِ عام پر لایا جائے اور لوگوں

کیلئے سامانِ فکر فراہم کیا جائے۔

ہارون یحییٰ نے نظریۂ ارتقاء کے حامیوں کے نظریات کی تردید کرتے ہوئے انہیں مؤثر و مُسکت دلائل پیش کیے ہیں نیز انہوں نے کمیونزم، فاشزم اور باطل ڈارونی نظریات کا پول کھولا ہے۔

ان کا قلمی نام ہارون یحییٰ ''حضرت ہارون علیہ السلام'' اور ''حضرت یحییٰ علیہ السلام'' دو عظیم پیغمبروں کے ناموں کا مجموعہ ہے جنہوں نے اپنے وقت کے باطل نظریات کے خلاف جنگ کی تھی۔ آپ کی کتابوں پر مہر نبوت کا نقش کتاب کے مندرجات اور متن کا عکاس اور قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمان ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا عکس استعمال کرنا اس بات کی علامت ہے کہ ہارون یحییٰ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آفاقی پیغام کو خلوصِ عقیدت سے دُنیا بھر میں پھیلانے میں کوشاں ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عادات و اطوار، سیرت و کردار، عقل و دانش، فکر و عمل، سوچ اور علم و فہم میں یکتا اور مکمل تھے اور ہارون یحییٰ اِنہیں خصائص سے اولیٰ کا پرچار کر رہے ہیں۔

ہارون یحییٰ کی کتابیں ڈارونی نظریہ کے شر کو انسانی اذہان سے ختم کرنے میں بھرپور اور مکمل کردار ادا کر رہی ہیں۔ اِن کی تمام کتب کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات کی واحدانیت کا ثبوت پیش کرنا اور یہ نورِ معرفت بے علم اور بے دین لوگوں کے دِلوں تک پہنچانا ہے۔ ان کی کتابیں قاری کی سوچ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے قائم اور موجود ہونے، آخرت اور دین کے بارے میں قیاس اور تدبر پر مجبور کرتی ہیں۔ یہ کتب ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے بے بنیاد فتنے کا پردہ چاک کر کے تمام باطل عقائد کی دلائل کے ساتھ نفی کرتی ہیں جو اللہ ربّ العزت کے ایک ہونے اور روزِ قیامت سے منکر ہیں۔

مصنف قرآنِ حکیم اور ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے، بے خدا نظریات اور دہریت کے عقائد کو غلط قرار دے کر حتمی نتیجہ نکالتا ہے۔ مذہب کے حوالے سے جنم لینے والے خاموش منفی نظریات کا قلع قمع کرتا ہے۔ مہرِ نبوت علمِ کامل، راہِ ہدایت، نور الہدیٰ، چراغِ بصیرت اور فہم و فراست کے نور کی علامت ہے۔ یہ مہرِ مقدس مکارمِ اخلاق کی جامعیت و اکملیت کا واضح اور حتمی اعلان ہے۔

ان کی تمام کتابوں کا بنیادی مقصد اور اس مقصد کا مرکز و محور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ پر

ایمان، توحید و وحدانیت کا اقرار اور آخرت پر ایمان کے ساتھ قارئین کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا پیغام دینا ہے۔ نیز بے خدا نظام، بے بنیاد نظریات اور باطل عقائد کو بے نقاب کرنا ہے۔

ہارون یحییٰ کے قارئین کی دُنیا بھر میں ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ انڈیا سے امریکہ، برطانیہ سے انڈونیشیا، پولینڈ سے بوسنیا، سپین سے برازیل، پاکستان سے مشرقِ وسطیٰ تک ان کے قارئین اور مداح موجود ہیں۔ ان کی کتب کے تراجم اب تک پچاس سے زائد زبانوں میں ہو چکے ہیں اور ان کے صفحات کی کل تعداد ۲۵ ہزار سے زائد اور تصاویر کی تعداد ۳۰ ہزار سے زائد ہے۔

دُنیا بھر میں ان کی کاوشوں کو سراہا گیا ہے اور خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ ان کے اسلوبِ نگارش اور طرزِ تحریر نے ہر صاحبِ درد کے دل پر اثر کیا ہے اور اس سے لوگوں کے ایمان وعقائد میں پختگی آئی ہے۔ ان کی کتابوں میں فہم وفراست اور خلوص ہے جس کی وجہ سے انہیں سمجھنا آسان ہے۔ جو اِن کی تحریروں کا مطالعہ کرتا ہے وہ ان کی اثر آفرینی کے سحر سے بچ نہیں سکتا۔

جو لوگ ان کتابوں کا سنجیدگی سے مطالعہ کرتے ہیں وہ باطل عقائد، وجودِ خدا سے انکار، مادیت وخواہش پرستی کی طلب وحمایت سے دست کش ہو جاتے ہیں۔ یہ کتابیں بڑی برق رفتاری سے دل ودماغ کو اوہام، شکوک وشبہات اور باطل نظریات سے پاک کر دیتی ہیں۔ ان کی اثر انگیزی، حتمی نتائج اور بے لاگ پن سے صرفِ نظر کرنا مشکل ہے اور اگر کوئی ان کتابوں کے مطالعے کے بعد بھی اپنی روش تبدیل نہیں کرتا تو اسے اس کی ہٹ دھرمی کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ کتابیں باطل نظریات کا جڑ سے خاتمہ کرتی ہیں اور جھوٹے دعوؤں کی قلعی کھول کر ان کی بیخ کنی کرتی ہیں۔

ہارون یحییٰ کی کتابوں نے تمام انکاری تحریکوں کو نظریاتی بنیادوں پر شکستِ فاش سے دوچار کر دیا ہے۔

بلاشبہ یہ قرآنی اعجاز ہی ہے کہ مصنف لوگوں کو قرآن سے فہم وادراک اور شعور ذات سیکھنے اور اس حیاتِ فانی میں احکامِ الٰہی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو ان کتابوں کے ذریعے صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے مگر ان کتابوں کے ذریعے دُنیا کمانے

یا مادی وسائل کے حصول کی اسے ہرگز خواہش نہیں ہے۔

اس کے ساتھ وہ لوگ بھی قابلِ ستائش ہیں جو لوگوں کو ان کتابوں کے مطالعے کے ذریعے دل ودماغ کے دریچے وا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہاں ان کتابوں کا تذکرہ کرنا جو لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات کو جنم دیتی ہیں وقت اور وسائل کے ضیاع کے مترادف ہوگا لہٰذا قارئین کے دماغوں میں نظریاتی خلا، الجھن اور ابہام پیدا کرنے والی کتابوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔

مصنف ان کے نظریات کی بھرپور تردید کرتا ہے اور مُسکت ثبوتوں اور حوالوں سے قارئین کو باطل نظریات کے چنگل سے نکال لیتا ہے۔ مصنف کی توجہ تحریر کو مقفع و مسجع بنانے کی بجائے اس امر پر مرکوز ہوتی ہے کہ کس طرح لوگوں کو گمراہی کے اندھیرے سے ایمان کی روشنی میں لایا جائے۔ مصنف کا پہلا اور آخری مقصد لوگوں کے ایمان کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔ اگر کسی کو اس بیان میں شک ہو تو وہ ہارون یحییٰ کی کتابوں کا مطالعہ کر کے خود دیکھ سکتا ہے اور اس کی تصدیق کر سکتا ہے کہ اس کا مقصد لوگوں کو بے عقیدہ ہونے سے بچانا، قرآنی اقدار سے روشناس کرانا اور ان پر عمل پیرا ہونے کا پیغام دینا ہے۔

قاری کا قائل یا مائل ہونا مصنف کی کامیابی کی روشن دلیل ہے۔

ایک اور بات ذہن نشین رکھئے کہ ظلم وفساد، استحصال اور اس کی دیگر اقسام کا تسلسل صرف بے دینی کی وجہ سے ہے اس کی روک تھام بھی بے دینی کے خاتمے اور اس کی نظریاتی شکست سے ہی ممکن ہے۔ نیز تخلیقِ کائنات کے اسرار سے پردہ اٹھا کر اور قرآنی احکامات پر عمل پیرا ہو کر بھی دنیا کو جنتِ ارضی اور گہوارۂ امن بنایا جا سکتا ہے اگر دنیا سے ظلم، ناانصافی، اقرباء پروری، رشوت، سفارش، فساد، دہشت گردی اور نفرت کا خاتمہ کرنا ہے تو تعلیماتِ قرآنی پر بہر حال عمل پیرا ہونا ہوگا۔ لامذہب، لادین اور دہریانہ نظریات کی بیخ کنی کرنا ہوگی۔ یہ اس وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو بعد میں پچھتانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اس ضمن میں ہارون یحییٰ کی کتابیں کلیدی اور ہراول دستے کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ انشاء اللہ! یہ کتابیں اکیسویں صدی میں امن وانصاف اور خوشحالی لانے کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔

عرضِ مصنف

قرآن الحکیم میں ایک مومن کی زندگی سے متعلقہ تمام ضروری معلومات اوراحکامات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ الہامی کتاب روزِ قیامت تک انسانوں کیلئے راہِ ہدایت ہے۔ اس کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ یہ دنیا کے تمام افراد کیلئے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ پہلی الہامی کتب کا تذکرہ وتصدیق موجود ہے۔ اس میں وہی آفاقی اور ازلی پیام ہے اور صراطِ مستقیم کی وہی ہدایت ہے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انسان کو پہلی مرتبہ دی۔

ماضی کی اقوام (ثمود و عاد وغیرہ) کا تذکرہ، حال کی اقوام کیلئے آئینہ اور درسِ عبرت ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی حیاتِ مقدسہ، ان کا طرزِ زندگی، ان کی تبلیغ، آج کے انسانوں کیلئے بھی قابلِ تقلید عمل ہے۔ قرآنِ حکیم میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کے اشارات اور ایسے اسرار بھی ہیں جو اہلِ ایمان کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ اس حوالے سے سورۃ الکہف اس کی بہترین مثال ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ، آپ کے افعال واقوال، پسندیدگی اور ناپسندیدگی مومنوں کیلئے زندگی کا لائحہ عمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربِ قیامت کے حوالے سے چند احادیثِ مبارکہ حسبِ ذیل ہیں:

النویس بن سمعان روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: "تم میں سے وہ جو دجال کے زمانے تک زندہ رہے اسے چاہیے کہ وہ

اس پر سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات تلاوت کرے۔"

﴿صحیح مسلم شریف﴾

ابو عمامہ السمیلی کی روایت ہے:

ترجمہ: "جو کوئی اس (دجال) کے جہنم میں داخل ہوتا ہے اسے سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات تلاوت کر کے اللہ کی پناہ حاصل کرنی چاہیے۔"

سورۃ الکہف کی طرف اشارہ کرنے سے آنحضرت ﷺ کی یہ مراد بھی ہے کہ اس سورۃ میں آخری زمانے کے حوالے سے کئی اشارات بھی ہیں۔ اس میں دجال سے دفاع اور اس سے جنگ کے اشارات بھی ہیں۔ اس میں دجال کی اس بدترین تحریک کو روکنے کا بیان ہے جو وہ انسانیت کے خلاف شروع کرے گا۔ دجال کے اس تباہ کن فتنے کو پہچان کر اس کا سدِ باب کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ سورۃ نہایت ہی سبق آموز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیٔ رحمت ﷺ نے اس سورۃ کو یاد کرنے اور تلاوت کا ارشاد فرمایا ہے۔ اس سورۃ میں اصحابِ کہف کے واقعات ایک حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین دنیا کے واقعات محسوس ہوتے ہیں (اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام)۔

ہم ان واقعات کے پسِ پردہ اسباب بیان کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ قارئین کرام سورۃ الکہف پر غور و فکر کر سکیں۔ اس سورۃ میں عہدِ حاضر کے حوالے سے کئی نشانیاں موجود ہیں۔ ان بھیدوں کو جاننے اور ان کے اسرار میں جھانکنے اور ارشادِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کے بعد قارئین کو علم ہو گا کہ اس سورۃ میں اختتامِ زماں کی بہت سی علامات موجود ہیں۔ وہ وقت بالکل قریب ہے جب ہر طرف بے یقینی، لادینیت، خواہش پرستی، مادیت پرستی اور برائی کا دَور دَورہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس کے قلع قمع کیلئے سچائی کو بھیجے گا۔

یہ وقتِ موعود قریب تر ہے اور لوگوں کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ سورۃ الکہف کی تلاوت کرنی چاہیے اور آیات کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہر آیت کو ذہن میں رکھنا چاہئے اور اسے عہدِ حاضر کے واقعات کے تناظر میں پرکھنا چاہیے۔

ہارون یحییٰ
(عدنان اختر)

حصہ اوّل

اینڈ آف ٹائم

قیامت کی نشانیاں اور حضرت امام مہدی

اینڈ آف ٹائم

اینڈ آف ٹائم سے مراد آخری دَور ہے اور اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ قربِ قیامت کا دَور ہے۔ قرآن وحدیث کی رُو سے آخری زمانہ دو اَدوار پر مشتمل ہے۔ پہلے دَور میں لوگ مادی و رُوحانی مشکلات میں مبتلا ہو جائیں گے جبکہ دوسرا دَور سنہری دَور ہوگا، اس میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کی فراوانی ہوگی۔ اس دَور میں دینِ حق کی ترویج اور اِشاعت ہوگی۔ اِسی دَور کے اختتام پر معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جائے گا اور لوگ قیامت کی گھڑیاں گننا شروع کر دیں گے۔

اس کتاب میں اِسی وقتِ آخر کا جائزہ قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ بات اب روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس وقت کی معلوم نشانیاں اور پیشین گوئیاں وقوع پذیر ہونا شروع ہو گئی ہیں، جیسا کہ قرآن وحدیث پاک میں ان کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے۔

قرآنِ کریم میں
روزِ قیامت کی نشانیاں

زمانہ آخر یا آخری دَور بہت سے لوگوں کیلئے نامانوس حیثیت کا حامل ہے، لہٰذا ہم آغاز میں اس کی مختصر سی تعریف کیے دیتے ہیں۔ زمانہ آخر سے مراد وہ آخری دَور ہے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے۔ یہ قیامت سے کچھ وقت پہلے کا دَور ہے گویا کہ قربِ قیامت کا زمانہ۔ قرآنِ پاک میں بیان کی گئیں قیامت کی نشانیوں کے علاوہ کثیر تعداد میں احادیث پاک جو زمانہ آخر سے متعلق ہیں، ہمیں ایک نہایت اہم نتیجے پر لا کھڑا کرتی ہیں۔

قرآن وحدیثِ پاک سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وقتِ آخر دو حصوں پر مشتمل ہو گا۔ پہلا دَور لوگوں کیلئے مادی و روحانی مشکلات لے کر آئے گا جبکہ دوسرا دَور زرّیں دور پر مشتمل ہوگا۔ مؤخر الذکر اپنی کثرتِ رحمت کی وجہ سے ''سنہری دَور'' کہلائے گا۔ اس سنہری دَور کا سبب سچے مذہب کی اِشاعت وترویج ہوگی۔ اس دَور کے خاتمے پر معاشرہ تیزی سے تباہی کے دہانے پر پہنچ جائے گا اور لوگ قیامت کا اِنتظار شروع کر دیں گے۔

یہ کتاب اسی زمانے کا، قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک جائزہ پیش کرتی ہے اور یہ بات اب روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ زمانہ آخر کی نشانیاں یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہونا شروع ہوگئی ہیں جیسا کہ قرآن وحدیث میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان علامات کا ظہور، جن کی بشارت چودہ سو سال قبل دے دی گئی تھی، ایمان والوں کے ایمان اور اللہ رَبُّ العزت پر یقین

میں مزید اضافہ کرتی ہیں۔ بلاشبہ یہ کوئی اتفاق کی بات نہیں ہے کہ اس مختصر سے عرصہ میں وہ علامات یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہوئی ہیں جن کا ذکر کیا گیا تھا۔ یہ نشانیاں بندگانِ خدا کیلئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان واقعات کا منبع جو آنے والے صفحات میں مذکور ہیں، اس آیت کی روشنی میں اخذ کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اور کہو! تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، وہ عنقریب دکھائے گا تمہیں اپنی نشانیاں پھر تم انہیں پہچان بھی لو گے اور تمہارا ربّ اِن اعمال سے بے خبر نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔''

﴿سورۃ نمل ۲۷، آیت ۹۳﴾

یہ بات ہمیں ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اللہ ہر شئے کا مکمل علم رکھتا ہے کیونکہ ہر وہ موضوع جس کے متعلق ہم کچھ نہ جانتے ہوں اس سے متعلق اللہ تعالیٰ ہی ہمیں آگاہ فرماتا ہے۔

قرآن میں یومِ آخر کی نشانیاں

ترجمہ: ''سو نہیں انتظار کر رہے ہیں یہ (منکرین) مگر قیامت کی گھڑی کا کہ وہ آجائے ان پر اچانک، سو یقیناً آ چکی ہیں اس کی علامات۔ پھر کونسا موقع ہو گا ان کیلئے جب آ ہی جائے گی ان پر وہ گھڑی، نصیحت قبول کرنے کا۔''

﴿سورۃ محمد ۴۷، آیت ۱۸﴾

اس آیت سے ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ قرآن ان علامات کا ذکر کرتا ہے جو کہ آخری روز وقوع پذیر ہوں گی۔ لہٰذا ان علامات کو سمجھنے کیلئے ہمیں اس عظیم اعلان پر غور کرنا ہو گا۔ بصورتِ دیگر جیسا کہ آیت میں مذکور ہے کہ اس وقت ہماری سوچ کسی کام نہ آئے گی جب یومِ آخر اچانک ہم پر آ جائے گا۔

وہ ساعت نزدیک ہے

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ یومِ آخرت قریب

ہے:

ترجمہ: ”اور یہ کہ قیامت ضرور آئے گی، نہیں کوئی شک اس (کے آنے) میں اور یہ کہ اللہ ضرور اٹھائے گا انہیں جو جا چکے ہیں قبروں میں۔“

﴿سورۃ حج ۲۲، آیت ۷﴾

ترجمہ: ”اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور اس کو بھی جو ان کے درمیان ہے مگر با مقصد اور جان لو کہ فیصلہ کی گھڑی ضرور آ کر رہے گی۔“

﴿سورۃ الحجر ۱۵، آیت ۸۵﴾

یہاں پر ضرور کسی کے ذہن میں اس سوال نے جنم لیا ہوگا کہ قرآنِ مجید کا یہ پیغام تو چودہ سو سال قبل اترا تھا جو کہ بہ لحاظِ عمرِ انسانی ایک طویل عرصہ ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں بات دنیا کے خاتمے کی ہو رہی ہے، چاند سورج کے خاتمے کی۔ مختصر یہ کہ کائنات کے خاتمے کی، اور جب ہم کائنات کی بات کرتے ہیں تو کائنات ارب ہا سال عمر کی حامل ہے لہٰذا چودہ سو سال اسکے مقابل محض نوکِ پرکاہ کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

دُنیا میں اخلاقِ اسلام کی برتری

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ وہ لوگ جو خلوص دل سے اس کی بندگی کرتے ہیں اور اس کے سوا کسی مخلوق کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے ہیں اور اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے نیک کام کرتے ہیں تو ان لوگوں کو اختیار اور قوت جیسی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔

ترجمہ: ”اللہ نے تم میں سے ان کے ساتھ وعدہ کیا جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں کہ وہ انہیں زمین پر کامیاب کرے گا بالکل ایسے ہی جیسے ان سے پہلوں کو کامیاب کیا اور ان کیلئے ان کا دین جس سے وہ خوش ہوگا مضبوط کرے گا اور خوف کے عالم میں ان کا تحفظ کرے گا، وہ میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے' جو کوئی اس کے بعد ایمان نہیں لاتا تو وہی لوگ خسارے میں ہیں“

﴿سورۃ النور ۲۴، آیت ۵۵﴾

بہت سی آیات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ ایک الہامی قانون ہے کہ وہ بندگانِ خدا جو اس کے فرمان بردار ہیں اور ان کے قول و فعل میں دین حاوی نظر آتا ہے تو وہ لوگ دنیا کے وارث بنائے جائیں گے۔

ترجمہ: ''ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا ہے کہ میرے نیک بندے اس زمین کے وارث ہوں گے۔''

﴿سورۃ الانبیا۲۱، آیت ۱۰۵﴾

ترجمہ: ''اور ان کے بعد ہم تمہیں اس زمین پر آباد کریں گے یہ اس کیلئے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے اور میری وعید سے ڈرے۔''

﴿سورۃ ابراہیم۱۴، آیت نمبر۱۴﴾

شق القمر

قرآن مجید کی سورۃ القمر کا معنی چاند ہے۔ اس سورۃ میں بعض جگہوں پر اس تباہی کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط اور قومِ فرعون پر نازل ہوئی۔ اس کی وجہ ان کا اپنے انبیاء علیہم السلام کی تنبیہوں کا رَدّ کرنا تھا۔ اور ایک بہت اہم پیغام پہلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''وہ ساعت قریب آ گئی اور چاند شق ہو گیا۔''

﴿سورۃ القمر۵۴، آیت 1﴾

عربی میں یہاں لفظ ''شق'' استعمال ہوا ہے جس کے عربی میں متعدد معانی ہیں۔ زیادہ تفاسیرِ قرآن میں اس کے معنی 'ٹکڑے ہونا' لیے گئے ہیں لیکن شق کے معنی عربی میں زمین کھودنا کے بھی ہیں۔ اس کی مثال قرآنِ حکیم سے بھی پیش کی جا سکتی ہے۔

ترجمہ: ''بے شک ہم نے ہی برسایا پانی فراوانی سے پھر پھاڑا ہم نے زمین کو عجیب طریقے سے۔ پھر اگائے ہم نے اس میں غلے۔ اور انگور اور ترکاریاں۔ اور زیتون اور کھجوریں۔''

﴿سورۃ عبس۸۰، آیت ۲۵-۲۹﴾

یہاں پر وضاحت کے ساتھ یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ یہاں شق کے معنی 'ٹکڑے ہونا'

نہیں ہیں۔ یہاں اس کے معنی زمین کی کھیتی باڑی کے ہیں تا کہ مختلف انواع کے پھولوں کی نمود کی جا سکے۔

اگر ہم 1969ء کے سال کو ذہن میں لائیں تو ہم عجائب قرآن کا ایک پہلو دیکھتے ہیں۔ چاند کی زمین پر 20 جولائی 1969ء کئے جانے والے تجربات چودہ سو سال قبل دی جانے والی خبر کے پورا ہونے کا دن ہے۔ اس تاریخ کو امریکی خلابازوں نے چاند کی سرزمین پر قدم رکھا اور اُسے کھود کر کچھ تجربات کیلئے مٹی اور کنکروں کو بطور نمونہ اکٹھا کیا۔ بلاشبہ یہ بات نہایت دلچسپ ہے کہ یہ ترقی اس آیت میں بیان کی گئی بات سے بالکل ہم آہنگ ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی پیشین گوئیاں وقوع پذیر ہوئیں

احادیثِ رسول کریم ﷺ جو ہم تک پہنچی ہیں وہ ہمیں زمانۂ آخر اور اسلام کے سنہری دور کے متعلق خبر بہم پہنچاتی ہیں۔ جب ہم ان علامات کو دورِ حاضرہ کے حالات سے ملاتے ہیں تو ہمیں بہت سے اشارے ایسے ملتے ہیں کہ ہم زمانۂ آخر میں رہ رہے ہیں جو کہ اسلام کے سنہری دور کا نقیب بھی ہے۔ اس کتاب کے آنیوالے صفحات میں رسول ﷺ کی بتائی ہوئی وہ احادیث شامل ہیں۔

اس مرحلے پر قاری کے ذہن میں دورِ آخر کی نشانیوں پر مشتمل ان احادیث کی حقانیت اور مستند ہونے کے متعلق کچھ شبہات جنم لے سکتے ہیں۔ یہاں ایک طریقہ ہے جو کہ سچ کو جھوٹ سے اس طرح علیحدہ کر سکتا ہے جیسے کہ سیاہ کو سفید سے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ان احادیث کی رُو سے یومِ آخر سے متعلق واقعات نے مستقبل میں ابھی رونما ہونا ہے۔ اس لئے جب کوئی حدیث اس دورانیہ میں سچ ثابت ہوتی ہے تو اس حدیث کی سند کا کوئی شبہ مزید نہیں رہتا۔ کچھ مسلمان علماء جنہوں نے دورِ آخر اور یومِ آخر کے موضوع پر تحقیق کی ہے انہوں نے اس شرط کو پرکھا ہے۔ اس موضوع کے ایک ماہر بدیع الزماں نورسی کا کہنا ہے کہ وہ احادیث جو کہ زمانۂ آخر سے متعلق ہیں ان کی ہمارے دور سے مماثلت حقانیت احادیث پر مہر ثبت کرتی ہے۔

ان احادیث میں بیان کی گئی علامات کا چودہ سو سال کے عرصے کے دوران دنیا کے مختلف حصوں میں وقوع پذیر ہونا ایک ناقابل تردید امر ہے۔ لیکن اس دور میں ان احادیث میں بیان کی گئی علامات کا پورا ہونا زمانۂ آخر کی نشانی نہ تھا کیونکہ ترمذی کی حدیث کے مطابق

دورِ آخر کی نقیب علامات یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہوں گی۔

"وہ علامات یوں وقوع پذیر ہوں گی کہ جیسے تسبیح ٹوٹ جانے سے دانے قطار میں گرتے چلے جاتے ہیں۔"

﴿جامع ترمذی﴾

احادیث میں ہے کہ زمانۂ آخر اس وقت آئے گا جب نفاق بڑھے گا اور جنگ و جدل میں اضافہ ہو جائے گا۔ جب معاشرے میں دکھ بڑھ جائے گا، اخلاق تنزلی میں ڈھل جائے گا اور لوگ مذہبی تعلیمات سے منہ موڑ لیں گے۔

اس وقت آسمانی آفات پوری دنیا میں آئیں گی، غربت انتہا تک پہنچ جائے گی اور قتل و غارت اور بربریت غرضیکہ ہر قسم کے جرائم میں خطرناک حد تک اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن زمانۂ آخر کا یہ صرف پہلا مرحلہ ہوگا۔ دوسرے مرحلے میں اللہ نوعِ انسانی کو مصیبت و افلاس سے نکال کر اپنی رحمت اور فضل و کرم کی بارش فرمائیں گے اور یوں امن و سکون کا دَور دَورہ ہو جائے گا۔

جنگیں اور طوائف الملوکیت

پیغمبرِ خدا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"حرج میں اضافہ ہو گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ حرج کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد قتل و غارت ہے۔ اس سے مراد قتل و غارت ہے۔"

﴿صحیح بخاری شریف﴾

"ایک وقت آئے گا کہ شوریدگی، قتل و غارت اور طوائف الملوکیت ایک عام سی بات ہو کر رہ جائے گی۔

﴿المتقی۔ الہندی منتخب کنز الاعمال﴾

"دُنیا میں اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک وہ دن نہیں آتا کہ خون بہانا اور قتل و غارت (دنیا) میں عام ہو گا۔"

﴿صحیح مسلم شریف﴾

اگر ہم پچھلی چودہ صدیوں پر نظر دوڑائیں تو ہمیں پتا چلتا ہے بیسویں صدی سے پہلے تک جنگیں علاقائی ہوتی تھیں۔ جبکہ بیسویں صدی میں لڑی جانیوالی دو عظیم جنگوں کا اثر دُنیا کے تمام ممالک پر معاشرتی، سیاسی، اور معاشی زوال کی صورت میں پڑا۔ جنگِ عظیم اول میں کم وبیش 20 ملین لوگ لقمۂ اجل بنے جبکہ جنگِ عظیم دوم میں یہ تعداد 50 ملین تک پہنچ گئی۔ جنگِ عظیم دوم انسانی تاریخ کی سب سے بڑی خونی اور تباہ کن جنگ گردانی جاتی ہے۔

اس جنگ کے بعد کے اختلافات سے سرد جنگ، کوریا کی جنگ، ویتنام کی لڑائی، عرب اسرائیل جنگ اور خلیج کی جنگ نے جنم لیا۔

اسی طرح مختلف ممالک میں جنم لینے والی علاقائی چپقلشوں اور خانہ جنگیوں نے ان کو تباہی کے دھانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ بوسنیا، چیچنیا، فلسطین، افغانستان، کشمیر اور بہت سے دوسرے ممالک میں نسلِ انسانی ان مسائل سے دوچار ہے۔

ایک اور کشیدگی جو کہ نسلِ انسانی کیلئے جنگ جیسی تباہی کے مترادف ہے وہ عالمی دہشت گردی ہے۔ اس موضوع کے ماہرین اس بات سے اتفاق کریں گے کہ دہشت گردی کے واقعات میں بیسویں صدی کے دوسرے حصے میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دہشت گردی بیسویں صدی کا خاصہ ہے۔ وہ تنظیمیں جو کمیونزم، تعصب یا اسی قسم کے نظریے رکھتی ہیں انہوں نے اپنے قومی مفادات کی خاطر سائنس و ٹیکنالوجی کو بربریت کے کاموں میں استعمال کیا۔ دنیا کی حالیہ تاریخ میں ان دہشت گردانہ اقدام نے بار بار انسانیت کو تکلیف سے دوچار کیا۔ اس قتل و غارت سے نجانے کتنے لوگ مارے گئے اور کتنوں کے گھر برباد ہو گئے۔

جنگوں اور آفات سے بڑے شہروں کی تباہی

''بڑے بڑے شہر یوں تباہ و برباد ہو جائیں گے گویا کہ کبھی وہ تھے ہی نہیں۔''

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات المہدی آخر الزماں﴾

حدیث شریف میں بڑے بڑے شہروں کی جس تباہی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے ذہن میں فوراً اس تباہی کا خیال آتا ہے جو کہ مختلف جنگوں اور قدرتی آفات کے نتیجے میں نوع

اِنسانی پر آئی۔ نیوکلیائی ہتھیاروں، جنگی جہازوں، بموں اور میزائلوں کی دوڑ میں حالیہ ''ترقی'' نے انسانیت کو ناقابلِ بیان تباہی سے دوچار کیا ہے۔ ان تباہ کن ہتھیاروں نے جس پیمانے پر تباہی پھیلائی ہے اس کا تصور بھی پہلے محال تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بڑے شہر اس تباہی میں سب سے زیادہ برباد ہوئے۔ دوسری جنگِ عظیم اس کی ایک ''ادنیٰ'' سی مثال ہے۔ دنیا کی اس ''عظیم جنگ'' میں ایٹم بم کے استعمال سے ہیروشیما اور ناگاساکی جیسے بڑے ترقی یافتہ شہر صفحۂ ہستی سے ہی غائب ہو گئے۔ اسکے علاوہ بھاری پیمانے پر کی جانے والی بمباری سے یورپی ممالک کے دارالحکومتوں اور دوسرے بڑے شہروں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔

پچھلے کچھ سالوں میں امریکہ میں اور کچھ دوسرے ممالک میں آنیوالے طوفانی بگولوں، سمندری طوفانوں، سیلابوں اور دوسری قدرتی آفات کی وجہ سے بڑے پیمانے پر تباہی آئی۔ اس کے علاوہ سیلابوں کی وجہ سے زمین دلدل بن جانے کی وجہ سے لوگ اکثر علاقوں میں محصور ہو کر رہ گئے۔ مزید برآں زلزلوں، لاووں اور سمندری لہروں کی وجہ سے بھی انسانیت کو تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑا۔ لہٰذا بڑے بڑے شہروں میں انسانی وقدرتی آفات سے پیش آنیوالی ہلاکت خیز تباہی علاماتِ قیامت کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

زلزلے

''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک زلزلے تواتر کے ساتھ آنا نہ شروع ہو جائیں۔''

﴿ صحیح بخاری شریف ﴾

''قیامت سے پہلے دو عظیم حادثات رونما ہوں گے اور پھر اس کے بعد دس سال تک زلزلے آتے رہیں گے۔''

﴿ بروایت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا ﴾

پچھلے کچھ سالوں میں بڑے بڑے زلزلوں نے زمین کو ہلا کے رکھ دیا۔ دنیا کے کسی بھی خطے میں بسنے والے لوگوں کیلئے زلزلہ سب سے زیادہ خوفزدہ کرنے والی چیز ہے۔ اگر ہم امریکن نیشنل ارتھ کوئیک انفارمیشن سینٹر کی رپورٹ پڑھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 20832 زلزلے صرف 1999ء میں آئے اور اسکے نتیجے میں 22711 لوگ لقمۂ اجل

کا شکار ہوئے۔ (2008ء میں چین اور دیگر ممالک میں لاکھوں لوگ زلزلوں میں ہلاکت سے دوچار ہوئے)

غربت

"غریبوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔"

﴿عمل الدین القزوانی، مفید العلم ومو بید البہم﴾

منافع امیر لوگوں میں تقسیم ہوگا جبکہ غریب کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

﴿جامع ترمذی﴾

آپ دیکھ لیجئے کہ حدیث میں جس دَور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ حالات آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اگر ہم ماضی کی طرف نگاہ دوڑائیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ اس وقت خشک سالی، قحط یا جنگ کے نتیجے میں پیش آنے والے مصائب اور دکھ ایک مختصر دورانیہ کے لیے ہوتے تھے اور عموماً ایک علاقے میں رونما ہوتے تھے۔ جبکہ آج دنیا بھر کے انسان افلاس اور مصائبِ زندگی سے دوچار ہیں اور یہ افلاس دوامی ہے۔

آج دُنیا میں افلاس اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ یونیسف کی حالیہ رپورٹ کے مطابق دنیا کا ہر چوتھا انسان ناقابلِ اندازہ افلاس ومصائب کا شکار ہے۔ دنیا کی ۱۳۰ کروڑ آبادی ایک ڈالر یومیہ سے بھی کم اجرت پر گزارہ کر رہی ہے۔ تین ارب لوگ دو ڈالر یومیہ اجرت حاصل کر کے زندگی کی ڈور تھامے ہوئے ہیں۔ تقریباً ایک ارب تیس کروڑ لوگ صاف پانی کی نعمت سے محروم ہیں جبکہ دو ارب ساٹھ کروڑ لوگ گندے پانی کے نکاس جیسے مسائل سے دوچار ہیں۔

اخلاقی انحطاط

"ایک وقت آئے گا کہ زنا عام ہو کر رہ جائے گا۔"

﴿کتاب الفتن﴾

"قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگ راہوں میں کھڑے ہو کر زنا نہیں کریں گے۔"

﴿ابن حبان رضی اللہ عنہ﴾

''مرد عورتوں کی اور عورتیں مردوں کی شباہت اختیار کریں گے۔''

﴿تفسیر درِ منثور۔از: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ﴾

''مرد لواطت اور عورتیں ہم جنس پرستی کیا کریں گی۔''

﴿المتقی الہندی منتخب کنز الاعمال﴾

''غیر قانونی جنسی تعلقات کا دَور دَورہ ہوگا۔''

﴿صحیح بخاری شریف﴾

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک قتل کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ نہیں ہو جاتا۔''

﴿صحیح بخاری شریف﴾

آج ہمارے دَور میں اخلاقی زوال انتہائی حدوں کو چھو رہا ہے۔ جس طرح ایک وائرس انسانی جسم کو کھا جاتا ہے اسی طرح یہ اخلاقی انحطاط ہمارے معاشرے کی جڑوں کو کاٹ رہا ہے۔ یہ ایک صحت مند معاشرے کیلئے زہرِ ہلاہل ہے۔ ہم جنس پرستی، طوائف بازاری، جنسی بے راہ روی، شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زنا کاری، جنسی ہرزہ سرائی اور جنسی امراض میں اضافہ ہماری اخلاقیات کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

سچے مذہب کا انکار اور تعلیماتِ قرآنی سے رُوگردانی

''قیامت قائم ہونے سے پہلے علم اُٹھا لیا جائے گا اور جہالت میں اضافہ ہوگا۔''

﴿صحیح بخاری شریف﴾

''ایک ایسا دَور ہوگا کہ جس کی سیاہی سے کوئی بھی نہ بچ پائے گا۔ لوگ خیال کریں گے کہ یہ ختم ہو گیا ہے لیکن وہ پھر شروع ہو جائے گا۔ اس وقت بندہ صبح مومن ہوگا تو شام کو کافر۔''

﴿سنن ابوداؤد شریف﴾

''اُمت پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ تلاوتِ قرآن کریں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا (دل پہ اثر نہیں کرے

گا)۔"

﴿صحیح بخاری شریف﴾

"قیامت کی گھڑی آنے سے پہلے اندھیری رات کی طرح شوریدہ سری کا عالم ہوگا اور بندہ صبح مومن ہوگا تو شام کافر اور شام کافر ہوگا تو صبح مومن۔"

﴿سنن ابوداؤد شریف﴾

"ایک وقت ایسا آئے گا کہ آدمی کو یہ پرواہ نہیں ہوگی کہ اسے دولت کیسے مل رہی ہے، جائز طریقے سے یا ناجائز طریقے سے۔"

﴿صحیح بخاری شریف﴾

"ایک وقت ایسا آئے گا کہ جس میں لوگ دین کے ذریعے دنیا کمائیں گے۔"

﴿جامع ترمذی﴾

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایسے لوگ باقی ہوں گے کہ جن کو نیک کاموں کا کچھ پتا نہ ہوگا اور وہ برائی نہ روکیں گے۔"

﴿راوی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ﴾

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ اپنے دین کو زمین سے اٹھا نہیں لیں گے اور زمین پر صرف بے دین لوگ رہ جائیں گے جن کو صحیح اور غلط کی کچھ تمیز نہ ہوگی۔"

﴿راوی ابنِ عباس رضی اللہ عنہ﴾

نبوت کے جھوٹے دعویدار

"قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک تیس دجال (کذاب) نہ آ جائیں جو خود کو خدا کا نبی ٹھہرائیں گے۔"

﴿سنن ابوداؤد شریف﴾

ماہرین نے یہ حساب لگایا ہے کہ 1970ء کے بعد سے جھوٹے مسیحوں میں بتدریج

اضافہ ہو رہا ہے۔ ماہرین کے نزدیک اس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ کمیونزم کا زوال ہے اور دوسرا انٹرنیٹ کی فراہم کردہ آسانیاں ہیں۔

قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی کی بشارت

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کرنے دیا تھا بلکہ ان کو اوپر اپنے پاس اٹھالیا تھا اور بنی نوع انسان کو یہ بشارت سنائی کہ وہ زمانہ آخر میں دوبارہ آئیں گے۔ قرآن کئی موقعوں پر ان کی واپسی کے متعلق ہمیں بتلاتا ہے۔

ترجمہ "اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے قتل کیا ہے مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابنِ مریم کو جو رسول ہیں اللہ کے حالانکہ نہیں قتل کیا انہوں نے اس کو اور نہ سولی پہ چڑھایا اسے بلکہ معاملہ مشتبہ کر دیا گیا ان کیلئے اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا اس معاملہ میں ضرور مبتلا ہیں شک میں اس بارے میں۔ اور نہیں ہے اس واقعے کا انہیں کچھ بھی علم سوائے گمان کی پیروی کے اور نہیں قتل کیا ہے انہوں نے مسیح کو یقیناً۔"

﴿سورۃ النسا4، آیت 157﴾

ایک اور آیت ہمیں بتاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے تھے بلکہ اللہ نے ان کو زندہ اُٹھالیا تھا۔

ترجمہ: "بلکہ اٹھا لیا ہے اس کو اللہ نے اپنی طرف، اور ہے اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور بڑی حکمت رکھنے والا۔"

﴿سورۃ النسا4، آیت 158﴾

سورۃ آلِ عمران کی 55 آیت میں قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو منکرینِ عیسیٰ علیہ السلام پر برتری دے گا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دو ہزار سال پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کے پاس کوئی سیاسی طاقت نہ تھی۔ وہ عیسائی جو اس عرصہ میں گزرے ہیں اور آج کے عیسائی جنہوں نے اپنے عقیدے گھڑے ہوئے ہیں۔ ان عقائد کی بنیاد عقیدۂ تثلیث پر ہے۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہے کہ ان کو عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ قرآن میں متعدد جگہ پر یہ دہرایا گیا ہے کہ جو تثلیث پر ایمان رکھتے ہیں وہ گمراہ ہو

گے۔ اس لئے قیامت آنے سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکار جھوٹے پیروکاروں پر غلبہ پا لیں گے اور سورۃ آلِ عمران کے وعدے کی عملی تفسیر بن جائیں گے۔ یقیناً اس گروہ کو عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر سب جان لیں گے۔

قرآنِ پاک دوبارہ اس بات کا اعادہ کرتا ہے کہ تمام اہلِ کتاب عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔

ترجمہ: ''اور نہیں کوئی اہلِ کتاب میں سے مگر ضرور ایمان لائے گا مسیح علیہ السلام پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا مسیح علیہ السلام ان پر گواہ۔''

﴿القرآن﴾

ہمیں اس آیت سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ابھی تک تین وعیدیں نامکمل ہیں۔

پہلی یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام تمام انسانوں کی طرح موت سے ہمکنار ہوں گے۔

دوسرا یہ کہ تمام اہلِ کتاب ان کو جسمانی حالت میں دیکھیں گے اور ان کی زندگی میں ان کی اطاعت کریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دو پیشگوئیاں اسی وقت پوری ہوں گی جب عیسیٰ علیہ السلام کو روزِ حشر سے پہلے زمین پر اتارا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق تیسری پیشگوئی ''عیسیٰ علیہ السلام کا اہلِ کتاب پر گواہ ہونا'' روزِ حشر کو پوری ہوگی۔

سورۃ مریم کی ایک اور آیت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق ہمیں آگاہ کرتی ہے:

ترجمہ: ''اور سلام ہے مجھ پر جس دن پیدا ہوا میں اور جس دن مروں گا اور جس دن اٹھایا جاؤں گا میں زندہ کر کے۔''

﴿سورۃ مریم﴾

جب ہم اس آیت کا موازنہ سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر 55 سے کرتے ہیں تو ہم پر ایک نہایت اہم حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ سورۃ آلِ عمران کی آیت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ کے پاس اٹھا لئے جانے کی بات کرتی ہے۔ اس آیت میں ایسی کوئی بات ہمیں نہیں بتائی گئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے یا نہیں لیکن سورۃ مریم کی آیت نمبر 33 میں ہمیں عیسیٰ علیہ السلام

کی موت کی خبر دی گئی ہے۔لہٰذا یہ دوسری موت صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر دوبارہ آئیں اور کچھ عرصہ زندہ رہنے کے بعد وفات پائیں۔(واللہ اعلم بالصواب)

ایک اور آیت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زمین پر دوبارہ آمد پر دلالت پیش کرتی ہے:

ترجمہ: ''اور تعلیم دے گا اللہ اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو کتاب و حکمت کی اور تورات اور انجیل کی۔''

﴿سورۃ آل عمران 3، آیت 48﴾

اس آیت میں بتائی گئی کتاب و حکمت کی تفصیل جاننے کیلئے ہمیں اس آیت کے سیاق و سباق والی دوسری آیات کو دیکھنا ہوگا۔ اگر اس کتاب کا توریت اور انجیل کے ساتھ حوالہ دیا گیا ہے تو یہ کتاب یقیناً قرآن ہے۔سورۃ آل عمران کی تیسری آیت اس کی مثال ہے۔

ترجمہ: ''اللہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے، زندہ جاوید ہے، پوری کائنات کو قائم رکھنے والا ہے۔اسی نے نازل کی تم پر کتاب حق کے ساتھ، تصدیق کرتی ہوئی ان کتابوں کی جو اس سے پہلے موجود تھیں اور اسی نے نازل کی تورات اور انجیل۔اس سے پہلے انسانوں کی ہدایت کیلئے اور اسی نے نازل کیا فرقان۔بے شک جن لوگوں نے انکار کیا آیاتِ الٰہی کا، انہی کیلئے ہے عذاب، سخت ترین عذاب۔''

﴿سورۃ آل عمران 3، آیت نمبر 2 تا 4)

اس معاملے میں جس کتاب کی طرف آیت نمبر 48 میں اشارہ کیا گیا ہے قرآن کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتی۔ہم جانتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو تورات اور زبور پر اپنی حیات میں پورا عبور حاصل تھا۔جو کہ کم و بیش دو ہزار سال پہلے کی بات ہے۔واضح طور پر وہ کتاب قرآنِ مجید ہے جو کہ وہ زمین پر آکر سیکھیں گے۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 59 نہایت دلچسپ ہے:

ترجمہ: ''عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔''

﴿سورۃ آل عمران 3، آیت 59﴾

اس آیت کی روشنی میں ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ان دو نبیوں میں کیا چیز مماثل ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ دونوں پیغمبروں کے والد نہ تھے۔لیکن ہم اس آیت سے اس کے علاوہ

ی ایک اور مماثلت تلاش کر سکتے ہیں۔ آدم علیہ السلام کو بھی جنت سے زمین پر اتارا گیا اور
یٰ علیہ السلام کو زمانہ آخر میں اللہ اپنے پاس سے زمین پر اتاریں گے۔

قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہتا ہے:

ترجمہ: ''اور بلاشبہ ابن مریم تو نشانی ہیں ایک قیامت کی پس تم ہرگز نہ شک کرنا قیامت کے بارے میں اور میری پیروی کرو، یہی راستہ سیدھا ہے۔''

﴿سورۃ الزخرف 43، آیت 61﴾

ہم جانتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام قرآن کے نازل ہونے سے چھ سو سال قبل موجود تھے۔ لہٰذا یہ آیت ان کی اس زندگی کی طرف اشارہ نہیں کر رہی بلکہ ان کی زمانہ آخر میں دوبارہ آمد کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ مسلمان اور عیسائی دونوں عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بے چینی سے منتظر ہیں۔ اس مہمانِ رحمت کی زمین پر آمد وقتِ آخر کی ایک اہم نشانی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ زمین پر آمد سے متعلق اشارہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 110 اور سورۃ آلِ عمران کے لفظ ''وکھــلا'' میں دیا گیا ہے۔ ان آیات سے ہم پر یہ بات منکشف ہوتی ہے:

ترجمہ: ''جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ علیہ السلام ابنِ مریم! یاد کرو میرا انعام (جو کیا میں نے) تم پر اور تمہاری والدہ پر۔ جب میں نے مدد کی تمہاری روح القدس سے، باتیں کرتے تھے تم لوگوں سے گہوارہ میں اور بڑی عمر میں بھی جب سکھائی تم کو میں نے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل۔''

﴿سورۃ المائدہ، آیت 110﴾

ترجمہ: ''اور باتیں کرے گا لوگوں سے گہوارے میں بھی اور ادھیڑ عمری میں بھی اور صالحین میں سے ہوگا۔''

﴿سورۃ آلِ عمران، آیت 46﴾

یہ لفظ قرآنِ مجید میں صرف دو جگہ پر استعمال ہوا ہے اور وہ بھی صرف عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے۔ یہ لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بلوغت کی عمر کے حوالے سے استعمال ہوا ہے۔ عام طور پر یہ لفظ تیس سال سے لیکر پچاس سال کی عمر کیلئے استعمال ہوتا ہے یعنی کہ جوانی کے

اختتام اور بڑھاپے کے آغاز تک۔ مسلم اسکالر اس بات پر متفق ہیں کہ یہ لفظ پینتیس سال کی عمر کے بعد کیلئے یہاں مستعمل ہے۔ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر یقین رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جوانی کی عمر میں اللہ نے اوپر آسمانوں پر اٹھا لیا تھا، اسوقت جبکہ ان کی عمر تیس سال کے شروع کے پیٹے میں تھی۔ اور جب وہ زمین پر دوبارہ اتارے جائیں گے تو وہ چالیس سال مزید زندگی بسر کریں گے۔ گویا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی باقی ماندہ کی زندگی زمین پر اتارے جانے کے بعد بسر کریں گے لہٰذا یہ آیت ایک طرح کا ثبوت ہوا ان کی زمین پر دوبارہ آمد کا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے متعلق احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے متعلق کئی احادیث میں فرمایا ہے۔ اسلام کے ایک مایہ ناز امام، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے متعلق 29 احادیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائیں اور ان احادیث میں بیان کی گئی باتوں کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ﴿سنن ابن ماجہ﴾

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے عیسیٰ علیہ السلام تم لوگوں کے درمیان ایک عادل حکمران کے طور پر دوبارہ اتارے جائیں گے۔''

﴿صحیح بخاری شریف﴾

''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ایک عادل حکمران کے طور پر نہ اتارے جائیں گے۔''

﴿صحیح بخاری شریف﴾

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی واپسی کے بعد کیا کام کریں گے۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم زمین پر دوبارہ اتارے جائیں گے۔ وہ چالیس سال تک احکامِ الٰہی اور میری سنت کی پیروی کرتے ہوئے تم پر حکمرانی کریں گے اور پھر وفات پا جائیں گے۔''

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات آخر الزماں مہدی﴾

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم (میری اُمت کے) ایک عادل منصف اور حکمران ہوں گے۔ وہ صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو مار دیں گے۔ زمین پر اس طرح سکون ہو جائے گا گویا کہ پانی برتن کے اندر پر سکون ہو۔ تمام دنیا ایک ہی کتاب کی تلاوت اور پیروی کرے گی اور کوئی بھی اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے گا۔''

﴿سنن ابن ماجہ﴾

زمانۂ آخر اور ظہورِ مہدی

زمانۂ آخر کے متعلق کچھ اہم معلومات حسبِ ذیل ہیں:

آخری زمانہ کے شوریدہ حالات میں اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندے یعنی مہدی (ہدایت دکھانے والا) کو آگے لائیں گے جو سیرت و اخلاق میں سب سے بڑھ کر ہوں گے۔ وہ انسانیت کو واپس صحیح راہ پر بلائیں گے۔ امام مہدی کا پہلا کام یہ ہو گا کہ وہ اُمتِ مسلمہ میں ان تعلیمات اور خیالات کا پرچار کریں گے جسکی وجہ سے وہ مسلمان جو کہ اسلام کی سچائی سے دُور جا چکے ہوں گے وہ دین میں واپس آ جائیں گے۔ اس مرحلے پر امام مہدی کے تین بنیادی مقاصد ہوں گے۔

۱۔ ان تمام فلسفیانہ مکاتبِ فکر کو ختم کرنا جو وجود خدا کے منکر اور دہریانہ نظام کے حامی ہیں۔

۲۔ اسلام کو ان مفروضات سے جدا کرنا جو بعض منافقین نے گھڑ کر اسلام کا حصہ بنا دیئے اور سچے اور اصل اسلام کا پرچار اور اس کا نفاذ۔ وہ اسلامی نفاذ جس کے احکام قرآنی قوانین پر مشتمل ہوں گے۔

۳۔ تمام امت مسلمہ کو سیاسی اور معاشرتی طور پر قوی کر کے امن و آشتی اور حفظ و امان لانا اور اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی مسائل سے نبٹنا۔

بہت سی احادیثِ پاک کی رُو سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر دوبارہ واپس آئیں گے اور تمام عیسائیوں اور یہودیوں کو دعوت دیں گے کہ وہ اپنے گھڑے ہوئے مفروضوں کو ترک کر کے قرآنی احکامات پر عمل پیرا ہو جائیں، کیونکہ عیسائی ان کی بات

مان جائیں گے اسطرح مسلمان اور عیسائی متحد ہو جائیں گے اور دنیا میں امن وامان کا دَور دَورہ ہو جائے گا۔ یہ راحت بھرا دور سنہری دَور کہلائے گا۔



اینڈ آف ٹائم اور ظہورِ امام مہدی

زمانۂ آخر کے بارے میں چند اہم علامات حسب ذیل ہیں:

آخری دَور کے بدترین حالات میں اللہ تعالیٰ اپنے ایک خاص منتخب بندے کو بھیجیں گے جو مہدی یعنی ''حق کے ہادی'' کے نام سے معروف ہوں گے اور انسانیت کو ایک بار پھر سے صراط مستقیم کی جانب لے جائیں گے۔ حضرت امام مہدی کا پہلا کام ایک نظریاتی جنگ ہے جس کے ذریعے وہ اسلام سے دُور ہو جانے والے مسلمانوں کو ایک بار پھر اصل اسلامی روح کی جانب لائیں گے اور ان کے اخلاق کی تربیت کریں گے۔ اس مرحلے پر حضرت امام مہدی کے تین بنیادی اہداف ہوں گے:

1۔ ان تمام فلسفیانہ نظریات کو ختم کرنا جو وجودِ باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور شرک کو فروغ دیتے ہیں۔

2۔ ان منافقین سے جنگ کرنا جنہوں نے اسلام کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے اور اسلام کی اصل روح کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کے بعد اصل اسلام اور اسلامی اقدار کا پرچار و تبلیغ کرنی جس کی بنیاد قرآن پر ہو۔

3۔ پوری دُنیائے اسلام کو سماجی اور سیاسی لحاظ سے مستحکم کرنا اور اس کے ساتھ احساسِ تحفظ اور امن کی فضا پیدا کر کے معاشرے کو درپیش مسائل کا حل پیش کرنا۔

اکثر احادیثِ مبارکہ کے مطابق اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر واپس

آئیں گے اور یہود و نصاریٰ کو اپنی روش سے باز آنے اور اسلام و قرآن کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حکم دیں گے۔ جب عیسائی ان کی آواز پر لبیک کہیں گے تو مسلم اور عیسائی متحد ہو جائیں گے اور ایک ملت بن جائیں گے اور ان کا عقیدہ ایک ہی ہوگا۔ اس وقت دنیا بھر میں امن و امان کی مثالی فضا ہوگی۔ تحفظ، خوشحالی اور فارغ البالی کے باعث یہ ایک سنہری دور ہوگا۔

﴿علاماتِ ظہورِ امام مہدی﴾

بدعنوانی میں فروغ

ایک بدعنوان معاشرہ جو ایمان والوں کے صبر و ایمان میں اضافے کے ساتھ ساتھ آخرت میں ان کیلئے جزائے خیر کا سبب بنتا ہے وہیں وہ کمزور ایمان والوں اور منافقوں کے ایمان کو اور کمزور کرتا ہے۔ امام مہدی اس وقت آئیں گے جب معاشرے میں کرپشن انتہا کو پہنچ جائے گی۔

"مہدی میری آل میں سے ہوں گے۔ اللہ کی رحمت سے وہ زمانہ آخر میں آئیں گے جب ایمان والوں کے دلوں میں موت اور بھوک کا خوف بھر جائے گا اور سنت اُٹھ جائے گی۔ اور مذہب میں افتراعات عود آئیں گی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ ان کا عدل و انصاف ایمان والوں کے دلوں کو جلا بخشے گا۔ عرب اور عجم میں محبت و اخوت کے جذبات جنم لیں گے۔"

﴿المتقی الہندی البرہان فی علامات المہدی آخر الزماں صفحہ ۲۶﴾

"مغرب میں بے چینی، کرپشن اور خوف پھیل جائے گا اور کرپشن ہر جگہ اپنے قدم جما لے گی۔"

﴿مختصر تذکرہ قرطبی﴾

"ایسی کرپشن جنم لے گی جس کی زد سے کوئی بچ نہ سکے گا اور وہ ہر طرف پھیل جائے گی۔ یہ صورت حال یونہی رہے گی حتیٰ کہ ایک شخص آئے گا

اور کہے گا اے لوگو امام مہدی آج سے تمہارے سردار ہیں۔"

﴿ابنِ حجر ہشامی القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر﴾

یہ احادیثِ پاک اس کرپشن کی طرف اشارہ کرتی ہیں جس کی زد سے کوئی نہ بچ پائے گا اور یہ نہایت تیزی سے پھیل جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں ایسی کرپشن جس سے ہر کوئی آگاہ ہوگا وہ خدا اور مذہب کے ساتھ ساتھ لوگوں کے ایمان کو نشانہ بنائے گی۔

دورِ حاضر میں فلسفۂ مادیت اس کی سب سے بڑی مثال ہے جو کہ وجود باری تعالیٰ اور اس کی تخلیقات کو جھٹلانے کیلئے برسرِ پیکار ہے۔ اس فلسفے کے پسِ پردہ نظریۂ ارتقاء کی تھیوری ہے جو کہ اپنے ذاتی سائنسی دعووں کی اوٹ میں اس فلسفے کو تقویت دیئے ہوئے ہے، لیکن درحقیقت یہ کسی سائنسی یا منطقی دلیل پر مشتمل نہیں ہے۔ دنیا بھر سے مادیت پرست حلقے اس مفروضے کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے دھوکہ، فراڈ اور پراپیگنڈے جیسے ہتھکنڈے اپنائے بیٹھے ہیں۔

آج یہ تھیوری تقریباً ہر گھر میں پریس اور ٹیلی وژن کے ذریعے اپنے قدم جما چکی ہے۔ تمام مسلم ممالک بشمول باقی دنیا، سبھی لوگ اس کے متعلق جانتے ہیں۔ یہ تھیوری لوگوں کے ذہنوں میں بے شمار جھوٹوں اور دھوکہ دہی کے ساتھ اس وقت بٹھا دی جاتی ہے جب وہ بچے ہوتے ہیں۔ جب وہ بڑے ہوتے ہیں تو وہ اسی گمراہ سوچ کو لیے پھرتے ہیں کہ ان سمیت تمام لوگ ایک اتفاقی حادثے کی بنا پر وجود میں آ گئے ہیں اور یہ کہ وہ بندروں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام نوجوان نسل کے ذہنوں میں ارتقاء کے جھوٹے دعووں کے ذریعے دورانِ تعلیم یہ بات راسخ کر دی جاتی ہے۔

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ عالمی سطح پر کرپشن صرف اسی وقت پھیل سکتی ہے جب مناسب ٹیکنالوجی مہیا ہوگی جیسا کہ آج کہ دور میں ہے (مثلاً پریس، ٹیلی وژن، نشر و اشاعت، انٹرنیٹ اور مواصلاتی نظام وغیرہ)۔ چونکہ یہ ٹیکنالوجی ماضی میں میسر نہیں تھی اس لئے کرپشن پوری دنیا میں اپنے قدم جمانے سے قاصر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی میں ہمیں عالمی سطح پر کسی ایسی کرپشن کا وجود نہیں ملتا جو کہ وجودِ خدا، تخلیقِ کائنات اور مذہب کے خلاف برسرِ پیکار ہو۔ یہ تمام حالات امام مہدی کی دورِ حاضر میں آمد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

مذہبی ممنوعات کو اپنانے کا رجحان

ہمارا موجودہ لائف سٹائل پچھلی کچھ دہائیوں سے اتنی تیزی سے پھیلا ہے کہ اس نے مذہبی طور پر ممنوع اور غیر ممنوع اشیاء میں کوئی فرق نہیں رہنے دیا جبکہ ہر معاشرے میں پھیلی ہوئی عیاشی اس معاشرے کی عکاسی کرتی ہے۔ جس کی پیشین گوئی احادیث پاک میں کی گئی ہے۔ بعض احادیثِ پاک میں بیان کیا گیا کلجگ ظہورِ امام مہدی کی دلالت کرتا ہے۔

"امام مہدی اُس وقت تک نہیں آئیں گے جب تک کہ لادینی ہر جگہ نہیں پھیل جائے گی اور سرِ عام اس کا اقرار کیا جائے گا۔ اُس وقت صرف لادینی، طاقت کا مظہر ہو گی اور معاشرے میں حکمرانی کرے گی۔"

﴿مکتوباتِ امام ربانی 2:259﴾

"امام مہدی اس پُر فتن دَور میں آئیں گے جب تمام مذہبی ممنوعات کو قانونی سمجھا جائے گا۔"

﴿ابن حجر الهاشمی، القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر صفحہ نمبر 23﴾

ایران عراق جنگ

"شوال کے مہینے میں کشیدگی جنم لے گی اور ذوالقعد کے ماہ میں جنگ کی باتیں شروع ہو جائیں گی اور ذوالحج کے ماہ میں جنگ چھڑ جائے گی۔"

﴿علامہ محقق الشریف محمد ابن عبدالرسول، الشاعت لی عسرت الساعت صفحہ 166﴾

اس حدیث میں جن مہینوں میں جنگ چھڑنے کا ذکر کیا گیا ہے انہی مہینوں میں ایران و عراق جنگ شروع ہوئی تھی۔ شاہ کے خلاف پہلی بغاوت نے 5 شوال 1398 ہجری ﴿8 ستمبر 1976﴾ میں جنم لیا۔ جیسا کہ حدیث میں اس کا ذکر کیا گیا ہے اور ایران و عراق کے مابین جنگ پوری شدت کے ساتھ ذالحج 1400 ہجری ﴿اکتوبر 1980﴾ میں چھڑ گئی تھی۔ ایک اور حدیث اس جنگ کی تفصیل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

"ایک قوم (قبیلہ) فارس کی طرف سے یہ کہتی ہوئی حملہ آور ہوگی" تم عربی! تم بہت زیادہ جذباتی رہے ہو۔ اگر تم ان کو انکے جائز حق سے نہیں نوازتے تو تمہارا ساتھ کوئی نہ دے گا۔ ان کا حق اک دن مل کے رہے گا اور تمہیں تمہارا روزِ جزا کو، اور آپس میں کئے گئے عہد پورے کئے جائیں گے۔ وہ متخ کی طرف جائیں گے۔ مسلمان میدان کی طرف سے آئیں گے۔ مشرکین سیاہ سمندر (رانج) کے دوسرے کنارے پر کھڑے ہوں گے۔"

﴿البریزنجی، علامات قیامت صفحہ 179﴾

درج بالا حدیث کے اہم نکات:

☆ وہ جو فارس کی طرف سے آئیں گے، جو ایران کی طرف سے آئیں گے۔
☆ فارسی: ایرانی، ایران
☆ میدان کی طرف سے: ایرانی میدان
☆ متخ: ایرانی خطے میں موجود ایک پہاڑ کا نام
☆ رانج: وہ جگہ جہاں تیل کے کنوئیں موجود ہیں۔

یہ حدیث ہماری توجہ اس نسلی تعصب کی طرف مبذول کرواتی ہے جس نے دونوں قوموں کو میدان میں آکر جنگ لڑنے پر مجبور کر دیا اور جیسا کہ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کسی بھی قوم کو آٹھ سال کی طویل جنگ اور ہزاروں جانوں کے نقصان کے بعد بھی کامل فتح حاصل نہ ہو سکی۔

افغانستان پر قبضہ

"طالقان (افغانستان) کا معاشی پسماندہ علاقہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مخفی خزانہ ہے جو چاندی اور سونے کا خزانہ نہیں بلکہ یہ خزانہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو یوں پہچانا جس طرح کہ پہچاننے کا حق ہے۔"

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات المہدی اخر الزماں صفحہ نمبر 59﴾

اس حدیث میں یہ اشارہ موجود ہے کہ افغانستان پر زمانہ آخر میں قبضہ ہو جائے گا۔

روس نے افغانستان پر 1979ء (1400 ہجری) میں حملہ کیا۔ علاوہ ازیں یہ حدیث ہماری توجہ افغانستان میں مادی ترقی کا بھی بتلاتی ہے۔ آج افغانستان میں تیل کے علاوہ لوہے اور کوئلے کے بھی بڑے ذخائر ملے ہیں جن سے ابھی تک تجارتی سطح پر فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔

فرات پر بند باندھا جائے گا

فرات کا پانی روک کر اس پر بند باندھ کر اس کا پانی استعمال کرنا آمدِ مہدی کی علامت ہے۔

"عنقریب دریائے فرات سے ایک سونے کا پہاڑ نکلے گا لہٰذا جو بھی اس دَور میں موجود ہو وہ اس سے کوئی حصہ نہ لے۔"

﴿صحیح بخاری شریف﴾

"دریائے فرات سے سونے کا ایک پہاڑ نکلے گا۔"

﴿سنن ابوداؤد شریف﴾

احادیثِ پاک کی بہت سی مستند کتابوں میں ان واقعات کا ذکر موجود ہے۔ السیوطی نے حدیث میں پانی روکے جانے کی بات کی ہے۔ اصل میں اس دریا پر کیبان ڈیم کی تعمیر نے پانی کا بہاؤ روک دیا ہے۔ اور ارد گرد کی زمین بہت سی وجوہات کی وجہ سے سونے جیسی قیمتی ہو گئی ہے۔ مثلاً بجلی کی پیداوار، فصلوں کیلئے مہیا پانی کے علاوہ ٹرانسپورٹ کی سہولتوں کی وجہ سے یہ قیمتی ہوگئی ہے۔ یہ ڈیم بالکل ایک پہاڑ سے مماثلت رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے حاصل ہونے والی پیداوار سونے کی اہمیت کی حامل ہے۔ لہٰذا ڈیم میں سونے کے پہاڑ کی سی خصوصیات ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

رمضان میں سورج اور چاند گرہن

"ظہورِ مہدی کی دو علامات ہیں، پہلی علامت رمضان کی پہلی رات میں چاند گرہن کا ہونا ہے اور دوسری نشانی ماہ نیم میں سورج گرہن کا ہونا ہے۔"

﴿ابن حجر الہیثمی، القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ نمبر 47﴾

"امام مہدی کی آمد سے پہلے رمضان میں دو سورج گرہن وقوع پذیر ہوں گے۔"

﴿مختصر تذکرہ قرطبی﴾

"رمضان کے مہینے کے وسط میں سورج گرہن اور مہینے کے آخر میں چاند گرہن۔"

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات المہدی آخر الزماں صفحہ نمبر 37﴾

"یہ خبر مجھ تک پہنچی ہے کہ مہدی کی آمد سے پہلے رمضان میں دو چاند گرہن ہوں گے۔"

﴿راوی ابو نعیم، باب الفتن﴾

یہاں جو بات قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہی ماہ میں دو چاند گرہن اور دو سورج گرہن ہونا ناممکن ہے۔ لیکن بہرحال زمانہ آخر کی بہت سی علامات نوع انسانی کیلئے حادثاتی ہیں جن کو انسانی ذہن بعض وجوہات کی بنا پر قبول نہیں کر پاتا۔

اگر ان حادثات کا بغور جائزہ لیا جائے تو کچھ فرق واضح ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں سب سے بہترین حل یہ ہوتا ہے کہ ان نقاط کو تلاش کیا جائے جن پر متفق ہوا جا سکے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

رمضان میں سورج اور چاند گرہن ہوگا۔ ان دونوں کے درمیان چودہ سے پندرہ دن کا وقفہ ہے اور یہ گرہن دو مرتبہ وقوع پذیر ہوں گے۔

ان واقعات کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ 1981ء 15 رمضان 1401 ہجری میں چاند گرہن لگا اور اسی ماہ کی 29 تاریخ کو سورج گرہن لگا۔ 1982ء یعنی 1402 ہجری 14 رمضان کو "دوسرا" چاند گرہن ہوا اور اسی ماہ کی 28 تاریخ کو سورج گرہن ہوا۔ یہ بات نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ اس خاص موقع پر ماہ رمضان کے وسط میں پورا چاند گرہن ہوا جو کہ ایک نہایت اہم پیشگوئی ہے۔

ان حادثات کا انہی مواقع پر جنم لینا ظہور امام مہدی کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

دُمدار ستارے کا نکلنا

''امام مہدی کی آمد سے پہلے ایک دمدار ستارہ مشرق سے طلوع ہو گا۔''

﴿کعب الاحبار﴾

''ایک دمدار ستارہ جو روشنی دیتا ہوگا امام مہدی کی آمد سے پہلے مشرق کی جانب سے نمودار ہوگا۔''

﴿ابن حجر الہیثمی، القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر﴾

''ایک دُمدار ستارہ سورج اور چاند گرہن کے بعد نمودار ہوگا۔''

﴿المتقی المہدی، البرہان فی علامات المہدی آخر الزماں صفحہ نمبر 32﴾

یہ علامات جو احادیثِ پاک میں بتائی گئیں ہیں، وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔ 1986ء (1406 ہجری) میں ایک دمدار ستارہ زمین کے پاس سے گزرا تھا۔ یہ ستارہ روشن تھا جو مشرق سے نمودار ہوا اور اس نے مغرب کی جانب سفر کیا۔ یہ واقعہ 1981ء اور 1982ء کے سورج اور چاند گرہن کے بعد ہوا۔

دمدار ستارہ جو کہ ہیلے کا دمدار ستارہ ہے اس کا خروج علامات مہدی کی اہم نشانیوں میں سے ایک ہے۔

خانہ کعبہ پر حملہ اور قتل و غارت

''لوگ اکٹھے ہو کر حج کریں گے اور کسی امام کے بغیر اکٹھے ہوں گے۔ حاجیوں کو لوٹ لیا جائے گا اور منیٰ میں جنگ چھڑ جائے گی جس میں بہت سے لوگ قتل ہو جائیں گے اور خون بہتا ہوا جمرہ عقابہ پر جم جائے گا۔'' ﴿جمرہ ایک پتھر کا ستون ہے جو کہ شیطان کو ظاہر کرتا ہے جس پر دورانِ حج کنکر برسائے جاتے ہیں۔﴾

﴿راوی عمر ابن شعیب، الحکیم اور نعیم ابن حماد﴾

"لوگ بغیر کسی امام کے حج ادا کریں گے۔ جب وہ مقام منیٰ پر پہنچیں گے تو ایک بڑی جنگ چھڑ جائے گی اور وہ یوں جھپٹ پڑیں گے جیسے کتے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے ہیں اور قبیلے ایک دوسرے پر حملہ کر دیں گے۔ یہ لڑائی اتنی پھیل جائے گی کہ خون ٹانگوں تک پہنچ جائے گا۔"

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات المہدی آخرالزماں صفحہ ۳۵﴾

یہ عبارت کہ وہ سال جب یہ وقوعہ ہوگا اس قتل و غارت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو کہ ظہورِ امام مہدی پر ہوگا۔ 1979ء میں اسی طرز کا ایک واقعہ دورانِ حج پیش آیا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ یہ سانحہ اسلامی سال کے پہلے مہینہ میں پیش آیا۔

یہ حدیث شریف قتل و غارت کا بھی بتاتی ہے۔ سعودی سپاہیوں اور قابض گروہ کے تصادم کے دوران ان تیس لوگوں کا قتل ہو جانا حدیث کی سچائی کا کھلا ثبوت ہے۔ سات سال بعد اس سے بھی زیادہ اندوہناک حادثہ پیش آیا۔ اس حادثہ میں 402 حاجی ہلاک ہوئے اور بڑے پیمانے پر خون بہا۔ سعودی سپاہی اور ایرانی حاجی دونوں گناہ کے مرتکب ہوئے چونکہ انہوں نے ایک دوسرے کا قتل کیا۔ ان خونی حادثات کی مماثلت حدیث میں بیان کی گئی باتوں سے زیادہ واضح ہے۔

"شوال کے مہینے سے جنگی فضاء عملی جنگ میں ڈھل جائے گی اور ذوالحج کے مہینے میں یہ بازار خون گرم ہو جائے گا۔ حاجی اس ماہ قتل و غارت کا شکار ہو جائیں گے اور گلیاں خون کی وجہ سے پار کرنا مشکل ہو جائے گا۔ مذہبی ممنوعات کو تجاوز کیا جائے گا۔ مسجد حرام کے پاس کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا جائے گا۔"

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات المہدی آخرالزماں صفحہ 37﴾

یہ حدیث اس سانحہ کی پیشگوئی کرتی ہے جو کہ خانہ کعبہ کے پاس رونما ہوا۔ 1407 ہجری کو یہ واقعہ خانہ کعبہ کے اندر نہ پیش آیا بلکہ 1400 ہجری کے سانحہ کے برخلاف اس کے قرب و جوار میں رونما ہوا۔ دونوں واقعات بالکل حدیث کی پیش گوئی کے مطابق وقوع پذیر ہوئے۔

مشرق سے آگ کا نکلنا

""امام مہدی کی آمد سے متعلق اسی کتاب میں یہ روایت ملتی ہے کہ ""مشرق کی جانب سے آسمان کی جانب ایک آگ اٹھے گی جو کہ تین راتوں تک روشن رہے گی۔ یہ آگ غیر معمولی طور پر سرخی لئے ہو گی۔ اسکی سرخی شفق کی طرح نہ ہوگی اور یہ تمام اُفق کو ڈھانپ لے گی۔""

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات المہدی آخر الزماں صفحہ 32﴾

""مشرق کی جانب سے ایک آگ تین یا سات دن تک روشن رہے گی۔ اس کے بعد آسمان پر تاریکی چھا جائے گی اور اسکے بعد آسمان پر معمول کی سرخی کے بجائے تیز سرخی چھا جائے گی۔ ایک منادی سنائی جائے گی جو کہ زمین سن پائے گی۔""

﴿علامہ محقق الشریف محمد ابن عبدالرسول، الساعت لی عسرت اساعت صفحہ 166﴾

""میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک آگ آپ کو گھیر لے گی۔ یہ آگ ابھی بجھی ہوئی حالت بیروت نامی وادی میں ہے۔ یہ آگ اپنے اندر درد کی شدت سمیٹے لوگوں کو اپنے اندر لپیٹ کے جلا کر راکھ کر دے گی۔ لوگوں اور املاک و جائیداد کو تباہ و برباد کر دے گی اور (یہ آگ) پوری دنیا پر اس بادل کی طرح چھا جائے گی جسے ہوائیں اڑاتی پھریں۔ اسکی حدت رات کے وقت بھی دن کی تپش سے زیادہ ہوگی۔ لوگوں کے سر میں یوں اترے گی گویا کہ زمین کے مرکز میں دھنس رہی ہو اور یہ شعلہ زمین و آسمان کے درمیان بجلی کی چنگھاڑ میں بدل جائے گا۔""

﴿مختصر تذکرہ قرطبی﴾

امام مہدی کی آمد کا یہ منظر اس واقعے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ جولائی 1991ء میں کویت پر عراق کے قبضے کے بعد ایک آگ کویت اور خلیج فارس تک پھیل گئی جب عراقیوں نے کویت کے تیل کے کنویں جلا ڈالے۔ علاوہ زیں حدیث کا پہلا حصہ یہ بتاتا ہے کہ یہ آگ ابھی

ی ہوئی حالت میں ہے یعنی یہ آگ ایک شعلہ پکڑنے والے مادے کے جلنے کا نتیجہ ہوگی۔ بات قابل غور ہے کہ شعلہ بذات خود بجھی ہوئی حالت میں نہیں ہے بلکہ وہ شئے بجھی ہوئی ہے کہ شعلہ پکڑنے کی وجہ سے جل جائے گی۔ اس کے علاوہ اس کے معنی زیرزمین تیل کے بھی یں۔ بیروت ایک تیل کے کنویں کا نام ہے۔ جب وقت آئے گا ان کنوؤں سے نکلنے والا تیل گ میں بدل جائے گا، جلانے کیلئے تیار حالت میں۔

سورج پر نشان

''امام مہدی اسوقت تک نہیں آئیں گے جب تک کہ سورج پر ایک نشان ظاہر نہیں ہوگا۔''

﴿ابن حجر الہیثمی، القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ 47﴾

''امام مہدی اسوقت تک ظاہر نہیں ہوں گے جب تک کہ سورج ایک نشان کی صورت میں نمودار نہیں ہوتا۔''

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات المہدی آخرالزماں صفحہ 33﴾

سورج کی سطح پر جنم لینے والے بڑے دھماکے اس علامت کی تعبیر ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ 11 اگست 1999ء کو صدی کا آخری سورج گرہن پیش آیا۔ یہ پہلی دفعہ تھی جب بے شمار لوگ اتنی دیر تک سورج گرہن کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہوئے تھے۔

تباہ شدہ عمارات کی تزئین نو

''دنیا میں تباہ شدہ عمارات اور ان کی آرائش نو قیامت کی علامات ہیں۔''

﴿اسماعیل تملو، قیامت کی علامات، استنبول 1999 صفحہ 138﴾

بیشتر احادیث کا اشارہ مہدی قرآن میں

''امام مہدی زمین پر حکومت کریں گے، بالکل ذوالقرنین اور سلیمان کی طرح۔''

﴿ابن حجر الہیثمی، القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ 29﴾

''اصحاب کہف امام مہدی کے مددگار ہوں گے۔''

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات المہدی آخر الزماں صفحہ ۵۹﴾

''امام مہدی کے مددگاروں کی تعداد اتنی ہی ہو گی جتنی تعداد میں طالوت کے ساتھ لوگوں نے دریا پار کیا تھا۔''

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات المہدی آخر الزماں صفحہ 57﴾

ترجمہ: ''جنہوں نے ان پر یقین کیا اور اس کی عزت کی اور اس کی مدد کی اور نور کا تعاقب کیا جو کہ اُتارا گیا، اس کے ساتھ وہی لوگ ہیں جو کامران ہوں گے۔''

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 157﴾



سنہری دَور

نبی کریم ﷺ نے آخری دَور کو آسمانی علامات سے بیان فرمایا

بہت سی احادیث میں ایک ایسے دَور کا اشارہ ملتا ہے جب قرآنی تعلیمات واقدار روئے زمین پر پوری طرح پھیل جائیں گی۔ اس دَور کو "سنہری دور" کہا جاتا ہے جو نصف صدی تک برقرار رہے گا اور کئی طرح سے یہ آپ ﷺ کے مبارک دَور کے مماثل ہوگا۔

ایک حدیث مبارکہ کے مطابق لوگ اتنے مطمئن ہوں گے کہ انہیں اس بات کا اندازہ ہی نہیں ہوگا کہ وقت کتنی سرعت سے گزر رہا ہے اور کس طرح ایک دن اگلے دن میں بدل جاتا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے اپنی درازیٔ عمر کی دُعا کریں گے تاکہ وہ ان نعمتوں اور آسائشوں سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوسکیں۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

> "بچے خواہش کریں گے کہ وہ جوان ہو جائیں اور جوان خواہش کریں گے کہ وہ کم سن ہو جائیں۔ اچھائی میں مزید ترقی ہوگی یہاں تک کہ برے لوگوں سے بھی حسن سلوک کیا جائے گا۔"

﴿برہان فی علامات المہدی آخر الزمان صفحہ 59﴾

مال و دولت کی فراوانی

بہت سی احادیث میں مذکور ہے کہ اس وقت مال واجناس کی اس قدر کثرت ہوگی

کہ انہیں ناپ تول کے بغیر ہی تقسیم کیا جائے گا۔

"اس (زمانہ) میں میری اُمت ایسی فارغ البال اور پُر آسائش زندگی گزارے گی جو اس سے قبل نہیں گزاری ہوگی۔ (زمین) اپنی زرخیزی کا پوری طرح اظہار کرے گی اور اس میں کسی طرح کی کمی نہ ہوگی۔"

﴿سنن ابن ماجہ شریف﴾

"آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں میں دولت کو گنے بغیر تقسیم کرے گا۔"

﴿صحیح مسلم شریف﴾

"آسمان پر بسنے والی مخلوق اور کرہ ارض پر آباد مخلوق اس سے خوش ہوں گے اور زمین پر ایسے اشجار ہوں گے کہ زندہ افراد خواہش کریں گے کہ کاش ان کے مرے ہوئے لوگ زندہ ہو جائیں۔"

﴿الطبرانی، ابونعیم﴾

"زمین سبزہ اُگاتے ہوئے چاندی کے تھال میں بدل جائے گی۔"

﴿سنن ابن ماجہ شریف﴾

سنہری دَور میں ٹیکنالوجی عروج پر ہوگی

"لوگوں کو گندم کا ایک دانہ بونے سے سات سو دانے حاصل ہوں گے، لوگ بیج کی چند مٹھیاں بکھیریں گے اور سات سو مٹھیاں حاصل کریں گے۔ بارشیں کثرت سے ہوں گی اور کوئی دانہ ضائع نہ ہوگا۔"

﴿ابن حجر الہیتمی، القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ 24﴾

یہ حدیث مبارکہ زرعی پیداوار میں اضافے کو بیان کرتی ہے جو کہ آخری دَور میں وقوع پذیر ہوگا۔ اس سے مراد جدید زراعت، نئی ٹیکنالوجی، نئی زرعی مشینری، نیا طریقۂ کار، ذخیرہ کرنے کے جدید طریقے اور بارش کے پانی کا مؤثر استعمال ہے یعنی اس مقصد کیلئے بند اور مصنوعی جھیلیں تعمیر کی جائیں گی۔

اعلیٰ معیارِ زندگی اور غربت وافلاس کا خاتمہ

سنہری دَور فلاح و بہبود اور دولت وثروت کا زمانہ ہوگا اور لوگوں کو ان کے تقاضے اور ضرورت سے زیادہ ملے گا اور کسی بھی چیز کا حساب و کتاب نہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُمتِ مسلمہ نہایت خوشحال ہوگی اور خاص طور پر آخری زمانے میں انہیں ہر طرح کی نعمتیں میسر ہوں گی۔

"ایک وقت آئے گا جب ایک شخص خیرات میں دینے کیلئے ہاتھوں میں سونا لے کر کسی ایسے فرد کو ڈھونڈتا پھرے گا جو اس کی خیرات قبول کرلے۔"

﴿مختصر تذکرہ قرطبی﴾

"اس وقت میری اُمت پر خاص انعام ہوگا ان کے مویشی کثرت میں ہوں گے اور کھیتی طرح طرح کے پھل دے گی۔"

﴿ابن حجر الہیتمی، القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ 26﴾

"اس وقت اثاثے بے حد و حساب ہوں گے اور گویا پانی کی طرح بہہ رہے ہوں گے اور لوگ گویا اس سے بے نیاز ہوں گے۔"

﴿مختصر تذکرہ قرطبی﴾

مذہب اپنی اصل حالت میں آجائے گا

آخری دَور کے حوالے سے احادیث میں مذکور ہے کہ اس وقت مذہب اپنی خالص اور اصل حالت میں آجائے گا اور اس کے حوالے سے کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہے گی۔ سنہری دور میں وہ تمام موروثی غلط فہمیاں جو آپ ﷺ کے بعد اسلام کا حصہ بن گئیں، دُور ہوجائیں گی اور اسلام اپنی اصل صورت میں واپس آجائے گا۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق مذہب کے تمام تر تقاضے پورے ہوجائیں گے۔

آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رحلت کے بعد دین اسلام میں غیر متعلقہ باتیں اور عبادات میں نئی نئی اختراعات کرلی گئیں اور نئی باتیں دین کا حصہ بنادی گئیں۔ بیشمار

''موضوع'' احادیث اور فیصلے وضع کیے گئے جو آج تک موجود ہیں اور ان فیصلوں اور احادیث کو نبی کریم ﷺ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ سچے مسلمانوں کی پر خلوص کوششوں کے باوجود آج تک مسلمان بہت سے ایسے کام اسلام کے نام پر کر رہے ہیں جو قرآن سے قطعی مطابقت نہیں رکھتے۔

صرف قرآنِ حکیم ہی غلط اور دُرست باتوں کے درمیان فرق کرنے کا واحد ذریعہ ہے اور قرآنی راہنمائی سے ہی اسلام سے منسلک غلط باتیں اور اس سے منسوب غلط روایتیں دُور کی جا سکتی ہیں۔ اس طرح اصل مذہب واضح ہو کر سامنے آ جائے گا۔

آخری دَور میں اللہ تعالیٰ مذہب کو اس کی اصلی صورت میں واپس لائیں گے اور پوری دُنیا میں قرآنی اخلاق کا دَور دورہ ہو گا۔ جب یہ وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ مذہب سے منسوب ساری خرافات کو دُور کر دیں گے اور فریب کا وہ پردہ چاک کر دیں گے جو اُنہیں اس کے مذہب سے دور کیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اِسلام کو تمام آلائشوں سے منزہ و پاک فرمائے گا اور غلط عقائد اور عبادت کی تمام غلط صورتیں ختم ہو جائیں گی۔

اللہ نور السمٰوٰت والارض

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کو کثرتِ مال سے نوازا گیا تھا

ترجمہ: ''کہا اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے سوا کسی شخص کے لائق نہ ہو، تو بڑا ہی دینے والا ہے۔''

﴿سورۃ ص 38، آیت 35﴾

اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور انہیں رحمت اور علم کی دولت سے نوازنے کے ساتھ ساتھ انہیں ایک عظیم الشان سلطنت کا بادشاہ بنایا۔ قرآنی آیات میں انکی دولت، ان کے اثر ورسوخ اور انکے علم وحکمت کے استعمال کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی پرندوں سے گفتگو

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولی سکھائی اور انہوں نے اپنے علم سے پرندوں پر احکامات صادر فرمائے۔''

﴿سورۃ النمل 27، آیت 16﴾

انہوں نے پرندوں سے گفتگو کی اور ان پر حالات و واقعات کے تحت احکامات صادر کیے۔ یہ حالات سلیمان علیہ السلام پر اللہ کی رحمت کے باعث تھے۔

ترجمہ: "اور داؤد علیہ السلام کے وارث سلیمان ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز سے ہر نعمت دی گئی ہے، بے شک یہ بالکل کھلا ہوا فضل الٰہی ہے۔"

﴿سورۃ نمل 27، آیت 16﴾

☆ ہم اس بات سے کچھ اہم نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ پرندے آپس میں ایک مخصوص طریقے سے بات چیت کرتے ہیں جس کی فریکوئنسی انسانی کان کی حد سے باہر ہوتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خاص خوبی عنایت کی گئی تھی کہ وہ پرندوں کی زبان سمجھ سکیں۔ یہ کسی تکنیکی اصلاح کے ذریعے ممکن ہوا ہوگا۔

☆ اس خوبی کو استعمال کرتے ہوئے وہ پرندوں پر حکم صادر کرتے تاکہ وہ ان کے حکم کی تعمیل کرتے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

☆ وہ بعض اوقات پرندوں کو خبر رسانی اور مخبری کیلئے بھیجتے۔ یہ طریقہ نہایت کامیاب تھا۔ انکے علم نے ان کے لئے یہ آسان بنا دیا کہ وہ دوسرے ملکوں کے ساتھ گفت و شنید کر سکیں اور دُور دراز کے علاقوں کو اپنی پہنچ میں لا سکیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

☆ یہ آیت ہماری توجہ اس ٹیکنالوجی اور پیش رفت کی طرف مبذول کرانے کیلئے ہو سکتی ہے جو کہ زمانۂ آخر میں استعمال ہوگی۔ شاید اس سے مراد پرندے نہ ہوں لیکن اس کے بجائے آج کے دَور کے ہوائی جہاز ہوں۔

☆ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے پرندوں میں ٹرانسمیٹر لگا دیئے ہوں تاکہ وہ اپنے دشمنوں پر نظر رکھ سکیں۔ اس طرح ان کو صوتی اور بصری دونوں ریکارڈ حاصل ہو جاتے ہوں جن کی بنا پر وہ اپنی قوم پر حکومت کرتے ہوں۔

☆ ان کو جنات اور شیاطین پر بھی ملکہ حاصل تھا۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: "اور اس کے رَبّ کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے۔"

﴿سورۃ سبا 34، آیت 12﴾

ترجمہ: "اور بعض شیاطین بھی ہم نے ان کے تابع کیے تھے جو ان کے فرمان

سے غوطے لگاتے تھے اور اسکے سوا بھی بہت سے کام کرتے تھے، ان کے نگہبان ہم ہی تھے۔"

﴿سورۃ الانبیا 21، آیت 82﴾

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی سے گفتگو کی:

ترجمہ: "اس کی اس بات سے حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا کر ہنس دیئے اور دُعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تُو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تُو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔"

﴿سورۃ النمل 27، آیت 19﴾

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جس طرح چیونٹیوں کی زبان سمجھی اس سے یہ اشارہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ آخر میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے باعث شاید ایسا ممکن ہو سکے۔

☆ آج کیلیفورنیا ویلی کو ٹیکنالوجی کی دنیا کا دارالحکومت کہا جاتا ہے۔ یہ بات نہایت عجیب ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے چیونٹیوں سے بات کی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا اشارہ زمانہ آخر کی پیش رفت کے متعلق ہو سکتا ہے۔

☆ اس کے علاوہ چیونٹیوں اور دوسرے حشرات الارض کا ٹیکنالوجی کے میدان میں سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ روبوٹ ٹیکنالوجی میں پیش رفت ان ہی حشرات کو مدنظر رکھتے ہوئے ممکن ہوئی ہے۔ اس حوالے سے کئی شعبہ ہائے زندگی میں ان کا استعمال بڑھا ہے جن میں دفاع کا شعبہ قابلِ ذکر ہے۔ آیت کا اشارہ اس جانب بھی ہو سکتا ہے۔

زمانہ آخر اور رحمت

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین علیہ السلام کا پوری دُنیا پر حاکم ہونا مسلمانانِ عالم کیلئے بلاشبہ ایک خوشخبری ہے، جیسا کہ زمانہ آخر کے متعلق ان آیات کے مطالعے سے پتا چلتا ہے۔ یقیناً وہ مسلمان جو کہ اللہ کی قائم کردہ حدوں کا پاس کرتے ہیں اور اِسلامی اقدار کو دنیائے

عالم میں پھیلانے کیلئے سخت محنت کرتے ہیں اور مصیبت کے وقت منہ نہیں پھیرتے، ان کو زمانہ آخر میں کامرانی ملے گی اور تاریخ کے ہر دور میں ان کا نام بھلایا نہ جا سکے گا۔ اللہ کی مدد ہر وقت ان کے ساتھ رہے گی۔ ان دونوں پیغمبروں کی مندرجہ بالا خصوصیات (اور بے شک اللہ کی دوسری مہربانیوں سے) نے دُنیائے عالم پر اپنی حکومت قائم کی۔ اسی طرح کی حکومت انشاء اللہ زمانہ آخر میں قائم ہوگی۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ اسلامی حکومت کے قیام سے متعلق احادیث میں ذکر موجود ہے۔ انہی دونوں پیغمبروں کے حالات کے موافق، ان احادیث میں کچھ یہ ہیں۔

''حضرت امام مہدی (ہدایت یافتہ) دُنیا پر یوں حکومت کریں گے جیسے حضرت ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی۔''

﴿ابن حجر الہیثمی، القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر، صفحہ نمبر 29﴾

''زمین پر آج تک چار عظیم بادشاہ گزرے ہیں۔ دو ایمان والے اور دو مشرک۔ ایمان والوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین علیہ السلام شامل ہیں جبکہ مشرکوں میں نمرود اور بخت نصر۔ اور پھر آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک پانچواں بادشاہ ہوگا۔''

﴿ابن الجوزی﴾

ظہورِ مہدی سے پہلے کے حالات

''زمانہ آخر میں اس وقت کے حکمران میرے لوگوں کیلئے شدید مشکلات پیدا کر دیں گے اور مسلمانوں کیلئے کہیں بھی سکون میسر نہ ہو گا۔''

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات المہدی آخر الزماں صفحہ نمبر 12﴾

اس حدیث شریف میں یہ بتایا گیا ہے کہ امام مہدی کی آمد سے پہلے کچھ لوگ جو ایمان کی دولت سے محروم ہوں گے اور صفات میں بے رحم اور ظالم ہوں گے وہ بعض مسلمان ممالک میں اقتدار حاصل کر لیں گے اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے چند ہم عصر مسلمان حکمرانوں نے مسلمانوں کو دبایا اور لوگوں کو اپنی جابرانہ حکومت تلے روند ڈالا۔ کچھ

دوسرے ممالک میں لوگوں کو محض اس لئے مشکلات کا سامنا ہے کہ ان کے حکمران حکمرانی کے اہل نہیں۔ بعض مسلمان ممالک کے لوگ مثلاً عراق، لیبیا، شام، صومالیہ، ایتھوپیا، افغانستان، تنزانیہ میں مسلمانوں کو دبایا گیا اور ان کو تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں کو مذہبی فرائض انجام دینے سے روکا گیا اور معاشی مشکلات نے ان کیلئے جینا دوبھر کر دیا۔

"اس وقت رات کے پہروں کی مانند فتنہ وفساد ہوگا۔"

﴿سنن ابوداؤد شریف﴾

لفظ فتنہ سے مراد کوئی بھی ایسی چیز ہو سکتی ہے جو لوگوں کے دلوں کو سچائی کی راہ سے ہٹا دے یا پھر اس سے مراد جنگ، فساد، تباہی اور تصادم ہے۔ حدیث کے مطابق اس فتنہ کی باقیات میں صرف خاک اور دھواں ہوگا۔

علاوہ ازیں حدیث میں اس فتنے کو رات کی سیاہی سے تعبیر کرنے سے شاید یہ مراد ہو سکتی ہے کہ اس فتنے کا ماخذ غیر واضح ہے۔ اس نقطۂ نظر سے دیکھتے ہوئے ہو سکتا ہے کہ حدیث کا اشارہ تاریخ کے بدترین دہشت گردانہ حملوں جو کہ 11 ستمبر 2001ء میں نیویارک اور واشنگٹن ڈی سی میں ہوئے۔

لہٰذا شاید یہ وہی فتنہ ہو جس میں اس افسوسناک دہشت گردی کی وجہ سے بے گناہ لوگ ہلاک اور زخمی ہوئے جس کو کہ حدیث میں سیاہ رات کی تاریکی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

"امام مہدی کا ظہور اس دور میں ہوگا جب لوگوں میں خوف سرایت کر جائے گا اور ان کو فتنہ وفساد، خانہ جنگیوں اور تباہی و بربادی کا سامنا ہو گا۔"

﴿راوی ابوجعفر محمد ابن علی﴾

احادیث پاک میں اس بات کی پیشگوئی بار بار کی گئی ہے کہ امام مہدی کی آمد سے پہلے زمانہ آخر میں خوف، جبر اور فتنوں کا دنیا میں راج ہوگا۔ جنگیں اور قتل و غارت اس دور کا خاصہ ہوگا۔ ان احادیث سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ قتل و غارت تمام دنیا میں ہوگا اور کسی مخصوص خطے سے اس کا تعلق نہ ہوگا۔ بیسویں صدی میں لڑی جانے والی دو جنگوں میں 65 ملین لوگ مارے گئے۔ اسکے علاوہ سیاسی وجوہات کی بنا پر عام شہریوں کی ہلاکت کی تعداد 180 ملین کے

لگ بھگ ہے۔ پچھلی گزرنے والی صدیوں کے مقابلے میں یہ تعداد انتہائی حد تک خوفناک ہے۔

''امام مہدی اس وقت تک نہیں آئیں گے جب تک معصوم لوگوں کی ایک بڑی تعداد قتل نہیں ہو جائے گی۔ جب زمین و آسمان کے درمیان قتل و غارت کا یہ سلسلہ بند ہو جائے گا اُس وقت حضرت امام مہدی تشریف لائیں گے۔''

﴿ابن حجر الہیثمی القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ نمبر 37﴾

جیسا کہ حدیث شریف میں ذکر ہے کہ یہ قتل و غارت عام ہو جائے گا اور اس قتلِ عام کا نشانہ معصوم لوگ ہوں گے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ آج کے دور میں لڑی جانیوالی تمام جنگوں میں بے گناہ لوگوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا عام شہری جن میں بچے، بوڑھے، جوان اور عورتیں شامل ہیں اس قتلِ عام کا نشانہ بنتے ہیں۔ دفاع سے محروم لوگوں پر حملہ کرنے سے قتل عام کی تعداد اور بڑھتی ہے اور مرنے والوں کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ چونکہ اس دہشت گردی کا مقصد لوگوں میں خوف و ہراس کو جنم دینا ہے لہٰذا حملہ آوروں کا نشانہ خاص معصوم شہری ہوتے ہیں۔

''اس فتنے سے کوئی بچ نہ پائے گا اور یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تیزی سے پھیلتا جائے گا۔''

﴿ابن حجر الہیثمی القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ نمبر 21-22﴾

فتنے سے مراد جنگ، لڑائی جھگڑا اور فساد ہے۔ لہٰذا اس صدی میں یہ جنگیں جن میں خانہ جنگی بھی شامل ہے پر مشتمل یہ فتنہ پوری دنیا میں بغیر کسی روک ٹوک کے پھیلتا جائے گا۔ بیسویں صدی کو خاص طور پر جنگ کی صدی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور نئی صدی کے آغاز سے ہی یہ جنگیں اور دہشت گردی جاری رہے گی۔

''اللہ سبحان وتعالیٰ امام مہدی کو اس وقت بھیجیں گے جب لوگ مایوس ہو کر یہ کہنا شروع کر دیں گے کہ امام مہدی کی ذات کوئی وجود نہیں رکھتی۔''

﴿نعیم ابن حماد﴾

اس حدیث شریف سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ دورِ زرّیں کی آمد کی ایک نشانی لوگوں کا ظہورِ امام مہدی سے نا امید ہو جانا ہے۔ جن لوگوں کو جنگ، قحط، ناانصافی، وبائی امراض اور اسی قسم کی دوسری محرومیوں کا سامنا کرنا پڑے گا وہ لوگ امید کا دامن چھوڑ دیں گے اور یہ خیال کرلیں گے کہ یہ آفات کبھی اختتام پذیر نہ ہوں گی۔ دوسری جانب بہت سے مسلمان اس بات سے نا امید ہو جائیں گے کہ کبھی اسلامی حکومت قائم ہو گی بلکہ اس کے برعکس وہ یہ خیال کرنا شروع کر دیں گے کہ برائی ابھی مزید پھیلے گی۔

بلاشبہ آج کے دَور میں ہمیں اس طرح کے خیالات سے روزانہ پالا پڑتا ہے۔ امام مہدی کے ظہور اور رحمتوں سے بھرپور دَورِ زرّیں سے متعلق لاتعداد احادیث کے ہونے کے باوجود بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ دور شاید کبھی نہ آئے۔ یہ خیالات بھی زمانہ آخر کی علامت ہیں۔ ناامیدی اور یاسیت کے دَور میں لوگ اس سنہری دور کی فضیلتوں سے لطف اٹھائیں گے اور ذاتِ باری تعالیٰ کی رحمت کا شکر ادا کریں گے۔

"لوگ پچانوے سال تک ترقی کریں گے یعنی ان کے کاروبار میں ترقی ہو گی۔ ستانوے سال اور ننانوے سال میں ان کا مال خاک میں مل جائے گا۔"

﴿ابن حجر الہیثمی القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر صفحہ 54﴾

یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ شاید اس سے مراد 1995 کا سال ہو، وہ سال جب لوگ بہ نسبت بہتر زندگی بسر کر رہے تھے اور حالات اتنے دگرگوں نہ ہوئے تھے۔ بے شک جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سال لوگوں کے پاس زندگی کی دوڑ میں شامل ہونے کے لئے کافی مال ہو گا لیکن 1997 تا 1999 کے سالوں میں معیشت تباہ ہو کر رہ جائے گی اور غربت اپنے پر پھیلانا شروع کر دے گی۔ اس دَور میں مال اپنی قیمت کھونا شروع کر دے گا۔ اس طرح کے حالات بڑی تیزی سے رُونما ہوں گے۔ ارجنٹائن کی تباہ ہوتی ہوئی معیشت اس کی واضح مثال ہے۔

"مصر اور شام کے باشندے اپنے حکمرانوں کو قتل کر ڈالیں گے۔"

﴿ابن حجر الہیثمی القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ نمبر 49﴾

اگر ہم مصر کی حالیہ تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ انور سادات جو کہ

1970-1981ء تک مصر کے صدر رہے وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں اس وقت قتل ہوئے جب وہ اپنی افواج کا دورہ کر رہے تھے۔ دوسرے مصری سربراہ جو قتل ہوئے ان میں وزیراعظم بطرس غالی (1910ء) محمود پاشا (1948ء) شامل ہیں۔

شام کا لفظ صرف دمشق کیلئے ہی استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ اس سے مراد وہ علاقے بھی لیے جاتے ہیں جو حجاز (جس میں مکہ و مدینہ کے شہر شامل ہیں) کے بائیں طرف واقع ہوئے ہیں۔ اس خطے میں بہت سے حکمرانوں کا قتل ہوا جن میں سابقہ شامی وزیراعظم صلاح الدین بیطار (1920ء)، محسن البرازی (1949ء)، دربی پاشا (1921ء) کنگ عبداللہ آف اردن (1951ء) اور لبنانی حکمران بشیر گیمیل (1982ء) شامل ہیں۔

(اسی طرح جنرل ضیاء الحق 1987ء اور بے نظیر بھٹو 2007ء۔ مترجم)

''شام کے لوگ مصر کے قبیلوں کو غلام بنالیں گے۔''

﴿ابن حجر الہیثمی القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر صفحہ 49﴾

اس خطے میں آج جس ملک کا اشارہ ہے وہ اسرائیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کا اشارہ مصر اور اسرائیل کی جنگ اور بعض مصری علاقوں پر اسرائیل کے قبضے کی طرف ہے۔

''لوگ آپس میں اونچی سے اونچی عمارتیں تعمیر کرنے کا مقابلہ کریں گے۔''

﴿صحیح بخاری شریف﴾

''وقت تیزی سے گزرے گا۔''

﴿صحیح بخاری شریف﴾

''لمبے سفر قلیل وقت میں طے ہوں گے۔''

﴿مسند﴾

''آخرت کی گھڑی اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک وقت سکڑ نہ جائے اور سال مہینے کی طرح ہو جائیں، مہینہ ہفتے کی طرح، ہفتہ دن کی طرح، دن گھنٹے کی طرح اور گھنٹہ شعلہ بھر گھڑی کی مانند۔''

﴿جامع ترمذی﴾

جس صدی میں ہم رہ رہے ہیں اس میں آواز کی رفتار سے تیز پرواز کرنے والے

جہازوں، ریل گاڑیوں اور دوسرے تیز رفتار ذرائع آمدورفت کے ذریعے وہ سفر جو مہینوں میں طے ہوتے تھے اب نہایت آرام دہ طریقے سے منٹوں میں طے ہونے لگے ہیں۔ صدیوں پہلے براعظموں کے مابین سفر ہفتوں پر مشتمل ہوتا تھا لیکن اب یہ محض چند لمحوں کی بات ہے۔ انٹرنیٹ اور ٹیکنالوجی میں جدت کے ہم شکر گزار ہیں۔

وہ سامان جسے پہنچنے میں ہفتوں لگ جاتے تھے اب چند لمحوں میں پہنچ سکتا ہے۔ چند صدیاں پیشتر جتنا وقت ایک خط لکھنے میں صرف ہوتا تھا اتنے وقت میں آج ایک کتاب شائع کی جا سکتی ہے۔ اب بچوں کی دیکھ بھال، کھانا پکانے اور صفائی میں اتنا وقت نہیں لگتا جتنا پہلے صرف ہوتا تھا اور یہ سب کچھ ٹیکنالوجی کی بدولت ہے۔

اس طرح کی بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر پھر ہم شاید موضوع سے دُور چلے جائیں اور اس وقت موضوع ہے کہ وہ آخری زمانہ جس کی پیش گوئیاں نبی کریم ﷺ نے ساتویں صدی میں کی تھیں، بڑی تیزی سے قریب آتا جا رہا ہے۔

"آدمی کے کوڑے کا سرا اس سے بات کرے گا۔"

﴿جامع ترمذی﴾

یہاں کوڑے سے مراد "چابک" ہے جو گھوڑوں وغیرہ پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ موبائل فون ہے اور اس کے استعمال سے پھر ثابت ہوتا ہے کہ ہم لوگ آخری دَور میں سانس لے رہے ہیں۔

"ایک انسان کی اپنی ہی آواز اس سے مخاطب ہوگی۔"

﴿مختصر تذکرہ قرطبی﴾

یہ بالکل واضح حدیث ہے کہ ایک شخص اگر اپنی ہی آواز سنتا ہے تو وہ آخری زمانے میں ہے۔ آج آواز کو ریکارڈ کر کے سننا بالکل ممکن ہے اور کمپیوٹر و لیزر ٹیکنالوجی نے اس میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مائیکروفون اور سپیکرز نے بھی اسے ممکن بنا دیا ہے اور یوں مذکورہ حدیثِ مبارکہ کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے۔

"آسمان سے ایک ہاتھ دراز ہوگا اور لوگ اسے دیکھیں گے۔"

﴿ابن حجر الہیثمی القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر صفحہ 53﴾

"اس دن کی علامات میں سے ایک آسمان سے دراز ہونے والا ہاتھ

ہے اور لوگ اسے دیکھنے کیلئے رک جائیں گے۔''

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان صفحہ 69﴾

ہاتھ کیلئے عربی میں ''ید'' کا لفظ ہے۔ جس کا مطلب طاقت اور قوت بھی ہے۔ ممکن ہے اس حدیثِ مبارکہ میں بھی اسے انہی معنوں میں استعمال کیا گیا ہو۔ اس سے ہم کیمرہ، کمپیوٹر اور ٹی وی بھی مراد لے سکتے ہیں۔ مواصلاتی سیارے تصاویر کھینچتے ہیں اور مواصلاتی ڈشیں اسے موصول کرتی ہیں۔ اس طرح کے آلات اب ہماری روزمرہ زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔

''زندگی کا دورانیہ طویل ہو جائے گا۔''

﴿ابن الحجر الہیثمی القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر صفحہ 43﴾

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ گزشتہ ادوار کے مقابلے میں اب انسان کی اوسط عمر بڑھ چکی ہے اور بے شمار لوگ سو سال سے زائد عرصہ تک زندہ رہتے ہیں۔

ذوالقرنین علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام اور امام مہدی کے ادوار میں مماثلت

حضرت امام مہدی کا ظہور گویا حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے دوبارہ جنم کے مماثل ہے اور ان کے ادوارِ حکومت دوبارہ سامنے آئیں گے مگر اس وقت ان میں ایک عظیم اور واضح فرق محسوس ہوگا۔ ہر طرف اسلام کا دور دورہ ہوگا۔ لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ سنہری دور ہوگا اور ہر طرف حق کا غلبہ ہوگا۔ نمرود، فرعون اور بخت نصر نے دنیا میں ظلم و بربریت سے حکومت کی اور سلیمان اور ذوالقرنین علیہم السلام نے انصاف اور عدل سے حکومت کی اور اسلامی طرزِ حکومت کی مکمل صورت امام مہدی کے دور میں پھر نظر آئے گی جب مسلمان امن اور خوشحالی کی زندگی بسر کریں گے۔

یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی حکومتوں اور حضرت امام مہدی کی حکومت کے درمیان مماثلتوں کو پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت امام مہدی کی عالمگیر حکومت

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین علیہ السلام نے پوری دنیا پر اسلامی نظام نافذ کیا اور ان کے پاس وسیع علاقے اور مضبوط افواج تھیں۔ یہ چیزیں سنہری دور کی مماثلت و مشابہت کو پیش کرتی ہیں۔ اسی طرح آنے والے سنہری دور میں پوری دنیا میں اسلامی نظام ہوگا۔ لوگ بڑی تعداد میں اسلام کے دائرے میں داخل ہوں گے۔ اس وقت لادین نظریات اور فلسفہ دم توڑ دے گا۔ اس وقت ایک بار پھر دورِ نبوی ﷺ والے مدینے کے معاشرے کی جھلک نظر آئے گی۔ اس سنہری دور کے بارے میں اور بھی احادیث ملتی ہیں۔

"مہدی پوری دنیا کے مالک ہوں گے۔"

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات مہدی آخرالزمان صفحہ 10﴾

"مہدی مشرق اور مغرب کے درمیان تمام علاقوں کو فتح کرلیں گے۔"

﴿ابن الحجرالہیثمی القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر صفحہ 56﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین علیہ السلام کو حضرت امام مہدی کا نایاب علم حاصل تھا۔

ہم نے اس سے پہلے اس علم کا ذکر کیا ہے جو اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کیا تھا اور جس کی بدولت وہ جنات اور شیاطین پر حکومت کرتے تھے، پرندوں سے گفتگو فرماتے اور چیونٹیوں سے بات چیت کرلیتے تھے۔ انہیں ہوا اور تانبے پر قدرت حاصل تھی۔ یہ خصوصیات انہیں ایک عام انسان سے ممتاز کرتی ہیں۔ اسی طرح ذوالقرنین علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: "یہ حقیقت ہے، اور جو کچھ ذوالقرنین کے پاس تھا وہ ہم کو خوب معلوم تھا۔"

﴿سورۃ الکہف 18، آیت 91﴾

انہیں اللہ تعالیٰ نے خاص علم عطا فرمایا تھا۔ حضرت امام مہدی کے پاس بھی یہی خصوصیات اور ایسا ہی علم ہوگا۔ مواعظ العلوم میں Taskopruluzade Ahmet Efendi نے لکھا ہے کہ ان کے پاس علم جفر (علم الاعداد) ہوگا۔ ایک اور بیان میں لکھا ہے:

"انہیں مہدی اسلئے کہا جاتا ہے کہ انہیں ایک ایسی صورتِ حال میں رہنمائی کی گئی ہے جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔"

﴿المتقی الہندی، البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان صفحہ 77﴾

ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

"مہدی جانوروں، پرندوں اور جنوں کی زبان سمجھیں گے اور اس طرح تمام لوگوں اور جنات کے ساتھ عدل کریں گے۔"

﴿علامہ محقق الشریف محمد ابن عبدالرسول، الشاعت لی عسرت الساعت صفحہ 188﴾

امن کوششیں اور سفارت کی ترجیح

حضرت سلیمان علیہ السلام امن پسند، مشفق، بردبار اور معاف کردینے والے انسان تھے۔ ہمسایہ ممالک کے ساتھ ان کے خوشگوار تعلقات تھے۔ وہ مسائل کو سفارت اور مذاکرات کے ذریعے حل کرنے پر زور دیتے تھے۔ انہوں نے عظیم ثقافت قائم کی اور اپنی سفارت، فن اور ثقافت سے غلبہ حاصل کیا۔ اپنی طاقتور افواج کے باوجود انہوں نے انہیں کسی جنگ کیلئے استعمال نہیں کیا۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے بھی امن وامان قائم کیا۔ اس طرح ان دونوں بادشاہوں کا زمانہ حکومت اس آنے والے سنہری دور سے مشابہ تھا۔

"کسی کو اس کی نیند سے بیدار نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی کی ناک سے خون بہے گا۔"

﴿ابن الحجر الہیثمی القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر صفحہ 42﴾

"مہدی، اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں گے وہ کسی سوئے ہوئے شخص کو نیند سے نہیں اٹھائیں گے اور نہ خون بہائیں گے۔"

﴿علامہ محقق الشریف محمد ابن عبدالرسول، الشاعت لی عسرت الساعت صفحہ 163﴾

ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی پوری دنیا میں اسلام اور امن قائم کریں گے۔ جنگ اور تشدد کا خاتمہ کردیں گے۔ لوگوں کو اسلامی طرزِ حیات اپنانے کی تلقین کریں گے۔ اور یہ وقت آنے پر لوگ ان آیات کو محسوس کریں گے:

ترجمہ: "جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی اور تم نے لوگوں کو اللہ کے دین میں گروہ

در گروہ داخل ہوتے دیکھ لیا، پھر اللہ کی حمد وثنا کرو اور اس کی مغفرت طلب کرو، بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔''

﴿سورۃ النصر 110، آیات 1-3﴾

مذہبی اخلاق کا پرچار

حضرت سلیمان علیہ السلام کے فوری اور بروقت فیصلے اہل ایمان کیلئے ایک مثال ہیں۔ وہ خط جو انہوں نے ملکہ سبا کو لکھے اور اسے اور اس کی قوم کو اللہ پر ایمان لانے کا کہا ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے سفارتی روابط نہایت تیز اور مؤثر تھے۔ ملکہ سبا کا تخت اس سے قبل وہاں لانے کا فوری فیصلہ اور اس کیلئے اس شخص کو کہنا جس کے پاس کتاب کا علم تھا نہایت بروقت اقدام تھا۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا دیوار کو فوری طور پر تعمیر کرنے کا فیصلہ اور اس قدر مضبوط جو قیامت تک قائم رہے اور یاجوج اور ماجوج کے حملوں کو روک سکے۔ ان کی قوتِ فیصلہ، طاقت اور تدبر کو ظاہر کرتا ہے۔ سنہری دور میں اسی طرح کے فیصلے دیکھنے میں آئیں گے۔

اس دور میں لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔ ہر قوم اس میں دوسری سے سبقت لے جانے کی کوشش کرے گی۔ اس وقت ظالمانہ نظام اور لادین نظریات ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائیں گے۔

اس حوالے سے محی الدین عربی لکھتے ہیں:

''اللہ مہدی کو بہت طاقت دے گا، وہ ایک ہی رات میں دنیا سے ظلم کا خاتمہ کردیں گے اور مذہب قائم کردیں گے۔ اسلام کا بول بالا ہوگا۔ مہدی اسلام کو اس کی اصل حالت میں واپس لائیں گے اور یہ ایک بار پھر زندہ ہوجائے گا۔ جاہل اور دیگر لوگ علم والے ہوجائیں گے۔ بزدل بہادر اور کنجوس سخی ہوجائیں گے۔ وہ مذہب پر اسی طرح عمل کریں گے جس طرح نبی کریم ﷺ کے دور میں تھا۔''

﴿محمد ابن العربی، الفتوحات مکیہ صفحہ 66﴾

تعمیر پر توجہ

ہم جانتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی توجہ تعمیری منصوبوں پر ہوتی تھی، انہوں نے جنات کی مدد سے بہت سی مضبوط عمارات اور دیگر اشیاء تیار کرائیں۔ ان کے محلات کو تمام لوگوں اور خاص طور بلقیس ملکہ سبا نے خوب سراہا۔ اسی طرح حضرت ذوالقرنین نے ٹیکنالوجی اختیار کی اور ایک مضبوط دیوار تعمیر کردی۔

اسی طرح احادیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سنہری دور میں فنِ تعمیر پر توجہ دی جائے گی اور شہروں میں امن کے ماحول میں صحیح اسلامی تہذیب قائم ہوگی۔ مثال کے طور پر:

''مہدی قسطنطنیہ اور دوسرے مقامات پر تعمیرات کرائیں گے۔''

﴿ابن الحجر الہیثمی القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر صفحہ 40﴾

عظمتِ اسلام اور خوشنودیٔ خدا کی خاطر دولت کا خرچ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی دولت دینِ حق کے فروغ و اشاعت کیلئے خرچ کی اور اس کا دائرہ دنیا بھر کے ممالک میں پھیلا دیا۔ آپ نے اپنے مفتوحہ علاقوں میں سب سے پہلا پیغام یہی دیا کہ اے لوگو اللہ پر ایمان لاؤ تمہاری زندگیاں سنور جائیں گی۔ بلقیس ملکۂ سبا اور اس کی قوم کو خط میں دعوتِ ایمان دینا اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ اسی طرح حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی سلطنت اور غلبہ بھی وسیع تھا جیسا کہ ''میرے رَبّ نے مجھے جو طاقت دی ہے وہ اس سے بہتر ہے۔'' (سورۃ الکہف، آیت 95) سے ظاہر ہے۔ انہوں نے اپنی طاقت بدامنی پر قابو پانے میں صَرف کی۔

سنہری دَور میں لوگوں کے پاس مال وزر کی فراوانی ہوگی، ہر طرف خوشحالی اور امن ہوگا۔ حضرت امام مہدی اپنی تمام دولت اشاعتِ اسلام کیلئے صَرف کردیں گے اور تمام ممالک کے عوام کے ساتھ جنہیں وہ فتح کریں گے اچھا سلوک فرمائیں گے۔ ان کے اخلاق وکردار سے لوگوں کے دل مسحور ہو جائیں گے اور وہ لوگوں کے دل جیت لیں گے اس طرح مختصر سے وقت میں پوری دنیا پر اسلام رائج ہو جائے گا۔ اس حوالے سے چند احادیث پیشِ خدمت ہیں:

"مہدی میرے معاشرے میں سات سال، آٹھ سال یا نو سال رہیں گے اس دوران یہ معاشرہ اس طرح خوش وخرم رہے گا جیسے اس سے قبل کبھی نہیں رہا تھا۔ آسمان سے ان کیلئے بارش برسے گی، زمین پر اشجار کی بھر مار ہوگی اور سب کے پاس مال وزر ہوگا۔"

﴿الطبرانی﴾

"جہاں وہ رہائش پذیر ہوں گے لوگ وہاں جمع ہوکر اپنی وفاداری کا اعلان کریں گے اور جو بھی وہاں جائے گا اسے اللہ کا فضل وکرم حاصل ہوگا۔"

﴿ابن الحجر الہیثمی القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر صفحہ 25﴾

سورۃ الکہف

فضائل سورۃ الکہف بزبانِ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہت سی پیشین گوئیوں پر مبنی احادیثِ پاک سورۃ الکہف سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

"ابن نولیس ابن سام سے مروی ہے کہ تم میں سے جو دجال کا زمانہ پائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے سامنے سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے۔"

(صحیح مسلم شریف)

"ابو عمامہ الباہلی روایت کرتے ہیں کہ جو دجال کی جہنم میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے مدد مانگے اور سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے۔ یہ (جہنم) اس کیلئے ٹھنڈی اور پُر امن ہو جائے گی جیسا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کیلئے ہو گئی تھی۔"

﴿ابن کثیر﴾

زمانۂ آخر کے راز اور علامات

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وجہ سے سورۃ الکہف کی تلاوت کرنے کو کہا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں زمانۂ آخر کے متعلق نہایت اہم نشانیاں بتلائی گئی ہیں۔ مثلاً دجال

کے خلاف دفاع اور جنگ سے متعلق ہدایات اور اس اشترا کی تحریک کے متعلق جو کہ بنی نوع انسان کیلئے بے پناہ تباہی کا باعث بنے گی۔

جن وجوہات کی بنا پر نبی آخر الزماں نے ایمان والوں کو سورۃ الکہف تلاوت کرنے کا کہا ہے اس کی ایک وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ اس سورۃ میں زمانہ آخر کے متعلق بہت سی اہم علامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً دجال کے خلاف جنگ اور دفاع کی حکمت عملی کی تدابیر۔ اس کے علاوہ ان مشرکانہ تحریکوں کے متعلق جو معاشرے میں شیطانیت کے فروغ کا باعث ہوں گی اور جن کو دجال پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرے گا۔ اس میں ایمان والوں کیلئے اور بھی بہت سے اسباق ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا اس سورۃ کی تلاوت اور حفظ کرنے کا حکم اس بات کی واضح علامت ہے۔ اس باب میں ہم اصحابِ کہف کا مطالعہ کریں گے جو ایک مشرک معاشرے کے باشندے تھے۔ اس کے علاوہ ان نتائج کا مطالعہ کریں گے جو موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے اخذ کیے اور ہم ذوالقرنین کی بادشاہت کا جائزہ لیں گے جو اس نے پوری دنیا پر قائم کی۔ ان واقعات کے مطالعہ سے ان اسلامی اقدار اور معاملات کی وضاحت ہو سکے گی جن پر عمل کرنا مسلمانوں کیلئے لازم ہے۔

اصحابِ کہف کے غیر معمولی حالات

ترجمہ: ”کیا تو اپنے خیال میں غار اور کتبے والوں کو ہماری نشانیوں میں سے کوئی بہت عجیب نشانی سمجھ رہا ہے؟ ان چند نوجوانوں نے جب غار میں پناہ لی تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کر دے۔“

﴿سورۃ الکہف 18، آیت 9-10﴾

یہ آیات اصحابِ کہف کو پیش آنیوالے غیر معمولی حالات کو ظاہر کرتی ہیں۔ جیسا کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو پیش آنیوالے حالات اور ان کے تجربات غیر معمولی اور مابعد الطبیعاتی کیفیت لئے ہوئے ہیں۔ ان کی پوری زندگی معجزاتی رنگ لئے ہوئے ہے۔ ان کے حالات نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کے مطابق ہیں جو کہ زمانہ آخر اور ان کے درمیان تعلق کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زمانہ آخر کے رہنے والے لوگوں کو مافوق

الفطرت تجربات سے واسطہ پڑے گا۔

اس سورۃ کی آیت نمبر 10 ہمیں یہ بتاتی ہے کہ چند لوگوں نے اپنے ان دشمنوں سے بچنے کیلئے غار میں پناہ لی جو کہ ان لوگوں کو اپنے عقائد کا پرچار نہیں کرنے دیتے تھے۔

ترجمہ: ”آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ خود ہم ہی انہیں دائیں بائیں کروٹیں بدلوایا کرتے تھے، ان کا کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ اگر آپ انہیں جھانک کر دیکھنا چاہتے تو ضرور الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور ان کے رعب سے آپ پر دہشت چھا جاتی۔“

﴿سورۃ الکہف 18، آیت نمبر 18﴾

اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے معاشرے کے لوگ انہیں سچ نہ بولنے دیتے تھے اور اللہ کے دین پر بلانے نہ دیتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے آپ کو اس معاشرے سے جدا کر لیا۔ لیکن اس دور کو بستی سے دُور رہ کر ضائع نہ کیا بلکہ وہ ہجرت کر گئے اور اللہ کی مدد اور رحمت کے طلبگار رہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو بھی بہتر انسان بنانے کی کوشش کی۔ آخری دور کے مسلمان دشمنوں سے بچنے کیلئے چھپ جائیں گے اور اللہ سے رحمت اور مدد چاہیں گے اور اپنی زندگیاں اور جدوجہد کو مذہب دشمن قوتوں کے خلاف برسرِ پیکار رکھیں گے۔

ان کی پناہ گاہ کچھ وقت کیلئے چھپی رہے گی

ترجمہ: ”پس ہم نے ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک اسی غار میں پردے ڈال دیئے۔ پھر ہم نے انہیں کھڑا کیا کہ ہم یہ معلوم کر لیں کہ دونوں گروہ میں سے اس انتہائی مدت کو جو انہوں نے گزاری کس نے زیادہ یاد رکھا ہے۔“

﴿سورۃ الکہف، آیت 11-12﴾

نیند کی یہ حالت اس بات کی دلالت ہے کہ وہ تقدیر پر شاکر رہے کیونکہ اللہ جس نے کائنات کو عدم سے تخلیق کیا ہے اس نے ہر چیز کو مسلمانوں کی آسانی کیلئے ترتیب دیا ہے۔ ہمارے وقت میں کچھ مسلمانوں نے اسی طرح کی ترک دنیا کی ہے۔ اس طرح وہ ان مادی

نظریات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے جن سے باقی لوگوں کے ایمان متزلزل ہوئے اور اس شورش سے بھی محفوظ رہے جو کہ ان نظریات کے باعث جنم لیتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے گردو پیش میں موجود اخلاقی انحطاط، ظلم اور کشیدگی سے محفوظ رہتے ہوئے۔ قرآنی قوانین کے تحت اپنی زندگی گزار سکتے ہیں۔ اصحابِ کہف کچھ عرصہ کیلئے پوشیدہ رہے اور اللہ نے ان کو اپنی مرضی کے وقت ظاہر کر دیا۔

دعوتِ الٰہی

(ترجمہ) ”یہ ہے ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی خدائی کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے اللہ پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے زیادہ ظالم کون ہے؟“

﴿سورۃ الکہف، آیت 15﴾

جیسا کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ اس گروہ نے اپنے مشرک لوگوں کو دین کی دعوت دی اور ان کو دینِ الٰہی کی طرف بلایا۔ ان کو اللہ کے ساتھ اور معبود ٹھہرانے سے روکا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس ثبوت کو سامنے لائیں جس کی بنا پر وہ اس ذات کی نفی کر رہے ہیں۔ جب وہ ایسا نہ کر سکے تو اصحابِ کہف نے ان مشرک لوگوں کو جھوٹا اور فریبی قرار دیا۔

آج مسلمان ان لوگوں سے ثبوت مانگتے ہیں جو اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ زمانہ آخر میں ایک ایسا مشرکانہ نظریہ جنم لے گا جو کہ مادیت کی پرستش کرے گا اور ڈارون ازم کا بول بالا ہوگا۔ ڈارون ازم یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ ایک حادثہ کی بنا پر اس کی تخلیق ہوئی اور صرف بہترین مخلوقات نے زندگی کی ڈور تھامے رکھی۔ یہ مذہب دشمن نظام تصادم اور شوریدگی پر مشتمل ہے۔ حقیقت میں اس حادثاتی تخلیق کے متعلق دعوے محض ڈارون ازم کے پیروکاروں کے اللہ تعالیٰ کے خلاف فریبی ہتھیار ہیں۔ وہ اللہ جو کہ زبردست اور ہر شئے کا خالق ہے۔

مشرک معاشرے سے لاتعلقی

(ترجمہ) ”جبکہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہو

گئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا۔"

﴿سورۃ الکہف، آیت 16﴾

کافروں کے دباؤ کی وجہ سے اصحاب کہف مکمل پوشیدگی کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ لہٰذا وہ کافروں سے ہر طرح کا تعلق توڑ کر غار میں جا پناہ گزیں ہوئے۔ اس عرصہ میں اللہ نے ان پر اپنی رحمت کی نظر کی اور ان کیلئے بہت سی آسانیاں پیدا فرمائیں۔ اس کی مدد کا ایک نہایت اہم پہلو ان لوگوں کو مشرکین کے شر سے پناہ دلانا ہے۔

پوشیدگی

ترجمہ: "اگر یہ کافر تم پر غلبہ پالیں تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا تمہیں پھر اپنے دین میں لوٹا لیں گے اور پھر تم کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔"

﴿سورۃ الکہف، آیت 20﴾

"وہ تم کو سنگسار کر دیں گے" کے الفاظ دہشت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ صفت موجودہ دور میں بسنے والے لوگوں میں واضح پائی جاتی ہے جو کہ غیر مذہبی نظریات کے زیر اثر ہیں، مثال کے طور پر دہشت گرد جو کے اشتراکیت کے پروردہ ہیں ان پر کیے گئے مظالم کی بنا پر وہ ان آقاؤں پر پتھر پھینکنے اور ان پر حملہ کرنے پر مجبور ہوئے، حتیٰ کہ پولیس پر بھی۔ یہ حملے ان کو کمزور کرنے اور ان کو اخلاق سے بہرہ ور کرنے کیلئے ہیں تاکہ کمیونسٹ ان کے غیر مذہبی نظریات کو محسوس کر سکیں اور وہ ملک کو تصادم اور تباہی کے دہانے پر لا کے اپنا نظامِ حکومت لا سکیں۔

اس لئے زمانہ آخر کے لوگوں کیلئے یہ لازم ہے کہ وہ اس قسم کی خونی نظریاتی تحریکوں سے دور رہیں جنہوں نے دنیا کو تباہی و بربادی کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔ زمانہ آخر کے لوگوں کیلئے یہ بہتر ہے کہ وہ کسی سازش کا حصہ نہ بنیں اور ان مذہب دشمن قوتوں کا اثر قبول نہ کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے جواں ساتھی کا سفر

ترجمہ: "جبکہ موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں

تک کہ دو دریاؤں کے سنگم تک پہنچوں، خواہ مجھے سالہا سال چلنا پڑے۔"

﴿سورۃ الکہف، آیت 60﴾

یہاں پر نوجوان (جو کہ یوشع علیہ السلام تھے) سے مراد یہ بتانا ہے کہ جب کوئی کام درپیش ہو تو کسی نوجوان کی مدد لینا اور اس کے ساتھ ملکر کام کرنا سودمند ہے۔ اور جو نوجوان چنا جائے وہ جوش و ولولہ رکھتا ہو، ہمہ جہت ہو، طاقتور ہو، پُرعزم ہو اور اللہ کیلئے کچھ کر گزرنے کا جوش و خروش رکھتا ہو۔

ترجمہ: "پس موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے کچھ ہی آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں ان کو تکلیف پہنچائے اور واقع میں فرعون اس ملک میں زور رکھتا تھا، اور یہ بات تھی کہ وہ حد سے باہر ہو جاتا تھا۔"

﴿سورۃ یونس 10، آیت 83﴾

سورۃ الکہف کی سولہویں آیت اس مقام کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کی جانب موسیٰ علیہ السلام گامزن تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ وہ اس مقام پر کسی سے ملیں گے اور انہیں اس بات کا علم تھا کہ یہ ملاقات اس مقام پر ہو گی جہاں دو سمندر آپس میں ملتے ہیں۔ یہ جگہ روئے زمین پر کہیں بھی واقع ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ مندرجہ بالا نشانیوں پر پوری اترتی ہو۔

ملاقاتِ خضر علیہ السلام

ترجمہ: "پس ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرما رکھی تھی اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا۔"

﴿سورۃ الکہف 18، آیت 65﴾

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے نہایت مہربان اور رحیم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام سے ملنے کیلئے بلایا گیا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نوازا تھا۔ خضر علیہ السلام میں بڑائی اور مہربانی جیسی صفاتِ الٰہی کا عکس جھلکتا تھا۔ جس کی بنا پر انہیں اللہ کی طرف سے علم سے نوازا گیا تھا اور اللہ کے خاص بندوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

ذوالقرنین علیہ السلام

ترجمہ: ''آپ سے ذوالقرنین کا واقعہ یہ لوگ دریافت کر رہے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ میں ان کا تھوڑا سا حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں۔''

﴿سورۃ الکہف، آیت 83﴾

تاریخ میں آج تک بہت سے علماء نے ذوالقرنین کو مختلف حوالوں سے تعبیر کیا ہے۔ یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ وہ اس لیے اتارے گئے تھے کہ مسلمانوں کو (احکامِ الٰہی) یاد کرائیں۔ ان کی ذات کا تعلق سری معنوں سے جڑا ہوا ہے۔ ذوالقرنین علیہ السلام کے پاس طاقت تھی اور وہ ہدایت یافتہ تھا۔

ترجمہ: ''ہم نے اسے زمین میں قوت عطا فرما رکھی تھی اور اسے ہر چیز کے سامان بھی عنایت کر دیئے تھے۔ وہ ایک راہ کے پیچھے لگا۔''

﴿سورۃ الکہف، آیت 84-85﴾

ان آیات سے ہمیں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ذوالقرنین کے ملک میں مسائل مفقود تھے۔ یا یوں کہہ لیں کہ اس کی حکومت مضبوط اور طاقت ور تھی۔ ''ہم نے اسے ہر چیز کے سامان بھی عنایت کر رکھے تھے'' سے مراد یہ ہے کہ ذوالقرنین علیہ السلام کو ہر طرح کے مسائل سے نپٹنے کا ملکہ حاصل تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ نہایت ذہین اور حکمت و دانائی کا مالک مسلمان بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ان عنایات سے اس نے ہر طرح کے پیچیدہ مسائل کو بخوبی حل کیا اور رکاوٹوں کو رفع کیا۔

ذوالقرنین روحانی پیشوا بھی تھے

ترجمہ: ''اس نے کہا جو ظلم کرے گا اسے تو ہم بھی سزا دیں گے، پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے سخت ترین عذاب دے گا۔ ہاں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرے اس کیلئے تو بدلے میں بھلائی ہے اور ہم اسے اپنے کام میں بھی آسانی ہی کا حکم دیں گے۔''

﴿سورۃ الکہف 18، آیت 87-88﴾

جب ذوالقرنین علیہ السلام بولے تو انہوں نے اپنے لوگوں کو اللہ اور یوم آخر کی یاد دہانی کرائی۔ وہ مسلمانی انداز سے مخاطب ہوئے۔ ان آیات سے ہمیں یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ ایک مسلمان بادشاہ تھے جو کہ ایک مسلمان قوم پر حاکم تھے۔

ذوالقرنین علیہ السلام نے واضح الفاظ میں اپنے ملنے والوں سے کہا کہ وہ اللہ کی ذات پر ایمان لائیں اور مخلص رہیں۔ ایسے نیک اعمال کریں جن کا کتاب میں ذکر ہے اور اسی ذات کی عبادت کریں۔ انہوں نے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی اور ان کو حوصلہ بخشا اور انہیں دنیا اور آخرت کی جزا کی وعید سنائی اور انہیں ایمان کی راہ پر لے آئے۔

ذوالقرنین علیہ السلام نے لوگوں کی مدد کی

ترجمہ: ”انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس ملک میں بڑے بھاری (فسادی) ہیں، تو کیا ہم آپ کیلئے کچھ خرچ کا انتظام کریں؟ اس شرط پر کہ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں۔“

﴿سورۃ الکہف 18، آیت 94﴾

یاجوج ماجوج کی تباہیوں سے جو لوگ پریشان تھے وہ ذوالقرنین علیہ السلام سے مدد کے طلب گار ہوئے اور انہیں بدلے میں انعام کا کہا۔ اس بات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین علیہ السلام محض اکیلی ہستی نہ تھے بلکہ ان کے ساتھ پوری قوم تھی، بالکل سلیمان علیہ السلام کی طرح وہ ایک قوم اور فوج کے حاکم تھے۔

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ان کے پاس ماہرِ تعمیرات ہوں گے گویا کہ سول انجینئر۔ لوگوں کی درخواست سے ہم یہ نتائج اخذ کر سکتے ہیں کہ ذوالقرنین علیہ السلام کو تعمیر کے کاموں میں مہارت تھی اور ان کیلئے وہ دلچسپی کی حامل تھی اور انہیں تعمیراتی کاموں کا علم حاصل تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس کام کے ماہر خیال کیے جاتے ہوں اور اس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے دوسری قوم کے لوگوں نے ان سے مدد کی درخواست کی ہو۔ یہ تمام پہلو اُن کی قوم کی تعداد اور قوت کا مظہر ہیں۔

ذوالقرنین علیہ السلام کی شہرت کافی زیادہ تھی اور مشرق و مغرب میں ان کا اثر و رسوخ اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ وہ ایک ایسی قوم پر حکومت کر رہے تھے جو نہایت طاقتور تھی۔ لہٰذا

بطور سربراہ انہیں اپنی ان ذمہ داریوں کا احساس تھا کہ امن وانصاف محض ان کی قوم کیلئے نہیں بلکہ پوری دنیا میں اس کا نفاذ ہونا چاہیے۔

ذوالقرنین علیہ السلام کا واقعہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زمانۂ آخر میں بالکل انہی کے دور کی طرح اسلامی اقدار کا پوری دنیا میں راج ہوگا۔

ایک مختلف تعبیر

ایک اور تعبیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ اُن واقعات کی طرف اشارہ ہو جو مستقبل میں وقوع پذیر ہونے ہیں۔ اللہ کی موجودگی اور نظر میں تمام وقت ایک سا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل تمام ایک وقت میں واقع ہوسکتے ہیں۔ کچھ آیات میں جنت وجہنم کے متعلق واقعات کو یوں بیان کیا گیا ہے گویا کہ وہ گزر چکے ہوں۔ مندرجہ ذیل آیت اس بات کی مثال ہے۔

ترجمہ: ”اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہوکر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس ایک دم وہ کھڑے ہوکر دیکھنے لگ جائیں گے۔ اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی، نامۂ اعمال حاضر کیے جائیں گے نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کردیئے جائیں گے اور ظلم نہ کیے جائیں گے۔“

﴿سورۃ زمر 39، آیت 68-69﴾

ان آیات میں بیان کئے گئے واقعات یوں بیان کئے گئے ہیں گویا کہ وہ وقوع پذیر ہو چکے ہوں اور ہمارے لئے پھر بھی وہ مستقبل کے واقعات ہیں جن کا ہونا ابھی باقی ہے۔ لہٰذا یہ بھی ممکن ہے کہ ذوالقرنین علیہ السلام کا ذکر مستقبل کی صورت میں ہو اور ہمیں وہ ماضی کی صورت میں بتلایا گیا ہو۔ آیت نمبر 84 بتاتی ہے کہ ”ہم نے اسے ہر چیز عنایت کی“ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے کہ ذوالقرنین علیہ السلام مستقبل میں دُنیا پر حکومت کریں۔ ●

● مذکورہ بالا تحریر میں مصنف نے اپنا ایک الگ نکتۂ نظر پیش کیا ہے۔ اگر تو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں شمار ہوتے ہیں تو پھر تو مستقبل میں اُن کا آنا سرے سے ہی ناممکن ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور رسول ہیں اور اگر ذوالقرنین علیہ السلام کا شمار اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے ہوتا ہے تو پھر مصنف کی بات سے اتفاق کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے مذکورہ بالا واقعات ابھی مستقبل میں رونما ہونا ہوں۔ (مترجم)

آج کے دور میں وہ قوم یا لیڈر جس کو پوری دنیا پر برتری حاصل ہو اس کے پاس مواصلاتی ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ عمومی جنگی طاقت کا ہونا لازم ہے۔ کیونکہ لیڈر بذاتِ خود ہر چیز کا جائزہ نہیں لے سکتا لہٰذا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے دارالحکومت میں بیٹھ کر دوسرے ملکوں کو سیٹلائیٹ اور دوسرے مواصلاتی ذرائع کے ذریعے سے کنٹرول کریں گے۔ جیسا کہ آیت نمبر 95 میں مذکور ہے:

''اس نے کہا مجھے رَب نے جو اختیار دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے۔''

ہوسکتا ہے کہ یہاں ذوالقرنین علیہ السلام کی طاقت اور اختیار کا ذکر ہو۔ اگر ہم اس نظر سے ان آیات کو دیکھیں تو یہ بالکل ایک نئے معنی لیے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر ذوالقرنین علیہ السلام پہلے مغرب کی طرف گئے اور پھر مشرق کی طرف اور آخر میں دوبارہ واپس۔ ان آیات کا یہ معنی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے سیٹلائیٹ کے ذریعے مختلف چینل بدل کر مختلف ملکوں سے مواصلاتی رابطہ قائم کیا۔ اس آیت میں لفظ ''پایا'' کا تواتر کے ساتھ ذکر ہے، ذوالقرنین علیہ السلام نے چشمے کے لوگوں کو پایا، انہوں نے مشرق میں لوگوں کو پایا جو نہیں سمجھتے تھے۔ یہ پائے والے کام ڈھونڈنے کی وجہ سے ہوتے ہیں اور یہ پانا سیٹلائٹ چینل پر ڈھونڈنے کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مشرق کے لوگوں کو سورج سے بچنے کیلئے کوئی پناہ نہ تھی۔ اگر ہم اس آیت کو مواصلاتی ٹیکنالوجی کی نظر سے دیکھیں تو اس میں ہمیں دو ممکنات نظر آتے ہیں۔ ذوالقرنین علیہ السلام سیٹلائیٹ کے ذریعے مختلف ممالک پر نظر رکھے ہوئے ہیں یا پھر انفراریڈ شعاعوں کی بدولت جن کا استعمال آج کل کیا جا رہا ہے۔

سورۃ الکہف کی آیات کے اعداد زمانہ آخر کے ہمارے نہایت قریب ہونے کا اشارہ کرتے ہیں:

ترجمہ: ''ہم نے ان کے دِلوں کو قلعہ بند کر دیا ہے۔''

﴿سورۃ الکہف 18، آیت 14﴾

1400 ہجری اسلامی سال کے مطابق یا پھر 1979 عیسوی

ترجمہ: ''اس نے کہا کہ میرے رب نے مجھے جو قوت بخشی ہے وہ اس سے بہتر ہے۔''

﴿سورۃ الکہف 18، آیت 95﴾

1409 ہجری یا 1988 عیسوی

ترجمہ: ”ہم نے اسے زمین پر اختیار اور طاقت بخشی اور ہم نے اسے ہر چیز عنایت کی۔“

﴿سورۃ الکہف 18، آیت 84﴾

1440 ہجری یا 2019 عیسوی

حصہ دوم

قیامت کی نشانیاں

......سورۃ الکہف کی روشنی میں......

اصحابِ کہف

انبیائے کرام کی زندگیاں، اقوام سے ان کا خطاب اوران کی عملی زندگی اور احسن کردار جسے قرآنِ پاک میں بیان کیا گیا ہے مومنین کیلئے قابلِ تقلید ہے۔ علاوہ ازیں قرآن الحکیم میں بہت سے ایسے اسرار بھی موجود ہیں جن پر مومنین کو غور کرنا چاہیے۔ قرآنِ کریم کی سورتوں میں سے سورۃ الکہف کا شمار ایسی سورتوں میں ہوتا ہے جن کے اندر کئی بھید اور اسرار موجود ہیں۔

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد کئی مسلم محققین نے اس کی جانب توجہ دلائی ہے۔ قرآنِ مجید میں ''غارنشین ساتھیوں'' یعنی اصحاب کہف اور الرقیم، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم اور تجربات کی خاطر حضرت خضر علیہ السلام کی ہمراہی اختیار کرنا اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا ذکر بہت سے بھیدوں کے امین ہیں انہی نکات اور اشارات کو اس کتاب کا بنیادی موضوع بنایا گیا ہے۔ اختتامِ زماں کے حوالے سے بہت سی احادیثِ مبارکہ میں سورۃ الکہف کا تذکرہ ملتا ہے۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو کوئی اس (دجال) کے دوزخ میں داخل ہوتا ہے اسے اللہ کی پناہ میں آنے دو اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرو، یہ اس کیلئے بالکل اسی طرح امن وسکون کی علامت ثابت ہوں گی جس طرح آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے سلامتی اور فرحت بخش بن گئی۔''

﴿ابن کثیر﴾

سورۂ کہف میں وہ تمام علامات موجود ہیں جن کی دجال کے خلاف لڑائی اور اس سے دفاع کیلئے ایک مومن کو ضرورت ہوسکتی ہے اور جن کے پیشِ نظر وہ انسانیت کو برائی کی دلدل میں دھکیلنے والی دجالی قوت سے نبرد آزما ہوسکتا ہے اور ہر غیر مذہبی تحریک کے آگے حائل ہوسکتا ہے نیز اس بدامنی اور برائی کی روک تھام کیلئے اپنا کردار ادا کرسکتا ہے جسے دجال اس دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورۂ کہف میں مسلمانوں کیلئے کئی سبق بھی موجود ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی کہ اس سورۃ کو حفظ کرو، ہمیشہ یاد رکھو اور باقاعدگی سے، پوری توجہ کے ساتھ اس کی تلاوت کرو ایک واضح اشارہ ہے جس سے اس سورۃ کی اہمیت پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔

اس کتاب کا اوّلین مقصد بھی یہی ہے کہ قارئین سورۂ کہف کی آیات پر غور وفکر کریں اور اس کے اسرار سمجھنے اور جاننے کی کوشش کریں۔ یہ علامات عہدِ حاضر میں نمایاں اور واضح ہیں۔ تاکہ وہ اس سورۃ میں موجود بھیدوں کو جان سکیں اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی کامل اطاعت بھی کرسکیں۔ ذی فہم اور ذی شعور قارئین اس سورۃ مبارکہ میں اختتامِ زماں کی علامات کو دیکھ لیں گے۔ وہ وقت جو انتہائی قریب ہے جس میں بے یقینی، گمراہی اور برائی ہر طرف پھیلی ہوئی دکھائی دے گی اور اس کے خاتمے کیلئے اللہ تعالیٰ سچائی کو بھیجے گا جو اس برائی کا قلع قمع کردے گی۔

اللہ تعالیٰ کی رضا ومنشا سے یہ وقتِ موعود انتہائی قریب پہنچ چکا ہے اس قدر قریب کہ اس کے آثار اب لوگوں میں بڑے واضح اور صریح دکھائی دے رہے ہیں اس لئے مسلمانوں کو پوری توجہ سے سورۂ کہف پر توجہ دینی چاہیے۔ اس کی آیات کو دل ودماغ میں رکھنا چاہیے اور ہر آیت کو قرآن کریم کی دوسری آیات کی روشنی میں پرکھنا چاہیے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا

سورۃ الکہف آیت نمبر 1:

> ''سب تعریفیں اللہ کیلئے جس نے اپنے بندے پر
> کتاب نازل کی اور اس میں کوئی سقم نہ رکھا''

سورۃ الکہف کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے جس نے انسان کو ایک جامع کتاب اور ہر طرح کی نعمت عطا فرمائی۔ ایک جامع اور مکمل جسم، ایک متناسب اور موزوں زمینی ماحول، کائنات میں تصرف، غذا اور پانی۔ اس کے علاوہ بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی فیاضی اور عنایات بے شمار ہیں کیونکہ اس نے ہمیں اتنا کچھ بخشا ہے جن کا کچھ شمار و قطار نہیں۔ ان اَن گنت نعمتوں کے حوالے سے قرآنِ پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: ''اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

﴿سورۃ النحل 16، آیت 18﴾

مومنین کی بنیادی خصوصیات میں سے ایک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا شکر گذار ہونا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ان بے حساب نعمتوں کا شکر ادا کرے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسے عطا کی ہیں۔ یہ نعمتیں بھی ہیں اور انسان کا امتحان بھی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

ترجمہ: ''اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ تو

اللہ (اس شکر گزاری کا) صلہ دینے والا جاننے والا ہے۔''

﴿سورۃ النساء، آیت 147﴾

لیکن اس کے باوجود بہت سے لوگ ناشکری کرتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔ سورۃ النمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے الفاظ یوں بیان کیے گئے ہیں:

ترجمہ: ''اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سلیمان (علیہ السلام) نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رَبّ کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رَبّ بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا۔''

﴿سورۃ النمل 27، آیت 40﴾

آخری دَور میں لوگ شکر گذاری سے مکمل طور پر دُور ہو جائیں گے اور اس بات کو بھول جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا کچھ عطا کیا ہے۔ وہ دنیا کی مادی زندگی میں پوری طرح ڈوب جائیں گے اور مال و دولت اور اسباب زندگی کو اپنی ذاتی محنت ولیاقت اور دماغی صلاحیتوں کا نتیجہ قرار دیں گے۔ ان لوگوں کو یہ بات سوچ لینی چاہیے کہ اپنے اس روّیے سے وہ اللہ تعالیٰ کی ناشکر گذاری کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ یہ نعمتیں انسان کو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے اور اس حقیقت کو درج ذیل آیات میں آشکار کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکو گے بیشک آدمی بڑا ظالم ناشکرا ہے۔''

﴿سورۃ ابراہیم 14، آیت 34﴾

اسی طرح سورۃ النحل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف پناہ لے جاتے ہو پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے تو تم میں ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے کہ ہماری دی نعمتوں کی ناشکری کریں تو کچھ برت لو کہ عنقریب

جان جاؤ گے۔"

﴿سورۃ النحل 16، آیت 53 تا 55﴾

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ لوگ اس بات کو محسوس نہیں کرتے کہ درحقیقت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی انہیں ہر چیز عطا کرتا ہے اور وہ اس میں دوسروں کو شریک کر کے سچ کا انکار کرتے ہیں۔ شیطان جو اس حکمتِ عملی پر عمل پیرا ہے لوگوں کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے روکتا ہے۔ وہ شیطان کی تقلید میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نعمتوں کا انکار اور ناشکری کر کے صراطِ مستقیم سے ہٹ کر گمراہی میں جا گرتے ہیں۔ قرآنِ پاک شیطان کی اس چال کو یوں بے نقاب کرتا ہے:

ترجمہ: "پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہ پائے گا فرمایا یہاں سے نکل جا! رد کیا گیا راندہ ہوا ضرور جو اُن میں سے تیرے کہے پر چلا میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔"

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 17-18﴾

فطری طور پر اس کے نتائج دنیا میں ناشکری کی صورت میں برآمد ہوتے ہیں لوگوں کی ناشکر گذاری اور خدا فراموشی کا نتیجہ غربت وافلاس، محرومی اور روحانی انحطاط کی صورت میں نکلتا ہے جبکہ شکر گذاری خوشحالی، عنایات، نوازشات اور امن لاتی ہے۔ ناشکری گہرے رنج وغم کا باعث بنتی ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ: "اور یاد کرو جب تمہارے رب نے سنا دیا کہ اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔"

﴿سورۃ ابراہیم 14، آیت 7﴾

اس آیۂ کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے، اس کے غضب کو دعوت دیتے ہیں ان کیلئے دنیا وآخرت میں افسوس اور رنج کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

ماضی کے واقعات اپنے اندر ہمارے لئے قیمتی سبق رکھتے ہیں۔ بیسویں صدی میں دنیا پر لادینی قوتوں کا اقتدار اور غلبہ تھا جن میں فاشزم اور کمیونزم کے علمبردار بھی شامل تھے

جنہوں نے انسان اور مذہب کے درمیان خلیج حائل کر دی۔ لوگوں کو سچے مذہب سے دُور کر دیا اور اپنے انکارِ خدا کے باطل نظریے کو بڑے دلکش انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ان کے پیروکاروں نے بھی وجود باری تعالیٰ کا انکار کر دیا لہٰذا ناشکری اور نافرمانی کی روش پر اللہ تعالیٰ نے ان سے کئی نعمتیں واپس لے لیں۔ قرآنِ کریم کے مطابق ناشکری کا نتیجہ یا بدلہ حسبِ ذیل ہے:

ترجمہ: ''اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی ایک بستی کی کہ امان و اطمینان سے تھی ہر طرف سے اس کی روزی کثرت سے آتی تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ اسے بھوک اور ڈر کا پہناوا پہنایا، بدلہ انکے کیے کا۔

﴿سورۃ النحل 16، آیت 112﴾

بیسویں صدی میں قحط، غربت، خوف، اور تکلیف و مصائب کا بڑا سبب لوگوں کی ناشکری تھی۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ خداوندی ہے کہ ایسے لوگوں کو سزا دی جائے گی۔

ترجمہ: ''ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا ان کی ناشکری کی سزا اور ہم کسے سزا دیتے ہیں اسی کو جو ناشکرا ہے۔''

﴿سورۂ سبا 34، آیت 17﴾

ادخلوا بسلام آمنین

سورۃ الکہف آیت نمبر 2:

"ٹھیک اُتاری تاکہ ڈر سنا دے ایک سخت آفت کا اللہ کی طرف سے اور خوشخبری دے ایمان لانے والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں کہ ان کیلئے اچھا بدلہ ہے"

یہ آیت قرآنِ پاک کی اہمیت کو واضح کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ یہ سچی کتاب ہے۔ قرآنِ پاک انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے اور انسان کو اس کی اخروی اور ابدی زندگی کی یاد دلاتا ہے اور اسے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ یہ واحد ذریعہ اور ہدایت ہے جس سے ہمیں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی خوشنودی، رضا، رحمت اور جنت حاصل کرنے کا طریقہ ملتا ہے۔ قرآنِ کریم غلط اور درست، سچ اور جھوٹ کے مابین فرق بتانے والی واحد کسوٹی ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی حقیقی راہنما ہے:

ترجمہ: "اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جبتک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو، تم فرمادو اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تجھے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار، جنہیں

ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں۔"

﴿سورۃ بقرہ 2، آیت 120﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ قرآنی ہدایت پر اہلِ ایمان کو پوری تندہی اور سختی کے ساتھ عمل کرنا چاہیے:

ترجمہ: "تو مضبوط تھامے رہو اسے جو تمہاری طرف وحی کی گئی بے شک تم سیدھی راہ پر ہو اور بے شک وہ شرف ہے تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔"

﴿سورۃ الزخرف 43، آیات 43 تا 44﴾

سورۃ الکھف کی آیت 2 اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے۔ تمام اہلِ ایمان کو تاحیات اس کے احکامات پر عمل درآمد کرنا چاہیے اور کسی بھی مشکل، دباؤ اور سختی کی بنا پر اس سے لاپرواہی اور کوتاہی نہیں برتنی چاہئے۔ ہر طرح کے حالات میں انہیں صابر وشاکر اور صراطِ مستقیم پر کاربند رہنا چاہیے۔

یہ آیت ہماری توجہ اس بات کی طرف بھی دلاتی ہے کہ ہم دوسروں کو بھی اس طرف مائل کریں۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو اس کی تلقین فرماتا ہے اور اوامر ونواہی کی اہمیت سے آگاہ فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اچھائی کا پرچار کیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔ اسے ہماری عبادت کا ایک جزو بنایا گیا ہے اور جو ایسا کرتے ہیں ان کیلئے انعام کا اعلان ہے:

ترجمہ: "توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سراہنے والے، روزے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو۔"

﴿سورۃ التوبہ 9، آیت 112﴾

اس کی عمدہ ترین مثال انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے شخصوں نے ہر طریقے سے اپنی قوم کو خبردار کیا اور ان کی رہنمائی کی، انہیں سچے مذہب کو قبول کرنے کی دعوت دی، دوزخ کی یاددہانی کرائی اور ہمیشہ کی تکلیف سے ڈرایا۔

قرآن پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: ''تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کردی اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔''

﴿سورۃ الاعراف 7، آیات 77 تا 78﴾

سورۃ الکہف کی آیت نمبر دو اچھے عمل کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا کہ جو کام خلوص نیت کے ساتھ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کیا جائے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے اور اس کام پر اسے نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور آخرت میں اس کا مقام جنت میں ہوگا۔

قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں بھی یہی پیغام ہے:

ترجمہ: ''جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت تو سب اللہ کے ہاتھ ہے، اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے اور وہ جو برے داؤں (فریب) کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور انہیں کا مکر برباد ہوگا۔''

﴿سورۃ الفاطر 35، آیت 10﴾

اور بہت سی آیات میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ صحیح اعمال کی نشاندہی فرماتے ہیں اور اس انعام کے بارے میں بتاتے ہیں جو اس کے بدلے میں دیا جائے گا۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

ترجمہ: ''اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، کہ ان کے لیے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا، صورت دیکھ کر کہیں گے، یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ صورت میں ملتا جلتا انہیں دیا گیا اور ان کے لیے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 25﴾

ترجمہ: ''بے شک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں

میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔"

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 62﴾

ترجمہ: "بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اپنے رب کی طرف رجوع لائے وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

﴿سورۃ ہود 11، آیت 23﴾

سورۃ الکہف کی دوسری آیات میں ایک اور اہم بات اور خوشخبری ہے اور وہ یہ کہ مومنین کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ بہت سی آیات میں پیغمبروں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی اُمتوں کو یہ باور کرائیں کہ اس دُنیا کی زندگی کی مشکلات، مصائب وغیرہ سب عارضی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت، رحمت اور عنایت ہمیشہ ان کے ساتھ ہے۔ آخرت کی عنایات اور نوازشات مومنین کے اعتماد، یقین، حوصلے اور جذبے کو مضبوط کرتی ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ: "اور ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں یونہی آسان فرمایا کہ تم اس سے ڈر والوں کو خوشخبری دو اور جھگڑالو لوگوں کو اس سے ڈر سناؤ۔"

﴿سورۃ مریم 19، آیت 97﴾

سورۃ الکہف کی آیت دوم میں تمام باتیں آخری زمانہ کے مسلمانوں کے حوالے سے ہیں اس لئے ان کو بڑی احتیاط اور توجہ سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ اس آیتِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم پر سختی سے عمل برائی، لادینی نظریات، دجالی فریب سے محفوظ رکھے گا اور آخری زمانے کی آزمائشوں میں سُرخرو کرے گا۔

اختتامی زمانے کے مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات پر بالکل اسی طرح عمل کرنا چاہیے جس طرح قرآن میں حکم دیا گیا ہے۔ قرآن لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتا ہے اور انہیں جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دوزخ کی ہولناک سزاؤں سے خبردار کرتا ہے اور مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ دین کے معاملے پر کسی قسم ایسی مصلحت یا سمجھوتے کا شکار نہ ہوں جو احکامِ الٰہی اور اسلام کی روح کے منافی ہو۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 3:

"جس (مقام) میں رہا کریں ہمیشہ"

بعض لوگ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے وجود سے انکار کرتے ہیں اور آئندہ کی زندگی نیز جنت اور جہنم کو ایک خوش گمانی سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں دیتے، ان کے نزدیک موت کا مطلب، مٹ جانا اور بے وجود دنیا میں داخل ہو جانا ہے۔ ان کے خیال میں یومِ حساب، حشر اور قیامت کا دن نہیں ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دوزخ کی حقیقت کو تسلیم تو کرتے ہیں مگر ان کا خیال ہے کہ یہ تکلیف صرف چند روزہ ہوگی اور لوگ بہت کم وقت اس میں رہیں گے اور اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو کر عیش و آرام سے رہیں گے اور جنت کے مزے لوٹیں گے اور ان کے نزدیک جہنم میں وہ محض گنتی کے دن رہیں گے ان کی ان ذہنی اختراعوں کو قرآن الحکیم میں بے نقاب کر کے ان کے خیالات کی نفی اور تردید کی گئی ہے۔ قرآن پاک میں اس طرح کی کسی عارضی سزا کا ذکر نہیں ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس میں یہ حقیقت نازل فرمائی ہے:

ترجمہ: "یہ جرأت انہیں اس لیے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دِن اور ان کے دین میں (اختراعات نے) انہیں فریب دیا اور اس جھوٹ نے جو باندھتے تھے۔"

﴿سورۃ آل عمران 3، آیت 24﴾

سورۃ الکہف کی آیت نمبر 3 لوگوں کی اس غلط فہمی اور نا سمجھی کی طرف اشارہ کرتی ہے جو دوزخ اور جنت کے حوالے سے یہ نظریات رکھتے ہیں۔ اس میں ہے کہ یہ ایمان نہ لانے والے لوگوں کا دائمی ٹھکانہ ہے۔ وہ لوگ جو دنیا اور اس کے عیش و آرام میں پوری طرح ڈوب جاتے ہیں وہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے وجود کو بھول جاتے ہیں۔ جو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے رسول ﷺ کا منتخب کیا ہوا صحیح راستہ منتخب نہیں کرتے اور تعلیماتِ قرآنی پر ایمان نہیں رکھتے اور ان پر عمل نہیں کرتے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ماسوائے اِس کے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کوئی اور فیصلہ فرمالے۔ یہی اس کا انصاف ہے۔ قرآن میں یہ بھی آتا ہے کہ جو لوگ کفر کرتے ہیں وہ مسلسل جہنم کا ایندھن بنے رہیں گے:

ترجمہ: ''تمہارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں کہ ان میں سے کھاؤ، بے شک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ کبھی ان پر سے ہلکا نہ پڑے گا اور وہ اس میں بے آس رہیں گے اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی ظالم تھے اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کر چکے، وہ فرمائے گا تمہیں تو ٹھہرنا ہے۔''

﴿سورۃ الزخرف 43، آیت 74 تا 77﴾

جس طرح کہ مذکورہ بالا آیت سے واضح ہے کہ کفار دوزخ میں بھی اس بات کے ماننے میں متامل ہوں گے اور اسی ہٹ دھرمی پر اڑے ہوں گے انہیں یقین نہیں ہوگا کہ اب وہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی پکڑ میں ہیں بلکہ ان کا فریب اس وقت بھی جاری رہے گا اور بجائے اس کے کہ وہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف پلٹیں اور اسے پکاریں وہ فرشتے سے کہیں گے' اپنے اللہ سے کہو کہ ہماری سزا ختم کر دے' اس سے وہ یہ ثابت کریں گے کہ وہ ابھی تک باغی ہیں۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہیں گے۔

ترجمہ: ''کاہے کی راہ دیکھتے ہیں مگر اس کی کتاب کا کہا ہوا انجام سامنے آئے جس دن اسکا بتایا انجام واقع ہوگا، بول اٹھیں گے وہ جو اسے پہلے سے بھلائے بیٹھے تھے کہ بے شک ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں یا ہم واپس بھیجے جائیں کہ پہلے کاموں کے خلاف کام کریں بے شک انہوں نے اپنی

جائیں نقصان میں ڈالیں اور ان سے کھوئے گئے جو بہتان اٹھاتے تھے۔"

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 53﴾

حقیقت میں وہ جھوٹے ہیں اور ان کے اس جھوٹ کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بخوبی جانتا ہے اسی لئے ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: "اور کبھی تم دیکھو جب وہ آگ پر کھڑے کئے جائیں گے تو کہیں گے کاش کسی طرح ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے ربّ کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں بلکہ ان پر کھل گیا جو پہلے چھپاتے تھے اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔"

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 27 تا 28﴾

دوسری آیات میں آتا ہے کہ انسان کو دنیا پر کافی وقت دیا گیا تھا لیکن وہ اپنی فریب کاریوں اور دغابازیوں سے باز نہ آیا:

ترجمہ: "یا کہے جب عذاب دیکھے کسی طرح مجھے واپسی ملے کہ میں نیکیاں کروں، ہاں کیوں نہیں بے شک تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تُو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافر تھا۔"

﴿سورۃ الزمر 39، آیات 58 تا 59﴾

ان سب آیات سے ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ لوگ اپنے طور طریقے نہیں بدلیں گے اور اپنی روش ترک نہیں کریں گے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مومنین کے ساتھ انتہائی رحیم وکریم ہے اور اس طرح کے بُرے لوگوں کو ان کے ساتھ جنت میں جانے کی اجازت نہیں دے گا۔ جنت اچھائی اور خیر کا مقام ہے اور اس کی نعمتیں اعلیٰ ہیں۔

اور جس چیز کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ناپسند فرماتا ہے وہاں نہیں ہوگی۔ یہ اس کا اپنے ماننے والوں کے ساتھ انصاف اور شفقت ہے۔ جنت کی دائمی نعمتیں صرف اہلِ ایمان کیلئے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: "ایسوں کا بدلہ ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں

رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں (نیک لوگوں) کا اچھا نیک انعام حصہ ہے۔''

﴿سورۃ آل عمران 3، آیت 136﴾

ترجمہ: ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔''

﴿سورۃ النساء 4، آیت 14﴾

ترجمہ: ''کیا انہیں خبر نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔''

﴿سورۃ التوبہ 9، آیت 63﴾



سورۃ الکھف آیت نمبر 4 اور 5:

"اور ڈر سنا دے ان کو جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے
اولاد، کچھ خبر نہیں ان کو اس بات کی اور نہ ان کے
باپ دادوں کو کیا بڑی بات نکلتی ہے ان کے منہ
سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں۔"

یہ دو آیات ذاتِ الٰہی کو سمجھنے میں عیسائیوں کی اس فاش غلطی کی جانب اشارہ کر رہی ہیں جس میں انہوں نے نظریہ تثلیث اپنایا ہے۔ عیسائی اپنے سچے مذہب سے دُور ہو گئے اور درج ذیل آیات میں اس بات کی وضاحت ہے کہ اُنھوں نے یہ کیسے کیا:

ترجمہ: "اے کتاب والو اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ، مسیح عیسٰی مریم کا بیٹا، اللہ ہی کا رسول ہے اور ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک رُوح، تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو، باز رہو اپنے بھلے کو اللہ تو ایک ہی خدا ہے، پاک ہے وہ اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو اسی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی کارساز ہے۔"

﴿سورۃ النسا4، آیت 171﴾

ترجمہ: ”بولے اللہ نے اپنے لیے اولاد بنائی، پاک ہے وہ، وہی بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، تمہارے پاس اس کی کوئی بھی سند نہیں، کیا اللہ پر وہ بات بناتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔“

﴿سورۂ یونس 10، آیت 68﴾

ترجمہ: ”اللہ کے لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے، وہ بالکل پاک ہے جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔“

﴿سورۃ مریم 19، آیت 35-34﴾

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ ایمان کا یہ انداز ان لوگوں کا ہے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں جبکہ قرآن میں آتا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں، کوئی اس کا ثانی نہیں، اس کی اولاد نہیں اور وہ خود کسی کی اولاد نہیں ہے۔ وہ کائنات کا مختارِ کل اور حاکم مطلق ہے۔ وہی زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔ آخری زمانوں کے مسلمان ایسے عقائد رکھنے والوں کو راہِ ہدایت کی طرف بلائیں گے اور ان پر واضح کریں گے کہ ان کے یہ نظریات انہیں شرک میں مبتلا کر رہے ہیں اور مشرکین کیلئے کڑی سزا ہے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 6:

"شاید (اے محمد ﷺ) آپ اپنی جان کو ان کے پیچھے غم میں گھلا دیں گے اگر وہ آپ کی بات پر ایمان نہ لائے۔"

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو نبی کریم ﷺ اور مومنین کی پکار پر دھیان نہیں دیتے۔ مومنین کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ اچھائی کی تلقین کریں اور برائی سے منع کریں اور لوگوں کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں اور قرآن میں موجود سچ اور حق کے بارے میں بتائیں۔ بہت سے لوگوں نے انبیائے کرام کی تبلیغ سے انحراف کیا۔ ان کی باتوں سے منہ موڑ لیا اور کفر کا ارتکاب کیا۔ جیسا کہ آیہ کریمہ ہے:

ترجمہ: "بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن بہت لوگ ایمان نہیں لاتے۔"

﴿سورۃ المؤمن، آیت 59﴾

کفار اس طرح کی دعوت فکر پر کئی طریقوں سے اپنے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہیں۔

جیسا کہ

ترجمہ: "ہم اس وقت تک تم پہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم ہمارے لئے

زمین سے پانی کا چشمہ نہیں نکالو گے۔''

﴿سورۃ بنی اسرائیل 17، آیت 90﴾

جب کہ دوسرے اہلِ ایمان کا تمسخر اُڑاتے ہیں جس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب انہیں بتایا جاتا ہے کہ 'اس طرح ایمان لاؤ جیسا کہ اور لوگ ایمان لاتے ہیں' تو وہ کہتے ہیں کیا! کیا ہم ایسے ایمان لائیں جیسے بیوقوف لاتے ہیں؟' نہیں، بلاشبہ! وہ بیوقوف ہیں لیکن وہ اسے سمجھتے نہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

''اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں، سنتا ہے وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 13﴾

ہر نبی کو اپنی قوم کی جانب سے ایسے ہی تمسخر اور استہزا کا سامنا کرنا پڑا اور بعض اوقات کئی طرح کی تکالیف اور مصائب برداشت کرنا پڑے۔ مثال کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایمان کی طرف لانے کیلئے ہر طریقہ آزمایا مگر انہوں نے ہمیشہ اس کا حتمی ردِ عمل ظاہر کیا جیسا کہ:

ترجمہ: ''اس نے کہا: میرے مالک! میں نے دن رات لوگوں کو (حق کی طرف) بلایا ہے لیکن میری دعوت نے انہیں اور زیادہ سرکش بنا دیا ہے۔ بے شک میں نے ہر بار انہیں تمہاری مغفرت کی جانب بلایا لیکن انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور خود کو کپڑوں میں لپیٹ لیا اور نہایت غضبناک ہوئے۔ پھر میں نے انہیں کھلے عام کہا۔ پھر میں نے انہیں سرِ عام اور علیحدہ علیحدہ بھی کہا۔ میں نے کہا: اپنے رب سے معافی اور بخشش مانگو۔ تحقیق وہ بہت بخشنے والا ہے۔''

﴿سورۃ نوح 71، آیت 5 تا 10﴾

اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ زیادہ تر لوگ بلا تخصیص وقت اور مقام سچے مذہب سے انکار کرتے ہیں۔ تاہم اس بات کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اس طرح کا عمل مومنین کو متزلزل نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ایمان کی دولت صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی توفیق سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کا اندازِ خطابت، طریقِ تبلیغ، ان کے حکمت و دانش

سے بھرپور الفاظ کفار کے دلوں میں نورِ ایمان نہیں بھر سکتے جب تک کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ خود ایسا نہ چاہے۔ دوسری آیات سے اس امر کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے:

ترجمہ: ''اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے راہ دکھائی اور کسی پر گمراہی ٹھیک اتری تو زمین میں چل پھر کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والے لوگوں کا، اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرو تو بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔''

﴿سورۃ النحل 16، آیت 36 تا 37﴾

لہٰذا اہلِ ایمان کی ذمہ داری صرف انہیں ایمان کی دعوت دینا ہے انہیں اپنا فریضہ صحیح طور پر انجام دینا ہے آگے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا کام ہے کہ وہ ان لوگوں کو ایمان کی دولت دیتا ہے یا نہیں۔ انہیں یہ معاملہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کر کے اس پہ بھروسہ رکھنا چاہیے۔ انہیں صبر وتحمل اور احسن انداز سے لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے رہنا چاہیے اور اس سے لوگوں کے دلوں پر اچھا تاثر پڑے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''تو تم نصیحت سناؤ تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو، تم کچھ ان پر ضامن نہیں ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے تو اسے اللہ بڑا عذاب دے گا، بے شک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے پھر بے شک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔''

﴿سورۃ الغاشیہ 88، آیت 21 تا 26﴾

دیگر کئی آیات میں بھی اسی بات کا اظہار ہوتا ہے کہ ایمان کی توفیق بخشنا اللہ کا کام ہے ان میں سے چند آیات حسبِ ذیل ہیں:

ترجمہ: ''اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں سے زبردستی کرو گے یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں اور کسی جان کی قدرت نہیں کہ ایمان لے آئے مگر اللہ کے حکم سے اور عذاب ان پر ڈالتا ہے جنہیں عقل نہیں۔''

﴿سورۃ یونس 10، آیت 99 تا 100﴾

ترجمہ: ''بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔''

﴿سورۃ القصص 28، آیت 56﴾

سورۂ یوسف میں بھی اسی نفس کا مضمون آیا ہے لہٰذا طریقۂ تبلیغ کتنا بھی مؤثر و پرکشش کیوں نہ ہو جنہیں توفیقِ الٰہی حاصل نہ وہ دولتِ ایمان سے محروم رہتے ہیں۔

مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو حق کی طرف بلائیں۔ ایمان کی دعوت دیں اور اس کے بعد اس فرد کے ایمان لانے یا نہ لانے کا معاملہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کردیں۔ تبلیغ کرنے والوں کی تمام مساعی کا اندراج کیا جائے گا اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں اس کی جزا دے گا۔ جبکہ وہ لوگ جو حق کے خلاف ڈٹے رہے، ایمان لانے سے انکار کرتے رہے انہیں سزا دی جائے گی۔ سورۂ یوسف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

ترجمہ: ''اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے اور تم اس پر ان سے کچھ اجرت نہیں مانگتے تو نہیں مگر سارے جہان کو نصیحت اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔ کیا اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب انہیں آکر گھیر لے یا قیامت ان پر اچانک آجائے اور انہیں خبر نہ ہو، تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھ رکھتے ہیں اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں۔''

﴿سورۃ یوسف 12، آیت 103 تا 108﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 7:

''ہم نے زمین کی ہر چیز کو اسکی رونق بنایا تا کہ ہم جانچ سکیں کہ کن لوگوں کے اعمال اچھے ہیں۔''

بہت سے لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ان کی یہ زندگی عارضی ہے اور ''الدنیا مزرعۃ الآخرۃ'' یعنی اس دنیا میں جو بوؤ گے آخرت میں کاٹو گے۔ جو یہاں کرو گے وہاں اس کا ویسا ہی اجر اور بدلہ ملے گا۔ ان میں کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو اس حقیقت کو جانتے ہیں لیکن جانتے بوجھتے اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ لوگ دنیا کی رنگینیوں میں پوری طرح ڈوب چکے ہیں اور اخروی زندگی یا موت کے بارے میں سوچنے تک کو تیار نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی موت اور قبر کو فراموش کر دیا ہے اور ان کی سوچ ہے کہ شاید یہ لوگ ہمیشہ اس دنیا میں رہیں گے جب ان کا کوئی عزیز مر جاتا ہے یا یہ شام کے سناٹے میں کسی شہرِ خموشاں سے گزرتے ہیں تو موت کا خوف کچھ دیر کیلئے ان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے مگر یہ کیفیت جلد ہی زائل ہو جاتی ہے اور یہ پھر دنیا کے دھندوں میں مگن ہو جاتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا واضح ارشاد ہے کہ دنیا انسان کی امتحان گاہ ہے اور انسان کو اس دنیا کی آزمائشوں سے گذرنا ہوگا۔

قرآن الحکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ: ''اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں

اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنایئے ان صبر والوں کو۔"

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 155﴾

اس کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں بلا مقصد ہی نہیں بھیج دیا گیا بلکہ اس کا خاص مقصد ہے اور وہ مقصد قرآن کے مطابق یہ ہے:

ترجمہ: "اور وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔"

﴿سورۃ الملک 67، آیت 2﴾

صرف اس قدر زبانی اقرار سے کہ "میں ایمان لاتا ہوں" اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خوشنودی، رضا اور جنت حاصل نہیں ہوتی۔ لوگوں کو اپنے مضبوط اور کامل الایمان ہونے کا ثبوت دینا پڑتا ہے، زندگی بھر اس کے نازل کردہ احکامات پر عمل درآمد کرنا ہوتا ہے ہر حال اور ہر صورت میں اس کے احکامات کی پابندی کرنا پڑتی ہے۔ ہر مسلمان کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے لَو لگائی چاہیے اور بھوک، بیماری، تکالیف، غربت، مصائب، امارت، طاقت اور رسوخ ہر حال میں اس کے احکامات پر عمل کرنا چاہیے:

ترجمہ: "کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی اور بے شک ہم نے ان سے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔"

﴿سورۃ العنکبوت 29، آیت 3-2﴾

یعنی جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ صرف اتنا کہہ دینا کہ وہ ایمان لائے ہیں کافی ہے اور ان کی آزمائش نہیں ہوگی تو وہ غلطی پر ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ آزمائش سے کھوٹے اور کھرے اور جھوٹے اور سچے میں امتیاز کرے گا۔

دُنیا میں زیادہ تر لوگ اس زندگی کی آسائشوں اور خوشیوں کو اخروی اور دائمی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ لوگ شدید غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور نئے ماڈل کی گاڑی، خوبصورت اور عالیشان بنگلے، قیمتی ملبوسات، مال و دولت اور زیورات کو ہی اپنی زندگی کا اوّلین مقصد سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ زیادہ امیر بننے، زیادہ خوبصورت بننے اور زیادہ شہرت حاصل کرنے کی دوڑ میں

شامل ہیں اور ان کی ساری زندگی اسی چکر کی نذر ہو جاتی ہے۔ لیکن انہیں ان چیزوں سے اس وقت تک فائدہ نہیں ہوگا جب تک وہ انہیں صحیح اور مناسب طریقے سے حاصل نہیں کرتے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''لوگوں کیلئے آراستہ کی گئی ان خواہشات کی محبت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور زرخیز کھیتی، یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے، آپ فرمایئے، میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتادوں، پرہیزگاروں کیلئے ان کے رَبّ کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور صاف ستھری بیویاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے وہ جو کرتے ہیں۔''

﴿سورۃ آلِ عمران 3، آیات 14 تا 15﴾

ان آیات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس دنیا کی زندگی عارضی اور اس کی آسائشیں گمراہ کن ہیں۔ آخری زمانے میں جیسا کہ پوری تاریخ میں ہے، تمام مقامات، کارخانے، پل، سونا اور زیورات، بینکوں میں نوٹوں کے انبار، سٹاک حصص، کاریں، کشتیاں اور ہوائی جہاز انسان کی آزمائش کیلئے تخلیق ہوئے ہیں۔ یہ چیزیں کسی کی ملکیت اور دسترس میں ہوں یا نہ ہوں ان کا معاشرے اور معاشرتی زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک یہ سب چیزیں بے معنی اور بے وقعت ہیں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو اگر کوئی چیز متاثر کرتی ہے تو وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر ایمان، اخلاص اور نیک کردار ہے۔ ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور جب اس دُنیائے فانی سے وہ آنکھیں بند کر کے چلا جائے گا تو اس کی آنکھیں اگلی دنیا میں کھلیں گی اور اس وقت اسے حقیقت کا ادراک ہوگا اور علم ہوگا کہ آخرت کی زندگی ایک حقیقت ہے کوئی خواب وخیال کی بات نہیں۔ لہٰذا اس دنیا کی چند روزہ خوشیوں کی خاطر گمراہ ہو جانا اور ان خوشیوں کے حصول کی خاطر بے راہ ہو جانا دانشمندی کی بات نہیں ہے۔ اہلِ ایمان جو اس حقیقت کو جانتے ہیں وہ اپنی جانوں اور مال کو آخرت کی دائمی زندگی کے عوض دینے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں اور نہایت خوشی سے آخرت کا سودا کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے جنت کی خوشخبری سنائی ہے اور

ایسے اہلِ ایمان انسانوں سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے اہل ایمان سے ان کے مال اور جان جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں مارتے اور مرتے ہیں ان سے توراۃ، انجیل اور قرآن میں اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کرنے والا اور کون ہے؟ تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

﴿سورۃ التوبہ 9، آیت 111﴾



سورۃ الکھف آیت نمبر 8:

''یقیناً ہم اس پر ہر چیز کو بنجر میدان بنائیں گے۔''

ہر خوبصورتی اور دولت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انسانیت کی آزمائش کیلئے تخلیق فرمائی ہے۔ اس آیت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ یاد دلاتا ہے کہ ہر خوبصورت چیز، ہمارے عظیم خزانے اور ہماری ملکیت میں موجود قیمتی اشیاء آخر کار سب کی سب خاک میں تبدیل ہو جائیں گی۔ اگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ چاہے تو وہ غیر متوقع انداز میں ان تمام چیزوں کو جو انسان کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی یاد بھلا دیتی ہیں فی الفور غائب کر دے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر چیز اور ہر امر پر قادر ہے۔ وہ دولت امارت اور غربت و افلاس دیتا ہے۔ وہی ہر چیز کا مالک و مختار ہے۔ وہ جسے چاہے یہ سب کچھ عطا کر دیتا ہے۔ قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر اس کا ذکر ملتا ہے مثلاً درج ذیل آیاتِ کریمہ ملاحظہ فرمائیے:

ترجمہ: ''اسی کیلئے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں، روزی وسیع کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ فرماتا ہے بے شک وہ سب کچھ جانتا ہے۔''

﴿سورۃ الشوریٰ 42، آیت نمبر 12﴾

ترجمہ: ''اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ رزق وسیع فرماتا ہے جس کیلئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کیلئے چاہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کیلئے۔''

﴿سورۃ الروم 30، آیت نمبر 37﴾

ترجمہ: ''اللہ کشادہ کرتا ہے رزق اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کیلئے چاہے بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔''

﴿سورۃ العنکبوت 29، آیت نمبر 62﴾

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سورۃ الکہف آیت نمبر 10-9:

"کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار اور کھوہ کے رہنے والے ہماری قدرتوں میں عجیب اچنبھا تھے۔ جب وہ جوان پہاڑ کی کھوہ میں (پناہ کیلئے) جا بیٹھے اور بولے اے رَبّ! دے ہم کو اپنے پاس سے بخشش اور ہمارے لئے راستے کھول دے اور اس صورتِ حال میں ہماری صحیح رہنمائی فرما۔"

یہ آیات اس گروہ کی غیر معمولی صورتِ حال پر روشنی ڈالتی ہیں جب بات آگے چلتی ہے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تجربات نہایت غیر معمولی اور ایک حیرت انگیز دُنیا کے ہیں جو ہمارے فہم وادراک سے ماورئی ہے۔ ان کی پوری زندگی معجزانہ واقعات کی عکاس ہے۔ نبی کریم ﷺ کی کچھ احادیثِ مبارکہ اختتامِ زماں اور اصحاب کہف کے درمیان ایک تعلق قائم کرتی ہیں۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آخری زمانے کے لوگوں کو ماورائی یا بالائے فطرت واقعات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ آیات کے تسلسل سے یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قیامت کے نزدیک نوجوان نہایت اہم کردار ادا کریں گے اور لادینی فلسفہ کے خلاف جدوجہد کر کے سچے مذہب کو پیش کریں گے اور اس طرح دنیا سے استحصال اور دباؤ کی

حکمتِ عملی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ دوسری آیات میں نوجوانوں کی اہمیت بیان کی گئی جو لوگوں کو مذہب کے حوالے سے معلومات فراہم کریں گے۔ مثال کے طور پر سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام "ایک جوان خادم" کے طور پر سامنے آتے ہیں اور دیگر آیات سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں زیادہ تر نوجوان ہی تھے:

ترجمہ: "اس کی قوم کی اولاد سے چند لوگوں کے سوا وہ موسیٰ پر ایمان نہ لائے، فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں انہیں قتل نہ کر دیں اور بے شک فرعون زمین پر سر اٹھانے والا تھا اور بے شک وہ حد سے گزر گیا۔"

﴿سورۃ یونس 10، آیت نمبر 83﴾

سورۃ الکہف کی آیت 10 ہمیں بتاتی ہے کہ ان نوجوانوں نے جور و جبر اور دباؤ سے تنگ آ کر اس غار میں پناہ لی۔ اس وقت کا نظام ان کے خیالات و نظریات کا دشمن تھا اور وہ انہیں اپنے نظریات کے کھلے عام پرچار کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ سچ بولنے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے دین کی جانب بلانے کی انہیں اجازت نہیں تھی اسی بناء پر ان نوجوانوں نے خود کو ان لوگوں سے الگ کر لیا۔

ممکن ہے یہ آیت آخری زمانے میں اسی طرح کے نظاموں کے جنم لینے کی طرف اشارہ کناں ہو۔ یہ نظام کمیونزم اور فاشزم اور دیگر ایسے نظریات کی بنیادوں پر قائم ہو سکتے ہیں جو لوگوں کو ان کی شخصی اور انفرادی آزادی سے محروم کر دیتے ہیں اور ان لوگوں کی زندگیوں کو تلخ واجیرن کر کے رکھ دیتے ہیں جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے احکامات کے مطابق مذہبی طریقے سے اپنی زندگیاں بسر کرنا چاہتے ہیں۔

اصحابِ کہف یا "غار کے ساتھیوں" نے اسی قسم کے جور و جبر اور ظلم و تعدی سے تنگ آ کر غار میں پناہ لے لی۔

آخری زمانے کے مسلمانوں کو بھی ممکن ہے کہ ان جابرانہ اور لادینی نظاموں کی بنا پر خود کو ان سے الگ تھلگ رکھنا پڑے اور وہ کمیونسٹ اور فاشسٹ نظاموں کے دباؤ کی وجہ سے معاشرے سے کٹ جائیں اور بہت کم تعداد میں نظر آئیں۔

تاہم، اسے بے عملی اور سقوط کا دور نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی پناہ

میں آ کر اس سے نصرت طلب کریں گے اور اپنے افعال و کردار کو مستحکم کر کے ایک بار پھر جدوجہد کیلئے نکلیں گے۔ آخری دور کے مسلمان خود کو چھپائیں گے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا کریں گے کہ وہ ان کی تعداد میں اضافہ کرے اور ان کی مدد کرے۔ وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مدد سے مایوس نہیں ہوں گے اور ان کا ایمان ہوگا کہ ان حالات میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور اس کا دین ایک بار پھر غالب آئے گا اور دنیا سے کفر کی تاریکی مٹ جائے گی اور سچے دین کی روشنی ہر سُو پھیل جائے گی۔ لادینیت کے خلاف ان کی جدوجہد رنگ لائے گی اور وہ سچائی کی خاطر اپنی جان، مال اور ہر چیز کو داؤ پر لگا دیں گے۔ دشمنوں کا کوئی حربہ، کوئی چال اور کوئی دھمکی انہیں ان کے ارادے سے باز نہیں رکھ پائے گی۔

غار نشینوں کی دعا جس کا ذکر آیت 10 میں آیا ہے اپنے اندر یہ سبق رکھتی ہے کہ اہلِ ایمان کو کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے اور ان کا پختہ ایمان ہونا چاہیے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے اور اس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ انسان ہمیشہ اس کا محتاج ہے، بے بس ہے اور اس کا بھروسہ اور انحصار صرف ذاتِ خداوندی پر ہوتا ہے۔ انسان اپنی ذاتی ذہانت، قابلیت اور کوشش سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا شامل نہ ہو۔ اگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مرضی نہ ہو تو وہ اپنا ہاتھ تک نہیں ہلا سکتا۔ ایک قدم اس کی مرضی کے بغیر نہیں اُٹھا سکتا اور اس کی مرضی کے بغیر ایک سانس تک نہیں لے سکتا۔ قرآنِ پاک کی بہت سی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کو صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور اسی پر انحصار کرنا چاہیے۔ انہیں ہر وقت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خوشنودی، رضا، فضل اور مدد کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ انہیں اس بات پر پختہ ایمان ہونا چاہیے کہ صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کارساز و کارفرما ہے اور اسی کی قدرت سے ہر چیز وقوع پذیر ہوتی ہے۔ مثال کے طور:

ترجمہ: ’’تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ یہ اللہ تھا جس نے انہیں مارا اور جب تم نے پھینکا تو درحقیقت تم نے نہیں پھینکا تھا بلکہ یہ اللہ تھا جس نے پھینکا تا کہ وہ اس سے مومنوں کی آزمائش کرے۔ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔‘‘

﴿سورۃ الانفال، آیت 17﴾

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر چیز تخلیق فرماتا ہے اور تمام کام سرانجام دیتا ہے جبکہ دوسری جانب انسان کی اطاعت اور اخلاص کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اصحابِ کہف اس حقیقت سے کماحقہٗ آگاہ تھے اس لئے پناہ لیتے ہی انہوں نے فوراً اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور اپنی مدد و نصرت اور ہدایت وراہنمائی کیلئے ہاتھ بلند کر دیئے۔ انہوں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا کے ذریعے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور وہ جانتے تھے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں فہم وفراست عطا فرمائے گا جس سے ان کے معاملات درست ہو جائیں گے۔ انہوں نے سب سے پہلے یہی کام کیا کہ فوراً اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے مدد مانگی۔ یہ صورتِ حال واضح کرتی ہے کہ مسلمانوں کو ہر حال میں صرف اور صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے اور اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔ وہ سمیع البصیر بھی ہے اور سمیع العلیم بھی ہے وہ سب کی سنتا ہے اور جس کی چاہے مدد کرتا ہے۔

اللہ اکبر

سورۃ الکھف آیت نمبر 11:

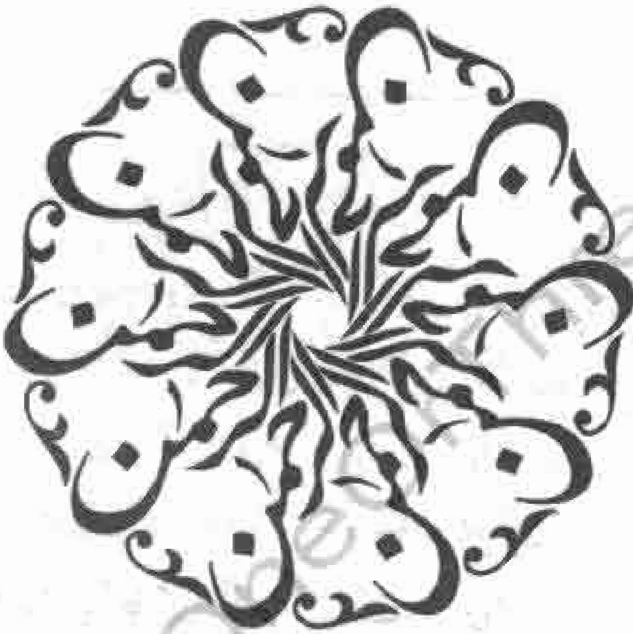
"پھر تھپک دیئے ہم نے ان کے کان اس کھوہ میں چند برس گنتی کے۔"

جس طرح اُس دَور کے بے خدا نظام سے اصحابِ کہف نے علیحدگی اختیار کی اور غار میں پناہ لے لی اسی طرح اختتامی زمانے کے اہلِ ایمان اپنے آپ کو پوشیدہ کرلیں گے اور دشمنانِ دین، کمیونزم اور فاشزم اور اخلاقی اقدار کے دشمنوں سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اصحابِ کہف سے ان کی بنیادی مماثلت یہی ہوگی کہ انہیں اظہارِ رائے کی آزادی نہیں ہوگی۔ انہیں اپنے نظریات کے پرچار کی اجازت نہیں ہوگی۔ ان کے افکار پر بندش ہوگی اور انہیں اپنے خیالات کے اظہار کے معاملے میں دباؤ کا سامنا ہوگا۔

تاہم یہ آزمائشی دَور بھی پریشانی یا تکلیف کا دَور نہیں ہوگا بلکہ یہ انتظار اور صبر وتحمل کا دورانیہ ہوگا اور یہ بیان کہ "ہم نے ان کے کان نیند کی مہر سے تھپک دیئے اور انہیں کئی سالوں تک سُلا دیا" ظاہر کرتا ہے کہ یہ پوشیدگی کا دَور اہلِ ایمان کیلئے بھاری نہیں ہوگا بلکہ وہ بڑے سکون کے ساتھ اس دَور سے گزر جائیں گے۔ جس طرح اصحابِ کہف نیند کے عالم میں رہے اور زمانہ اپنی رفتار چلتا رہا۔

مسلمانوں کیلئے یہ دَور ذاتی اصلاح، ترقی، تعلیم وتربیت اور پختگئ ایمان کا دَور ہوگا۔

تشدد، دباؤ، ناانصافی، اور اخلاق و مذہب کے دشمنوں کی پالیسیاں ان پر اثر انداز نہیں ہو پائیں گی۔ اہلِ ایمان بالکل اسی طرح مصائبِ دہر سے دُور ہوں گے جس طرح اصحابِ کہف پُرسکون انداز میں غار کے اندر محوِ خواب رہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس صورت حال میں اُنہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے گا۔



سورۃ الکھف آیت نمبر 12:

"پھر ہم نے ان کو جگایا تا کہ ہم معلوم کریں دو گروہوں میں سے کس نے یہاں گزرا ہوا وقت یاد رکھا ہے۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحابِ کہف کی روپوشی کا دور بالآخر ایک خاص وقت پر ختم ہو گیا اور پھر وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خواہش و رضا سے اس طویل نیند سے جو کئی سالوں پر محیط تھی بیدار ہوئے۔ بالکل اسی طرح قیامت کے قریب اہلِ ایمان کی روپوشی اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو منظور ہو گا اور پھر ایک وقتِ معین پر وہ اس روپوشی کے پردے سے منظرِ عام پر آ جائیں گے۔ اس وقت اخفا کی ضرورت نہیں رہے گی اور اہلِ ایمان کھلے بندوں دیگر لوگوں کے سامنے آ جائیں گے۔ وہ ان میں گھل مل جائیں گے اور انہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا پیام پہنچائیں گے اور بتائیں گے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔ وہ لوگوں کو ذاتِ الٰہی کا ادراک دیں گے اور قرآنی اخلاقیات سے روشناس کرائیں گے۔

روپوشی و اخفائے ایمان کا یہ دور کتنا طویل ہو گا اس کا علم صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کو ہے۔ جیسا کہ آیتِ مذکورہ میں کئی برسوں کا ذکر ہے۔ ان میں دن اور گھنٹے بھی شامل ہیں۔ یہ سب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔ سورۂ جن میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے وسیع علم کا بیان

...تا ہے جس کے مطابق اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ لامحدود علم کا مالک ہے۔

ترجمہ: ”تا کہ وہ جان سکے کہ انہوں نے اپنے رب کا پیام دے دیا۔ وہ جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے جانتا ہے اور اس کے علم میں ہر چیز کے صحیح اعداد و شمار ہیں۔“

﴿سورۃ الجن 72، آیت نمبر 28﴾



سورۃ الکہف آیت نمبر 13:

"ہم ان کا قصہ پوری سچائی کے ساتھ تمہیں سنائیں گے۔ وہ نوجوان تھے جو اپنے اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور ہم نے ان کی سوجھ بوجھ میں اضافہ کیا۔"

اس آیت سے مضبوط عقیدے اور ایمان کا درس ملتا ہے اسی سے ہدایت اور ایمان و ایقان کی دولت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ وجودِ باری تعالیٰ کا اقرار، احکاماتِ قرآن اور اطاعت رسول ﷺ ایک بے بہا دولت اور بہت بڑی نیکی ہے۔ اسوۂ حسنہ پر عمل درآمد کامیابی کی ضمانت ہے۔ آخرت میں کسی کی دولت وثروت، امارت وشہرت اور دنیاوی جاہ وجلال کچھ کام نہیں آئے گا۔ وہاں تو ایمان اور اطاعتِ الٰہی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ وہاں اعمالِ صالحہ کی بات ہوگی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے ہدایت یافتہ بندوں سے قرآنِ پاک میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: "یہ کتاب ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے اور برائی سے بچنے والوں کیلئے ہدایت ہے وہ جو ان دیکھے رب پر یقین رکھتے ہیں، نمازیں قائم کرتے ہیں اور اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں عطا کیا

ہے اور اس پر یقین رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اور جو آپ
سے قبل نازل کیا گیا تھا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی لوگ
ہدایت یافتہ ہیں اپنے رب سے اور یہی کامیاب اور فلاح پانے والے
ہیں۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیات 2 تا 5﴾

ایک اور آیت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے ماننے والوں کو یہ خوشخبری سناتا ہے کہ انہیں کسی قسم کا خوف یا غم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ''ہم نے کہا: تم سب یہاں سے نیچے جاؤ اور جب تمہیں میری ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت پر عمل کریں گے انہیں کوئی خوف یا غم نہیں ہوگا۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 38﴾

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مسلمانوں کے اعمال میں ان کی کامیابی کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور ان کیلئے آسانیاں پیدا فرماتا ہے نیز ان کے راستے آسان فرما دیتا ہے۔ اگر وہ کسی مشکل یا مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں اس سے نکلنے میں مدد دیتا ہے اور انہیں نجات عطا فرماتا ہے۔ درج ذیل آیت میں اسی صداقت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اللہ اہلِ ایمان کا محافظ ہے اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں یہی لوگ دوزخ والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 257﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 14:

''جب وہ اُٹھ کھڑے ہوئے تو ہم نے ان کے دلوں میں ہمت ڈالی، انہوں نے کہا'' ہمارا رب زمین اور آسمانوں کا رب ہے اور ہم اس کے علاوہ کسی کی جانب رجوع نہیں کریں گے وگرنہ یہ ایک فضول بات ہوگی۔''

یہ آیت صبر واستقامت اور اہلِ ایمان کے ایمان کی پختگی کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ یہ اوصاف صرف انہی لوگوں میں ہوتے ہیں جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ ''ہم نے ہمت ڈالی'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمام مصائب اور مشکلات سے نپٹنے کی طاقت اور حوصلہ انہیں دیا کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر چیز اور ہر امر پر قادر ہے۔ وہی مصائب اور مشکلات میں انسان کو حوصلہ، صبر اور استقامت عطا کرتا ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر سے کسی کو مفر نہیں، خواہ یہ تحریر اعمال کے حوالے سے ہو یا الفاظ کے حوالے سے، لہٰذا وہ لوگ جو اس اٹل حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ہر کام اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے اور انسان کی مجال نہیں کہ منشائے الٰہی کے آگے دم مار سکے۔ یہ چیز انہیں صبر واستقامت سکھاتی ہے اور وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے کاموں کے آگے سر

تسلیم خم کرتے ہیں اور اس کی رضا کو قبول کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں یہ خیال طمانیت لاتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے بندوں کو مصائب سے نکلنے کی خوشخبری سناتا ہے اور ان کے صبر و استقامت پر ان کیلئے انعام اور جزا کا اعلان فرماتا ہے۔ ان کے صبر و استقامت کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو۔ جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مومن تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی دیں گے اور ضرور انہیں ان کا نیک (اجر) دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہو۔''

﴿سورۃ النحل 16، آیات 96-97﴾

ترجمہ: ''اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

﴿سورۃ الانفال 8، آیت نمبر 46﴾

ترجمہ: ''اے غیب کی خبر بتانے والے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں سے بیس صبر والے ہوں گے تو دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں سو ہوں تو کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے اس لئے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔''

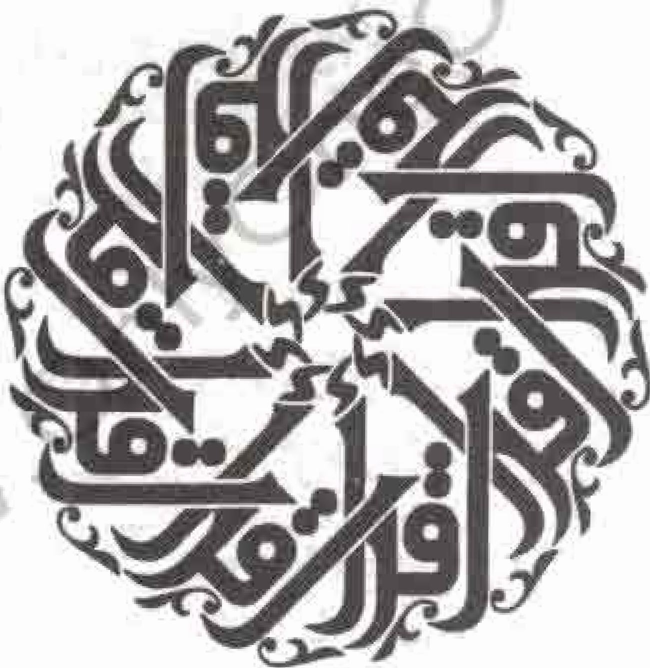
﴿سورۃ الانفال 8، آیت نمبر 65﴾

اہلِ ایمان میں یقین، عزم اور حوصلہ ایمان کی اوّلین شرط ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ بھی ان کا خاصہ ہے۔ وہ لوگ جو تقدیر اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ کسی بھی طرح کی مصیبت میں دل نہیں چھوڑتے اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اس لئے وہ ہر موقع کیلئے تیار رہتے ہیں اور اس میں سے سُرخرو ہو کر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ نیکی کے کام برضا و رغبت

کرتے ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اصحابِ کہف بادشاہ کے وقت اس غار میں داخل ہوئے اور جب طویل نیند سے بیدار ہوئے تو اس وقت بھی بت پرستی اور کفر ہر جانب پھیلا ہوا تھا اس صورتِ حال میں کچھ تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی لیکن اس کے باوجود ان کے ایمان متزلزل نہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ایسے کسی خیال یا ایسی بات کو بھی وہ ایک گناہ کبیرہ سمجھیں گے۔ بلکہ وہ تو جھوٹ موٹ میں بھی ایسا کرنے کیلئے تیار نہیں تھے۔

ایک ظالم و جابر حاکم کے سامنے ایسی مستقل مزاجی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سچے اور پکے مسلمان تھے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہر تقدیر سے اہلِ ایمان کو فائدے پہنچتے ہیں اور وہ اس میں کامیاب و سُرخرو ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب تک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نہ چاہے اس وقت تک کسی کو کسی سے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اصحابِ کہف اس حقیقت سے کماحقہٗ آگاہ تھے لہٰذا انہوں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر اپنے ایمان و یقین کو ڈگمگانے نہ دیا۔

آخری زمانے میں لوگ بت پرستی اختیار کرلیں گے اور اس کی مختلف اقسام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ وہ غلط نظریات اور فاسد عقائد کو اپنا لیں گے۔ اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سچے مسلمانوں کو ہر حال میں عزم اور مستقل مزاجی سے اپنے عقیدے پر ڈٹے رہنا چاہیے۔ انہیں جابرانہ نظام اور دباؤ کے زمانے میں کسی صورت بھی باطل کے سامنے نہیں جھکنا چاہیے۔



سورۃ الکہف آیت نمبر 15:

"ہماری قوم نے اللہ کے سوا اور معبود ٹھہرا لیے۔ وہ ان پر کوئی کھلی سند کیوں نہیں لاتے۔ پھر اس سے بڑھ کر کون گنہگار ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحابِ کہف نے بت پرستی میں مبتلا لوگوں کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے دین کی دعوت دی اور شرک سے باز آنے کو کہا۔ انہوں نے ان سے کہا کہ اگر وہ سچے ہیں تو اس کی کوئی واضح دلیل، سند یا نشانی پیش کریں۔ جب وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے تو اصحابِ کہف نے ان بت پرستوں کو گمراہ اور جھوٹا کہا۔

آج مسلمان ایسے تمام بُت پرستوں اور مشرکوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر وہ سچے ہیں تو اس کا کوئی ٹھوس اور واضح ثبوت پیش کریں۔ آخری دور کے لوگ ڈارون کی تقلید میں ہے اور اتفاقات کی بت پرستی میں مبتلا ہیں۔

ڈارون ازم کے مطابق اس کائنات کا کوئی مقصد نہیں ہے یہ ایک اتفاق اور حادثے کا نتیجہ ہے اور اس میں وہی چیزیں بقا پاتی ہیں جو اس کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔ وہ انواع ارتقائی منازل طے کرتی ہیں جو اس کی ماحولیاتی ضروریات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوجاتی

ہیں۔ یہ لادینی نظریہ تصادم اور تشدد کو ہوا دیتا ہے۔ درحقیقت اس نظریے کی حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ ڈارون اور اس کے پیروکاروں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کے قوانین سے انکار کیا اور ان کے خلاف عمل کیا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ عظیم ہے طاقتور ہے اور اسی نے ہر چیز کو تخلیق فرمایا ہے۔

اپنے کھوکھلے دعووں کو تقویت دینے کیلئے انہوں نے دھوکے، فریب اور جھوٹ پر مبنی تاویلوں کے ساتھ ساتھ نقلی ثبوت بھی پیش کیے۔ ڈارون ازم کی تاریخ اس طرح کی فریب کاریوں اور دھوکہ بازیوں سے پُر ہے۔ مصنوعی کھوپڑی جسے انسانوں کا جدِ امجد بنا کر پیش کیا گیا اسی سلسلے کی کڑی ہے اسے Piltdown man کا نام دیا گیا۔ اس حوالے سے انہوں نے اس Nebraska man کو انواع کے ارتقائی سفر میں ایک اہم کڑی قرار دیا اور آرگینزم کی ایمبریونک ترقی کے مراحل، خصوصیات کے ارتقاء اور Archaeoraptor یعنی نقلی ڈائنوسار پرندے کا سہارا لیا۔ ڈارون ازم میں شہادتوں کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے اور تصوراتی اشکال اور مناظر سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انسان موجودہ شکل میں کئی ارتقائی منازل طے کر کے پہنچا ہے اور نیز یہ کہ انسان شروع ہی سے اس احسن و اکمل شکل میں نہیں تھا۔

ڈارون ازم بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سائنسی حقائق کو توڑنے موڑنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ لہٰذا اس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ آخری دور کے مسلمانوں کیلئے ڈارون ازم کا لادینی اور مادی نظریہ ایک چیلنج ہے۔ آج کے مسلمان، اصحابِ کہف کی مانند ڈارون ازم کے پیروکاروں سے ثبوت اور سند طلب کر رہے ہیں۔ جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور اس کائنات کو ایک اتفاق تسلیم کرتے ہوئے اسے ثابت کرنے میں کوشاں ہیں۔ نیز وہ مزید جھوٹ اور فریب سے کام لیتے ہیں۔ لیکن اپنے دعووں کو سچ ثابت کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی واضح اور ٹھوس ثبوت نہیں ہے۔

ڈارون کا یہ دعویٰ کہ دنیا کی ہر چیز کسی اتفاق اور حادثے کا نتیجہ ہے، درحقیقت خالقِ کون ومکان پر ایک بہتان سے کم نہیں ہے۔ سورۃ الکہف کا یہ بیان کہ ''اس سے زیادہ گناہ اور کون کر سکتا ہے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے خلاف جھوٹ گھڑتا ہے'' اس گناہ اور غلط روش کی جانب اشارہ ہے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 16:

"اور جب تم نے ان سے اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کنارا کر لیا تو اب جا بیٹھو اس غار میں اور تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور اس صورتِ حال کو تمہارے حق میں بہتر کر دے۔"

اس آیت میں ہے کہ اصحابِ کہف نے کافروں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ان کے نظریات اور افکار سے الگ ہو گئے۔ اس سے مومنوں اور کفار کے درمیان نظریاتی تصادم کا آغاز ہوا اور انہوں نے دباؤ کی حکمتِ عملی اختیار کر لی۔

کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر انہوں نے ان سے مکمل طور پر الگ اور دُور ہو جانے کا فیصلہ کیا اور ان کے ساتھ تمام روابط منقطع کر کے غار میں آ کر پناہ گزین ہو گئے۔ اس دورانیے میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت ان پر گھٹا بن کے برسنے لگی اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کئی پہلوؤں سے ان کی مشکلات آسان فرما دیں۔

ان میں سب سے بڑی رحمت یہ تھی کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انہیں کفار کے منفی ہتھکنڈوں سے محفوظ کر لیا۔

لادین معاشرے فطری طور پر مسلمانوں کی مقدس اقدار کو پامال کرتے ہیں۔ وہ ان

کے عقائد اور عبادات کا تمسخر اُڑاتے ہیں اور ان کی توہین کرتے ہیں۔

ان وجوہات کی بنا پر مسلمانوں کو کفار سے الگ کرنا ایک نعمت ہے اور آرام ہے۔ اس سے انہیں عداوت کا سامنا کرنے کے برعکس عبادت کے زیادہ مواقع ملتے ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ انہیں اپنی شخصیت کی تعمیر اور مزید علم کے حصول کا موقع ملے گا۔ اور یہ سب کچھ انہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فراہم کرتا ہے اس طرح ان میں باہمی تعاون کو فروغ ملتا ہے وہ ایک دوسرے کی اچھی طرح مدد کر سکتے ہیں۔ عمدہ طریقے سے اپنی زندگیاں بسر کر سکتے ہیں اور قرآنی احکامات پر پوری طرح عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔



سورۃ الکہف آیت نمبر 17:

"اور تم نے دیکھا کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دُور دائیں طرف کو جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان کے پیچھے سے بائیں طرف جاتا ہے اور وہ اس کے کھلے حصے میں ہیں۔ یہ اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ اللہ جسے ہدایت دیتا ہے وہ صحیح طور پر ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جسے گمراہ کرتا ہے تم دیکھو گے کہ پھر اس کی صحیح سمت رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں سورج کی روشنی کو طلوع و غروب کے وقت داخل ہونا چاہیے تاکہ گھر کے مکین اس کی روشنی سے استفادہ کر سکیں۔ نیز اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ گھروں کو کشادہ اور ہوادار ہونا چاہیے تاکہ ان میں رہنے سے سکون و راحت محسوس ہو۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو سکے مسلمانوں کو اپنے گھر کشادہ، ہوا دار، روشن اور آرام دہ بنانے چاہئیں۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہدایت خاص اہمیت رکھتی ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جسے ہدایت دیتا ہے وہی فلاح پاتا ہے اور جسے ہدایت نہیں دیتا وہ مصائب و آلام میں گرفتار رہتا ہے۔ سورۂ کہف میں ہے کہ جو لوگ دوسروں کو تبلیغ کرتے ہیں انہیں یہ کام صدقِ دل، خلوص نیت، سکون اور صبر و تحمل سے جاری رکھنا چاہیے اور انہیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ دولتِ ایمان عطا کرنا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا کام ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''دین کے معاملے میں کوئی ابہام نہیں، صحیح ہدایت گمراہی سے پاک اور ممتاز ہے۔ جو کوئی جھوٹی باتوں کو چھوڑ کر اللہ پر ایمان لاتا ہے اور پھر سختی سے اس پر قائم رہتا ہے اور پھر اللہ اسے کبھی نہیں چھوڑتا (تنہا)، بیشک اللہ سننے، جاننے والا ہے۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 256﴾

اگر وہ لوگ جنہیں ایمان کی دعوت دی جاتی ہے اس سے انکار کرتے ہیں اور قبول کرنے میں ہچکچاتے ہیں تو اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ تبلیغ کرنے والے کو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور دوسروں پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہیے کہ وہ بہر صورت ان کی بات مان لیں۔ پکارنے والے کا کام پکارنا ہے اگر کوئی اس کی پکار پر کان نہیں دھرتا تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہے اس کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ اس کی پکار ہر کان تک پہنچے اور ہر سماعت میں اس کے الفاظ داخل ہوں اگر سننے والے کا دماغ اسے قبول کرے تو ٹھیک ورنہ پکارنے والے کا فرض ادا ہو گیا۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 18:

”تم نے انہیں جاگتے ہوئے سمجھا جبکہ حقیقت میں وہ سوئے ہوئے تھے۔ ہم انہیں دائیں اور بائیں کروٹ پلٹاتے رہے اور داخلی مقام پر ان کا کتا پاؤں پسارے بیٹھا تھا۔ اگر تم نیچے دیکھتے اور ان پر نظر پڑتی تو تم پلٹ کر بھاگ جاتے اور انہیں دیکھ کر تم دہشت زدہ ہو جاتے۔“

آج بھی بہت سے مسلمانوں پر گویا ایسی ہی نیند طاری ہے اور مادیت پرستوں کے نظریات کی برائی سے بالکل محفوظ ہیں۔ وہ اخلاقی انحطاط، فحاشی اور مادیت پرستی سے پاک قرآن الحکیم کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں۔

شاید اصحابِ کہف کی نیند ان کے اندرونی سکون واطمینان اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر بھروسہ واعتماد کی وجہ سے تھی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر چیز کو نپے تلے انداز میں کرتا ہے اور اس کے فیصلے اہلِ ایمان کے حق میں ہوتے ہیں۔

ترجمہ: ”اللہ کفار کو کسی طرح بھی اہلِ ایمان پر ترجیح نہیں دے گا۔“

﴿سورۃ النساء 4، آیت 141﴾

یہ تمام مومنین کیلئے ایک اچھی اور باعثِ طمانیت خبر ہے۔ یہ اس چیز کی علامت ہے کہ مسلمانوں کیلئے ہر چیز فائدہ بخش اور مثبت پہلو رکھتی ہے۔

مسلمانوں کیلئے ایک اور خوش کُن اور قابلِ اطمینان بات یہ بھی ہے کہ ان سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں کامیابی کی منزل تک پہنچائے گا۔ یہ وعدہ اس آیت میں کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اللہ نے تم میں سے ان کے ساتھ وعدہ کیا جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں کہ وہ انہیں زمین پر کامیاب کرے گا بالکل ایسے ہی جیسے ان سے پہلوں کو کامیاب کیا اور ان کیلئے ان کا دین جس سے وہ خوش ہوگا مضبوط کرے گا اور خوف کے عالم میں ان کا تحفظ کرے گا، وہ میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے' جو کوئی اس کے بعد ایمان نہیں لاتا تو وہی لوگ خسارے میں ہیں۔''

﴿سورۃ النور 24، آیت 55﴾

بالفاظِ دیگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے منتخب بندوں کو ہر طرح کی مشکلات اور مصائب کے باوجود تحفظ فراہم کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے مسلمان، اصحابِ کہف کی مانند بڑے سکون کے ساتھ اپنا کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ مسلمان یہ بھی جانتے ہیں کہ کوئی امر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتا اور انہیں کوئی کسی طرح بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہماری توجہ ان مومنین کی طرف دلاتا ہے جنہوں نے اس کی رضا کے آگے سرِ تسلیم خم کردیا ہے۔ وہ اس کی جانب سے ہر تقدیر کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں اور اس پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔

ترجمہ: ''آپ فرمائیں 'ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔ وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

﴿سورۃ التوبہ 9، آیت نمبر 51﴾

پوری دُنیا میں ہمیں تصادم اور انتشار نظر آتا ہے لوگ بھوک اور افلاس سے نبرد آزما ہیں اخلاقی پستی ناقابلِ بیان ہے اور اس منفی صورتِ حال سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ لوگوں کو صبر و تحمل کا درس دیا جائے اور انہیں تلقین کی جائے کہ وہ قرآنی احکامات پر عمل کریں۔

سورۂ کہف کی یہ آیت جانوروں سے محبت کا درس بھی دیتی ہے اور اس بات کی اجازت بھی کہ وہ اپنے باغ وغیرہ کی حفاظت کیلئے کتا پال سکتے ہیں۔ کتا وفادار اور انسان سے مانوس جانور ہے۔ اپنے مالک کا دم بھرتا ہے اور خطرے کی بو فوراً محسوس کر لیتا ہے۔ مسلمانوں کا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر بھروسہ ہے اور وہی ان کا محافظ ہے لیکن مسلمان ذاتی تدبیر کے طور پر کتا رکھ سکتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر توکل درست ہے لیکن پہلے اونٹ باندھ دو۔

اس آیت سے مسلمانوں کو دیگر مفید مویشی پالنے اور رکھنے کی ترغیب بھی ملتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک مثال یہاں دینا مناسب ہوگا جب ان کے سامنے عمدہ نسل کے گھوڑے پیش کیے گئے تو انہیں خوشی ہوئی اور انہوں نے گھوڑوں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''جب پیش کیے گئے آپ پر سہ پہر کو تین پاؤں پر کھڑے ہونے والے تیز رفتار گھوڑے، تو آپ نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کیلئے (پھر انہیں چلانے کا حکم دیا) یہاں تک کہ چھپ گئے پردہ کے پیچھے۔ (حکم دیا) واپس لاؤ انہیں میرے پاس؛ تو ہاتھ پھیرنے لگے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر۔''

﴿سورۃ ص 38، آیات 31 تا 33﴾



سورۃ الکہف آیت نمبر 19:

اور اسی صورتِ حال میں ہم نے ان کو جگا دیا تا کہ ایک دوسرے سے سوال کر سکیں۔ ان میں سے ایک بولا تم کتنی دیر یہاں ٹھہرے؟ وہ بولے؛ ہم ایک دن یا اس کا کچھ حصہ یہاں رہے، پھر بولے؛ تمہارا ربّ ہی خوب جانتا ہے جتنی دیر تم یہاں رہے ہو۔ اب اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر بھیجو تا کہ وہ دیکھے کہ کون سا کھانا صاف ستھرا ہے اور اس میں سے کچھ تمہارے لیے لے آئے۔ اسے نہایت خاموشی سے جانے دو تا کہ کوئی تمہارے بارے میں جان نہ سکے۔"

اس آیت میں وہ مسلمان کسی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے باہم گفتگو کرتے ہیں۔ اس آیت میں ان کی یہ گفتگو بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ اس غار میں کتنا عرصہ ٹھہرے رہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کا قیام کتنا عرصہ رہا۔ اس سے یہ بھی ظاہر

ہوتا ہے کہ جب مومن آپس میں کسی حتمی نتیجہ یا فیصلہ پر نہیں پہنچ پاتے تو وہ کہتے ہیں "اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ غیب کا علم صرف اسی کو ہے۔ لہٰذا اس بات پر الجھنا اور بحث کرنا جس کے بارے میں علم ہی نہیں اہلِ ایمان کا وطیرہ نہیں۔ نیز اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر ایمان کا تقاضا ہے کہ جو بات انسان نہیں جانتا اس کے بارے میں اپنے فیصلے تھوپنے سے گریز کرے کیونکہ اس سے انتشار کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے اس طرح کے معاملات میں سب کچھ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر چھوڑ دیں اور اس کی منشا و تقدیر پر راضی رہیں۔

اس آیت میں مومنوں کیلئے دیگر پیغامات بھی ہیں۔ اس میں پہلا پیغام یہ ہے کہ اصحاب کہف جب اپنے ساتھی کو بازار روانہ کرتے ہیں تو اسے تاکید کرتے ہیں کہ وہ دیکھ بھال کر خالص اور پاکیزہ کھانا لائے۔ صفائی کی اسلام میں بہت اہمیت ہے اور قرآن پاک کی متعدد آیات میں صفائی کا درس ملتا ہے۔

ترجمہ: "اچھی چیزیں ان کیلئے حلال اور بری چیزیں ان پر حرام ہیں۔"

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 157﴾

نیز اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اہلِ ایمان کو حکم دیتا ہے:

ترجمہ: "اپنا لباس پاک رکھو۔"

﴿سورۃ المدثر 74، آیت 4﴾

درجِ ذیل آیات میں بھی اچھی اور پاکیزہ غذا کا ذکر موجود ہے:

ترجمہ: "تو اللہ کی دی ہوئی روزی حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔"

﴿سورۃ النحل 16، آیت 114﴾

ترجمہ: "کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں دیں اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب اترے اور جس پر میرا غضب اترا بے شک وہ گرا۔"

﴿سورۃ طٰہٰ 20، آیت 81﴾

سورۃ الکہف کی آیت 19 سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ مومن شہر سے کھانا لانے کو ترجیح دیتے ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں انہیں اس کی بڑی ورائٹی ملتی ہے۔ شہروں کا ایک اور فائدہ بھی ہے کہ شہروں ہی سے دین کی دعوت کی ابتدا ہوتی ہے۔

ترجمہ: ''اور یہ ہے برکت والی کتاب کہ ہم نے اتاری تصدیق فرماتی ہے ان کتابوں کی جو پہلے تھیں اور اس لیے کہ تم ڈر سناؤ اُم البلاد (مکہ کے رہنے والوں) کو اور جو لوگ اس کے گرد ہیں اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔''

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 92﴾

سورۃ الکہف کی آیت 19 سے اہلِ ایمان کو یاد دلایا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ شرافت اور شائستگی کا مظاہرہ کریں کیونکہ یہ قرآنی اخلاقیات کا بنیادی تقاضا ہے۔

سورۃ الکہف میں اصحابِ کہف کے واقعات سے ایک اور چیز سامنے آتی ہے کہ آخری زمانے کے مسلمان کمیونزم اور فاشزم جیسے لادین اور مکارانہ نظام حکومت کے اثرات سے بچنے کیلئے اصحابِ کہف کی مانند خود کو اپنے گھروں میں مقید و پابند کرلیں گے۔ یا بالفاظِ دیگر وہ سائنس و دیگر علوم میں مہارت کی خاطر خود کو ایک عرصے تک اپنے گھروں میں لوگوں سے دُور رکھیں گے۔ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''جن لوگوں کو آخری وقت کی نشانیاں نظر آجائیں انہیں چاہیے کہ وہ اپنے ''گھروں پر قیام'' کریں۔''

﴿سنن ابوداؤد شریف﴾



سورۃ الکہف آیت نمبر 20:

”وہ لوگ اگر تمہاری خبر پالیں تو یا تو تمہیں پتھروں سے مار ڈالیں یا اپنے دین میں لوٹالیں اور پھر تو تم کبھی کامیاب نہیں ہو گے۔“

’پتھروں سے سنگسار کردیں گے‘ یہ بیان درحقیقت دہشت کی ایک شکل ہے۔ یہ روّیہ آج ان لوگوں میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے جو بے خدا نظریات کے زیر اثر ہیں۔ مثال کے طور پر کمیونزم کے حامی دہشت گرد اپنے نظام کو رائج کرنے کیلئے سرکاری افسروں اور پولیس اہلکاروں پر پتھراؤ کرتے ہیں۔ اس طرح یہ دہشت گرد حکومت اور اداروں کو کمزور کرکے، انتشار اور بدامنی پھیلا کر اپنے نظام اور نظریات کے قیام کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

ایک بار جب یہ لوگ تھوڑے بہت کامیاب ہوجاتے ہیں تو وہ لوگوں کو اپنا اور اپنے نظریات کا حامی بنانے کیلئے ان کی برین واشنگ کا کام شروع کردیتے ہیں اور اس طرح اپنے وفاداروں کی تعداد میں اضافہ کرلیتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ معاشرے میں نظریاتی تصادم کا آغاز بھی ہوجاتا ہے۔ ایسے عناصر چاہتے ہیں کہ ہر فرد حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو اور لوگ گلیوں بازاروں میں ایک دوسرے سے اُلجھ جائیں اور اس طرح بدامنی کی فضا پھیل جائے۔ اس طرح کی انارکی اور انتشار پسند تحریکوں سے کبھی بھی مثبت نتائج برآمد نہیں ہوتے

اور ان کے پیروکار کسی طور اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہوتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ”اور وہ جو اللہ کا عہد اس کے پکا ہونے کے بعد توڑتے اور جس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا اسے قطع کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کا حصہ لعنت ہی ہے اور ان کا نصیبہ برا گھر۔“

﴿سورۃ الرعد 13، آیت نمبر 25﴾

لہٰذا اس تناظر میں اختتامی دور کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان خون آلود نظریات سے اپنا دامن بچا کر رکھیں جو دنیا میں برائی اور فساد کے ذمہ دار ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بھی میل جول نہ رکھیں جو دوسروں کو گمراہ اور خراب کرتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ لادینی نظریات سے ہرگز متاثر نہ ہوں اور ان تحریکوں میں شمولیت سے گریز کریں۔



سورۃ الکہف آیت نمبر 21:

''اور اسی طرح ہم نے ان کی خبر غیر متوقع انداز میں ظاہر کر دی تا کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں شک نہیں۔ جب وہ ان کے معاملہ پر آپس میں جھگڑ رہے تھے کہنے لگے' غار کے آگے ایک دیوار تعمیر کروان کا حال ان کا رب خوب جانتا ہے مگر جو لوگ معاملہ فہم تھے بولے ہم ان کی جگہ پر عبادت گاہ تعمیر کریں گے۔''

اس آیت میں اختتامِ زماں کی واضح نشانیاں ہیں اور اس سے قربِ قیامت کے آثار نظر آتے ہیں۔ اصحابِ کہف کی دریافت ایک خوش کن امر ہے کہ وہ لوگ جو الگ تھلگ زندگی بسر کر رہے تھے ایک دن دوسروں سے آن ملے۔ یعنی اگر لوگ الگ بھی رہیں گے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جب چاہے گا انہیں دوسروں سے ملا دے گا اس حقیقت کو درج ذیل آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''بھلائی کے کام میں ایک دوسرے سے آگے نکلو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو

اللہ تمہیں اکٹھا کر دے گا۔ بے شک اللہ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔"

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 148﴾

آیتِ مذکورہ میں یہ بیان بھی ہے کہ جہاں اصحابِ کہف موجود تھے وہاں ایک عبادت گاہ بنانے کا فیصلہ بھی کیا گیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے مقامات پر جہاں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے نیک بندے اپنی زندگیاں بسر کریں عبادت گاہیں تعمیر کی جا سکتی ہیں تاکہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے ان صالح اور منتخب بندوں کی یادیں تازہ رہیں۔ نیز ایسے مقامات علم و عرفان کے مراکز اور عظیم عبادت گاہیں بن سکتے ہیں۔ اس سے اچھے نظریات پھیلیں گے اور لوگوں کی کردار سازی میں مدد ملے گی۔ نیز ایسے مقامات اہلِ ایمان کے ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے کا ذریعہ بن جائیں گے اور وہ مل کر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو یاد کر سکیں گے۔

قرآنِ پاک میں ایسے کئی پاکیزہ مقامات اور عبادت گاہوں کا تذکرہ ہے جہاں صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ چند آیات حسب ذیل ہیں:

ترجمہ: "وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا، بے شک وہ ضرور قدرت والا غالب ہے۔"

﴿سورۃ الحج 22، آیت نمبر 40﴾

ترجمہ: "تمام مساجد اللہ کی ہیں لہٰذا ان میں اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو۔"

﴿سورۃ الجن 72، آیت 18﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 22:

"وہ کہیں گے، وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا' اور یہ بھی کہیں گے' وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا' ان دیکھے امر کے بارے میں اندازے لگائیں گے اور یہ بھی کہیں گے' وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا' تو کہئے کہ' میرا رب ہی ان کی تعداد خوب جانتا ہے۔ ان کے بارے میں صرف چند لوگ ہی صحیح جانتے ہیں لہٰذا ان کے معاملہ میں بحث میں مت اُلجھو لیکن وہ بات کرو جس کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہو۔ ان کے حال اور ان کے بارے میں نظریات قائم کرنے سے بچو۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ ازاں بعد آپس میں یہ بحث کر رہے تھے کہ ان کی تعداد در حقیقت کیا تھی۔ اس سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ اس بات کا علم صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو ہے اور ان منتخب لوگوں کو ہے جنہیں وہ اپنے علم غیب میں سے تھوڑا بہت بتاتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کی یہ بحث علم غیب کے حوالے سے ہے اور وہ اس چیز پر دلائل دے رہے ہیں جس کا انہوں نے مشاہدہ کیا ہی نہیں۔ علم غیب صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو

ہے اس لئے لوگوں کی یہ بحث بے معنی ہے۔ قرآنِ پاک کی آیات میں اس کی مزید وضاحت بھی موجود ہے۔

ترجمہ: ''اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لائے اور اب وہ اسے کیونکر پائیں اتنی دُور جگہ سے۔ ایک غیبی چیز پر دُور سے نشانہ لگانا۔ اور روک کر دی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں جیسے ان سے پہلے کے گروہوں سے کیا گیا تھا بے شک وہ بھی دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے۔''

﴿سورۃ سبا 34، آیت نمبر 52 تا 54﴾

تمام مسلمانوں کو اس طرح کے اندازے لگانے سے گریز کرنا چاہیے اور جس چیز کے بارے میں انہیں علم نہیں ہے انہیں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ''اللہ ہی بہتر جانتا ہے'' اور ان کا ردِ عمل اس طرح ہونا چاہیے:

ترجمہ: ''تو جانتا ہے کہ میرے دل میں کیا ہے لیکن میں تمہارے بارے میں نہیں جانتا تو تمام غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔''

﴿سورۃ المائدہ 5، آیت 116﴾

قرآنِ پاک کی کئی آیات میں آیا ہے کہ علم غیب صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو ہے اسی حوالے سے حسبِ ذیل آیت بھی ملاحظہ کیجیے!

ترجمہ: ''اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔''

﴿سورۃ الانعام 5، آیت نمبر 59﴾

جو لوگ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں اور جہالت کی آغوش میں بیٹھ کر فضول بحث میں الجھتے ہیں ان کی باتوں کی کچھ اہمیت نہیں ہے۔

ترجمہ: ''اس بات میں نہ اُلجھو جس کا تمہیں علم نہیں، سماعت، بصارت اور قلوب سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

﴿سورۃ بنی اسرائیل 17، آیت 36﴾

اس سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ لوگوں کو سنی سنائی باتوں سے گریز کرنا چاہیے اوران پر بحث میں نہیں پڑنا چاہیے۔

''ان کے بارے میں صحیح علم رکھنے والے چند ہیں'' اس سے اشارہ ملتا ہے کہ چند لوگوں کے پاس یہ علم ہوسکتا ہے مثال کے طور پر اس طرح کی ایک شخصیت حضرت خضر علیہ السلام کی ہوسکتی ہے جن کے معجزانہ حالات کو ہم مختصر طور پر بیان کریں گے۔ ان کے حالات کی دریافت سے یہ بھی امکان موجود ہے کہ ان کے شاگردوں کو بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا ومنشا سے اس طرح کا علم حاصل ہو۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب کی بعض خبریں اور معلومات اپنے پیغمبروں کو دیتا ہے۔

ترجمہ: ''وہی ہے علم غیب کا جاننے والا اور وہ اپنے اس پیغمبر کے علاوہ جس سے وہ خوش اور راضی ہو کسی اور کو یہ علم نہیں دیتا وہ اسے آنے والی گزشتہ خبریں دیتا ہے۔''

﴿سورۃ الجن 72، آیت 26 تا 27﴾

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا کچھ علم دیا اور فرمایا:

ترجمہ: ''(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ غیب کی خبر ہے جو ہم نے تم پر نازل کی۔ جب انہوں نے یہ منصوبہ بنایا اور اس کی منصوبہ بندی کی تو آپ ان کے ساتھ نہیں تھے۔''

﴿سورۂ یوسف 12، آیت 102﴾

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دی۔

ترجمہ: ''فرمایا گیا اے نُوح (علیہ السلام)! کشتی سے اُتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر، اور کچھ گروہ ہیں جنہیں ہم دنیا برتنے دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی

کرتے ہیں انہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم اس سے پہلے، تو صبر کرو
بے شک بھلا انجام پرہیز گاروں کا۔"

﴿سورۂ ہود 11، آیات 48 تا 49﴾

سورۂ کہف کی آیت 22 اس بات کو بڑے مدلل انداز میں بیان کرتی ہے کہ ماسوا ان باتوں کے جن کا تمہیں کافی علم ہو دیگر معاملات میں بحث و تمحیص سے گریز کرو۔ دوسروں کے ساتھ بات چیت یا بحث کرتے وقت مومنوں کو قرآن کا حوالہ دینا چاہیے اور اپنی بات میں قرآن کی آیات کو مدِ نظر رکھنا چاہیے۔

جبکہ وہ لوگ جو مذہب کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اہلِ ایمان اور مذہب کے خلاف باتیں کرتے ہیں اور فساد کا باعث بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "صرف بحث برائے بحث کیلئے"

﴿سورۃ الزخرف 43، آیت 58﴾

یعنی کفار غلط دلائل پر بضد ہوتے ہیں کیونکہ وہ "جھگڑالو لوگ" ہیں جن کی فطرت میں خواہ مخواہ الجھنا اور فضول بحث کرنا ہے۔ یہ لوگ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس لئے اہلِ ایمان کو ان سے فاصلے پر رہنا چاہیے اور اس روّیے ورد ِعمل کا اظہار کرنا چاہیے جس سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو۔

اس کیلئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ایک مثال کے ذریعے مومنوں کو سمجھاتا ہے کہ انہیں کفار کے ساتھ کس طرح بولنا چاہیے:

ترجمہ: "تو اسی کیلئے بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلو، اور کہیے میں اس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے نازل کی اور مجھے تمہارے درمیان انصاف کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا ربّ ہے۔ ہمارے لئے ہمارا اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی بحث نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا۔ آخر ہمیں اسی کی جانب لوٹنا ہے۔"

﴿سورۃ الشوریٰ 42، آیت 15﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 22 میں آخر پر "ان کے حال اور ان کے بارے میں

نظریات قائم کرنے سے بچو'' سے واضح ہے کہ اہلِ ایمان کو قرآنی معلومات کے علاوہ از خود نتائج و نظریات اخذ کرنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ غیب کا علم صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کو ہے۔ لوگوں کے غلط مشاہدات، ادھورے علم اور تحریف شدہ باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ لہٰذا اس طرح کی معلومات کو مصدقہ تسلیم کرنے کی ممانعت ہے۔



سورۃ الکہف آیت نمبر 23:

"اور کسی کام کے بارے میں کبھی مت کہنا کہ
'میں اُسے کل کروں گا'۔"

جو لوگ تقدیر کو بھول چکے ہیں ان کی زندگیاں آنے والے کل، آنے والے ماہ اور آنے والے سال اور ریٹائرمنٹ کے بعد کی منصوبہ بندی کی نذر ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگ اپنی ملازمت اور کیرئیر کے حوالے سے منصوبہ بندی کرتے ہیں یا یہ کہ جب ان کے بچوں کی شادیاں ہو جائیں گی تو اس کے بعد وہ کیا کریں گے یا وہ کس طریقے سے جائیداد اور بینک بیلنس بنائیں گے۔ اس آیت میں تمام انسانوں کیلئے ایک اعلان، ایک پکار اور ایک پیغام ہے کہ وہ سب نہیں جانتے کہ آنے والے کل ان کے ساتھ کیا ہوگا۔

وہ لوگ جو اپنی زندگیوں کی منصوبہ بندی کرتے ہیں درحقیقت اپنی تقدیر سے بے خبر ہیں کیونکہ ہر شخص کی تقدیر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مقرر کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جو کچھ ایک شخص کے کل کے بارے میں لکھ دیا ہے وہ اس کے باوجود کہ اس شخص نے کل کی منصوبہ بندی کی ہے یا نہیں جو کچھ مقرر ہے اور جو ہونا ہے وہ تو ہر حال میں ہو کر رہے گا۔ اسی حقیقت کو درج ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: "اور تم کسی کام میں ہو اور اس کی طرف سے کچھ قرآن پڑھو اور تم لوگ

کوئی کام کرو ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس کو شروع کرتے ہو اور
تمہارے رب سے ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں
اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں جو ایک روشن
کتاب میں نہ ہو۔"

﴿سورۂ یونس 10، آیت نمبر 61﴾

تقدیر سے مراد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا علم ہے جو ماضی اور مستقبل کے واقعات پر مشتمل ہے۔ بہت سے لوگ پوچھتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو اس بات کا کیسے علم ہو سکتا ہے کہ ہمارے ساتھ کیا پیش آئے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ وقت اور مقام کا پابند نہیں وہ مالکِ لامکاں ولازماں ہے اور مکاں وزماں کی شرائط سے آزاد ہے۔ وقت اس کا غلام ہے۔ وقت اور مکان اس کے تخلیق کردہ ہیں۔ ہم جسے ماضی کہتے ہیں، جو حال ہوتا ہے یا جسے ہم مستقبل کہتے ہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کیلئے سب برابر ہیں اور وقت کی زمام اس کے اختیار میں ہے۔ گردشِ لیل ونہار اس کے اختیار میں ہے۔ آفتاب اور مہتاب اسی کے اشارے کے محتاج ہیں۔ جس طرح ہم ایک پیمانے پر بنے ہوئے نشانات، اس کے وسط اور اختتام سے آگاہ ہیں اسی طرح اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے وجود اور وقت کو مجموعی طور پر دیکھتا ہے۔ انسان اس قدر ایک پیالے کے اندر نہیں دیکھ سکتا جس قدر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پوری کائنات کو دیکھ سکتا ہے۔ کائنات کا آغاز اور انجام اس کے سامنے ہے۔ وہ ابتداء اور انتہاء کو جاننے والا ہے۔ ہم تو محض ایک معمولی سے حصے کو محسوس کر سکتے ہیں اور اسی کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن ازل سے ابد تک ہر چیز اس کے سامنے ہے۔ انسان تو لاکھوں برس میں ان تاروں تک نہیں پہنچ سکتا جہاں اس کی نظر پہنچتی ہے اور یہ تو انسانی نظر ہے اور جہاں انسانی نظر بھی بے بس ہو کر رہ جاتی ہے جہاں اس کی دوربین کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں وہاں سے بھی آگے لامحدود وسعتیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے پیش نظر ہیں۔ کنویں کے سو سالہ مینڈک کیلئے کنویں کا محیط ہی کُل کائنات ہے اور چڑیا کے چند روزہ بچے کیلئے کائنات کا مفہوم کنویں کے محیط سے کہیں زیادہ ہے۔ ایک ڈرائیور وادی کی پہنائیوں اور نشیب وفراز کی بھول بھلیوں پر پوری نگاہ نہیں رکھ سکتا لیکن اسی وادی میں کسی بلند پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہوا شخص اس راستے کے سارے پیچ وخم پر نظر رکھ سکتا ہے۔ ہماری زندگی ابتدا سے انتہا تک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سامنے ہے اور جب وقت آتا ہے تو انسان کو اس تقدیر سے دوچار

ہونا پڑتا ہے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کیلئے لکھ چھوڑی ہے۔

اس لئے انسان کا کوئی یقینی دعویٰ کرنا کہ ایسا ضرور ہوگا تقدیر سے لاعلمی ہے اور یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔ انسان کا دعویٰ غلط ہوسکتا ہے اور اس کا انجام بدترین اور خسارے پر مبنی ہوسکتا ہے۔ یہ بات درج ذیل آیۂ کریمہ سے بھی بخوبی واضح ہے:

ترجمہ: ''تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی مزدوری انہیں بھرپور دے کر اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔''

﴿سورۃ النساء 4، آیت نمبر 173﴾



سورۃ الکہف آیت نمبر 24:

"مگر یہ کہ اللہ چاہے، اور جب اپنے رب کو بھول جاؤ تو اسے یاد کرو اور کہو امید ہے کہ میرا رب مجھے نیکی کی زیادہ نزدیکی راہ دکھلائے۔"

جب اہلِ ایمان کوئی بات بھول جاتے ہیں تو انہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے کہ یاد کرنے کا یہی واحد مثبت طریقہ ہے۔ اگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس بات کو اس شخص کیلئے بہتر جانتا ہے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا نام ذکر کرنے سے اسے اپنی بھولی ہوئی بات یاد آ جائے گی۔ لیکن یہ توفیق بھی رضائے الٰہی سے ملتی ہے یعنی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو یاد کرنا بھی اسی کیلئے ممکن ہوگا جس کیلئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ خود چاہتا ہے کیونکہ انسان کو فائدہ دینا اسی کے اختیار میں ہے۔

اس کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے کہ وہ ایک قریبی فتح کیلئے دعا کریں۔ ہماری زندگیوں میں کامیابی طویل دورانیے میں بھی حاصل ہوتی ہے اور مختصر وقت میں بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ بعض اوقات لوگ طویل مدت تک ایک کام پر محنت و ریاضت کرتے ہیں اور کامیابی کا آسان ذریعہ اور مختصر راستہ ان کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں ضروری ہے کہ لمبے عرصے کی ریاضت اور محنت کے دوران عزم و استقامت اور صبر و تحمل برقرار رہے۔ طویل اور صبر آزما دورانیے کیلئے اعلیٰ تعلیم و تربیت کی

ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم اہلِ ایمان مختصر دورانیے میں کامیابی کیلئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور دعا کر سکتے ہیں۔ اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلوص دل سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

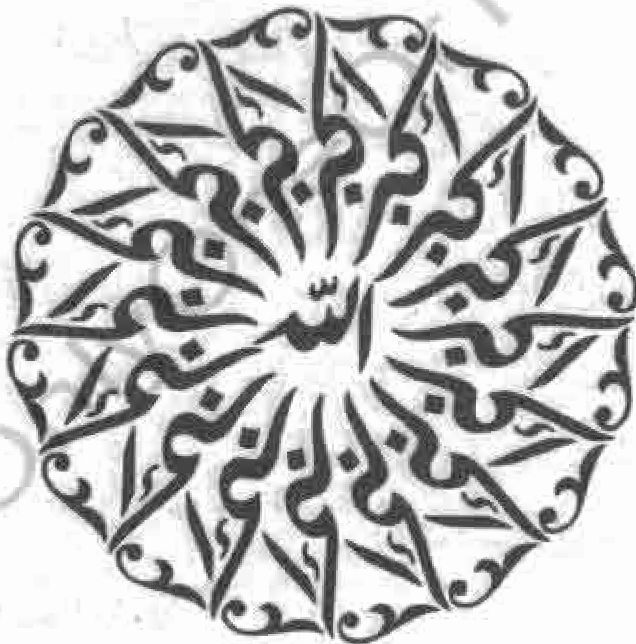
ترجمہ: ''میری کامیابی صرف اللہ کے ساتھ ہے مجھے اسی پر بھروسہ ہے اور میں اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔''

﴿سورۂ ھود 11، آیت 88﴾

وہ لوگ جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر چیز کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے اور وہ ہر وقت اسی کی مدد کی توقع رکھتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلاتا ہے کہ صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کسی کو آسان کامیابی فراہم کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ''ہم آپ کو آسان طریقے سے آسانیاں فراہم کریں گے۔''

﴿سورۃ الاعلیٰ 87، آیت 8﴾



سورۃ الکہف آیت نمبر 26-25:

"اور انہیں غار میں تین سو برس اور اس سے اوپر بھی نو سال، عرصہ گذرا، تو کہیے اللہ خوب جانتا ہے جتنا عرصہ وہ وہاں رہے۔ اسی کے پاس ہیں چھپے بھید آسمان اور زمین کے، کیا خوب دیکھتا اور سنتا ہے۔ اس کے سوا ان کا کوئی محافظ نہیں اور نہ وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک کرتا ہے۔"

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب کہف 300 برس اس غار میں رہے اور اس عرصے میں مزید 9 برس کا اضافہ کیا گیا اس طرح غار کے اندران کے عالمِ خواب کا زمانہ 309 برس پر محیط ہے۔

اسی طرح آیت نمبر 26 میں آتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ حاکمِ مطلق اور خالقِ کل ہے اور زمین و آسمان میں ہر چیز وہی تخلیق کرتا ہے۔ اس بات کی شہادت ان آیات سے بھی ملتی ہے۔

ترجمہ: "اور اللہ ہی کیلئے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کا رجوع ہے تو اس کی عبادت کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور

تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔"

﴿سورۃ ھود 11، آیت نمبر 123﴾

ترجمہ: "اللہ ہی معبودِ برحق ہے اس کے سوا تو کوئی معبود ہے ہی نہیں۔ وہی ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔ اُسے نہ تو اُونگھ ہی آتی ہے اور نہ نیند۔ ہر چیز اسی کی ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کرے۔ جو لوگوں کے رُوبرو ہو رہا ہے اور جو ان کے پیچھے ہو چکا ہے، وہ سب اللہ کو خوب معلوم ہے اور وہ اللہ کے علم میں سے ذرہ برابر بھی کسی چیز پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہے، اسی کی بادشاہی (اور علم) آسمانوں اور زمین میں سب پر حاوی ہے اور اللہ کو ان کی حفاظت کوئی دشوار نہیں، وہ بڑا عالی مرتبہ اور جلیل القدر ہے۔"

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 255﴾

جس طرح خالق، مخلوق کا محتاج نہیں ہوتا؛ اس طرح اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ وقت کا خالق ہے اور وقت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے تابع فرمان ہے۔ انسانی زندگی کے لاکھوں کروڑوں سال اس کے سامنے ذرّہ بھر اہمیت نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ سب اس کے سامنے ایک لمحے سے زیادہ نہیں۔ اس دنیا کے لاکھوں ہاتھی اس کے سامنے ایک چیونٹی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز سے بے نیاز و بے پروا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے خواہ وہ چیز کہیں بھی کسی بھی فاصلے پر؛ کسی بھی زمانے، ماضی، حال یا مستقبل سے متعلق ہو۔ وہ اسے اچھی طرح دیکھتا اور جانتا ہے۔ وہ اسے ہر پہلو سے ہر سمت یا بغیر سمت سے دیکھ سکتا ہے۔ وہ آواز کے تمام پہلوؤں سے آگاہ ہے اور جو ہم جانتے ہیں۔ جو ساری دنیا کے انسان جانتے ہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان سے بدرجہا بہتر جاننے والا ہے جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے:

ترجمہ: "میرا رب جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو اور وہی ہے سب سنتا سب جانتا۔"

﴿سورۃ الانبیاء 21، آیت نمبر 4﴾

ہر انسان وقت اور مقام کا پابند ہے وہ اس وقت تک غیب کی کسی بات کو نہیں جان سکتا جب تک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اسے آگاہ نہیں کرتا۔ صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جو وقت اور مقام کا خالق ہے، زمان ومکان کا مختار ہے وہ ماضی، حال اور مستقبل کی ہر چیز مکمل طور پر دیکھ اور سن سکتا ہے۔ وہ لامحدود ماضی اور لامحدود مستقبل کے وقت، تاریخ، واقعات، مادے، تقدیر اور ہر جاندار اور بے جان چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ہے:

ترجمہ: ''اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب، پس جس طرف بھی تم رُخ کرو گے اسی طرف اللہ کی ذات ہے؛ بلاشبہ اللہ کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں، اسی طرح اس کے علم کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 115﴾

وہ ہر ذی رُوح کا واحد پاسبان اور معین ومددگار ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ انسان درحقیقت بے بس ہے اور اسی وجہ سے ہر وقت مشکلات سے دوچار رہتا ہے اور مادی و روحانی تکالیف سے بچنے کا واحد ذریعہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی پناہ ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارا واحد کارساز، رفیق اور محافظ ہے۔ اس صداقت کا اظہار اس آیت سے بخوبی ہوجاتا ہے۔

ترجمہ: ''کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ زمین وآسمان کی بادشاہت اللہ ہی کو زیبا ہے اور اس کے سوا تمہارا کوئی محافظ نہیں اور کوئی معین ومددگار نہیں۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 106 تا 107﴾

ترجمہ: ''بے شک اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت، جلاتا ہے مارتا ہے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی والی اور نہ مددگار۔''

﴿سورۃ التوبہ 9، آیت 116﴾

ترجمہ: ''بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو، کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں، آپ فرمائیے کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤ چلو اور مجھے مہلت نہ دو،

بے شک میرا والی اللہ ہے، جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد کریں۔"

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 194 تا 197﴾

آیت 26 سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا کوئی شریک یا ساجھی نہیں ہے اور اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔ وہ تمام جہات، زماں، مکاں، لازماں، لامکاں، صوت ولاصوت کا حاکم مطلق اور مختار واحد ہے۔ ان سب چیزوں کا مالک بھی وہی ہے جنہیں ہم جانتے تک نہیں ہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور ایسا سوچنا بھی گناہ ہے جیسا کہ سورۃ اخلاص جسے سورۃ توحید بھی کہتے ہیں سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے۔

ترجمہ: "کہہ دیجیے اللہ ایک ہے! اللہ بے نیاز ہے! نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ (یعنی نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا) اور کوئی اس کا ثانی وہمسر نہیں!"

﴿سورۃ الاخلاص 112، آیات 1 تا 4﴾



سورۃ الکہف آیت نمبر 27:

"اور پڑھ جو تجھ کو تیرے رب کی کتاب سے وحی ہوئی، اس کی باتیں کوئی نہیں بدل سکتا اور تو اس کے سوا کہیں پناہ نہ پائے گا۔"

سب سے قابلِ اعتماد ذریعہ جس سے ہم دینِ برحق سیکھ سکتے ہیں وہ قرآنِ حکیم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا کلام ہے۔ قرآن میں ہر وہ بات موجود ہے جس کی انسانیت کو ضرورت ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور خالق سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ اس آیت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نبی کریم ﷺ کو تلاوتِ کلامِ مجید کا حکم فرماتا ہے۔

مزید آگے چل کر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی آیات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ قرآن سے واضح ہوتا ہے کہ اس سے قبل تمام الہامی کتب میں لوگوں نے اپنے مقاصد اور دنیاوی مفادات کی خاطر تحریف اور ردوبدل کا ارتکاب کیا۔ آیات میں اپنی مرضی کے مطابق کمی وبیشی کی۔ جہاں مفاد نظر آیا کوئی بات گھٹا دی یا اپنی طرف سے اس میں اضافہ کر دیا۔ لیکن قرآنِ مجید فرقانِ حمید کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

ترجمہ: "ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔"

﴿سورۃ الحجر 15، آیت 9﴾

اس حقیقت کو درج ذیل آیات میں بھی بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے سنتا جانتا۔''

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 115﴾

ترجمہ: ''اس کے آگے اور پیچھے سے جھوٹ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ اس کی طرف سے نازل شدہ ہے جو عبادت کے لائق اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

﴿سورۃ حٰمٓ السجدہ 41، آیت 42﴾

اور یہ بیان کہ ''اس کی باتیں کوئی نہیں بدل سکتا اور تو اس کے سوا کہیں پناہ نہ پائے گا'' اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ وہ لوگ جو دوسروں کو اپنا ملجا و ماویٰ بنا لیتے ہیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی لامحدود قوتوں سے انکار کرتے ہیں شدید ترین غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو اپنا مددگار و معین سمجھ لیتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ مشکل کی گھڑیوں میں وہ ان کی مدد کریں گے۔ لیکن شاید وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جن کو وہ اپنا حامی و ناصر سمجھ رہے ہیں وہ بھی ان کی مانند اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ دو ہاتھ اور دو پیروں والے انسان ہی ہیں۔ وہ بھی انسانی ضروریات سے مبرا نہیں۔ انہیں بھوک لگتی ہے۔ بیمار بھی ہوتے ہیں۔ چوٹ لگتی ہے تو درد محسوس کرتے ہیں۔ زخم آتا ہے تو اس سے خون بہتا ہے۔ لہٰذا ان بے بس انسانوں کی پناہ لینا گناہ کی بات ہے۔ یہ لوگ بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مرضی سے حرکت کرتے ہیں اور اگر کسی کو کچھ طاقت ملتی ہے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ کسی کی ذاتی لیاقت یا قابلیت نہیں اور نہ کوئی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سامنے دَم مار سکتا ہے۔ ہر چیز جو متحرک ہے، جو بڑھتی ہے جو نمو پاتی ہے صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا سے ایسا کرتی ہے:

ترجمہ: ''بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو، کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں، آپ

فرمائیے کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤ چلو اور مجھے مہلت نہ دو، بے شک میرا اولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔"

﴿سورۃ الاعراف 7، آیات 194 تا 197﴾

ان آیات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ بعض لوگ جن انسانوں کو اپنا محافظ سمجھ لیتے ہیں وہ تو خود اپنی حفاظت کیلئے بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے محتاج ہیں اور اگر کسی کو کچھ طاقت ملتی ہے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ وہ کسی کو کسی مشکل، مصیبت اور بیماری سے نجات نہیں دلا سکتے۔ انسان ایک دوسرے کے کام آتا ہے۔ مشکل وقت میں سہارا بنتا ہے۔ معالج انسان، بیمار انسان کا علاج کرتا ہے لیکن کوئی بھی انسان یہ دعویٰ نہیں کرتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسے دوسروں کا ذمہ دار بنا دیا ہے اور ان لوگوں کو چاہیے کہ وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے علاوہ اس کی اطاعت کریں اور اس کے بھی گن گائیں۔ دولت و ثروت، قد و قامت، رنگ و نسل کوئی برتری کا معیار نہیں۔ سب انسان برابر ہیں۔ کوئی ان میں حاکم اور کوئی محکوم نہیں۔ سب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے بندے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سب کا آقا ہے۔ سب کا رازق ہے۔ سب کا خالق ہے۔ اس نے اپنے بندوں کی تقدیر چند بندوں کے ہاتھ میں نہیں دی اور یہی پیغام اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے رسولوں کا بھی ہے جو انسان کو ان سب غلامیوں سے آزاد کر کے ایک اللہ کے آگے جھکنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ہر کس و ناکس کے آگے دستِ سوال دراز کرنے کے بجائے اللہ کے آگے جھولی پھیلانے کا درس دیتے ہیں۔ کیونکہ بندہ، بندہ ہے اور خدا، خدا ہے۔ اللہ نے بندے کو خدائی کے اختیارات نہیں دیئے۔

ایک اور آیت میں اس کی مزید وضاحت یوں ہوتی ہے:

ترجمہ: "اور اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں جو ان کا کچھ بھلا نہ کرے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، تم فرماؤ کیا اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے۔"

﴿سورۂ یونس 10، آیت نمبر 18﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 28:

"اور رو کے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ صبر سے جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہیں اس کے دیدار کے؛ اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر؛ تلاش میں اس دنیا کی دلکشیوں کی اور نہ کہا مان اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی کے اور اس کا کام ہے حد پر نہ رہنا۔"

اس آیت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ انسان کو ہر وقت اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔ صبح و شام اللہ کی خوشنودی کی خاطر کام کرنا چاہیے۔ اس حوالے سے نماز ایک بہترین تحفہ اور ذریعہ ہے جس سے بندہ اللہ کے نزدیک ہو سکتا ہے اور قربِ خداوندی کے ساتھ ساتھ اس کی خوشنودی بھی حاصل کرتا ہے۔ لوگ دن کے کسی وقت بھی اس سے جہاں بھی ہوں دعا مانگ سکتے ہیں۔ انسان اور خدا کے درمیان پردہ نہیں اور وہ اپنے بندوں کی پکار کو سنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ دُعا اور نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ترجمہ: "فرمایئے، اگر تم نے اللہ کو پکارنا نہیں تو اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کرنا

ہے۔"

﴿سورۂ فرقان 25، آیت 77﴾

ترجمہ: "اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔"

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت نمبر 186﴾

یہ آیت لوگوں کو ایک بار پھر اس حقیقت سے آگاہ کرتی ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے اس کی ہر خوشی اور ہر چیز فانی ہے۔ لوگوں کو دنیا سے بچنا چاہیے یہ جسے ڈس لیتی ہے وہ کسی کام کا نہیں رہتا جو دنیا کا ہو گیا وہ راہ سے کھو گیا۔ جس طرح زندگی کھانے کیلئے نہیں بلکہ کھانا زندگی کیلئے ہوتا ہے۔ جس طرح پانی کشتی میں زحمت اور کشتی پانی میں رحمت ہوتی ہے اسی طرح انسان دنیا میں رہے لیکن دنیا انسان میں نہیں رہنی چاہیے۔ اس دنیا کی زندگی ایک آزمائش کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سورۃ الکھف سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ دنیا میں رہنے کیلئے اسباب اور ضروریات تخلیق کی گئی ہیں جن میں گھر، گاڑیاں، بحری اور ہوائی جہاز، سونا، چاندی، اور ملبوسات شامل ہیں یہ زندگی کے لوازمات ضرور ہیں مگر یہ زندگی کا مقصد ہرگز نہیں ہیں۔

ترجمہ: "ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی رونق تاکہ جانچیں لوگوں کو کون ان میں اچھا کام کرتا ہے۔"

﴿سورۃ الکھف 18، آیت 7﴾

چند سالوں یا ایک مخصوص دورانیے کے بعد حشر کے دن ہر کوئی اچانک اپنے آپ کو اللہ کے سامنے موجود پائے گا کیونکہ زندگی بڑی برق رفتاری سے گذر جاتی ہے۔ سینکڑوں نسلیں اسی طرح گذر چکی ہیں کہ آج کسی کو ان کا نام و نشان تک معلوم نہیں۔ اللہ اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ترجمہ: "یہ لوگ اس دنیا کی زندگی سے پیار کرتے ہیں اور انہوں نے ایک مقررہ دن کی سوچ کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔"

﴿سورۃ الدھر، آیت 27﴾

اس دُنیا کی زندگی سے کسی کو مفر نہیں یہ حقیقت تو سامنے ہے مگر آخرت کی ہمیشہ کی

زندگی کو بہت سے لوگوں نے نظر انداز کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس دنیا کی عارضی دلکشیوں سے مسحور ہو کر حقیقت سے دُور ہو جاتے ہیں اور اصل راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ لوگ ابدی زندگی کو بھول جاتے ہیں جو فی الحقیقت ایک بہت بڑی بھول ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اس دنیا کی زندگی ایک کھیل اور سراب سے زیادہ کچھ نہیں، وہ لوگ جو برائی سے بچتے ہیں ان کیلئے آخرت کی زندگی اس سے بہتر ہے تو کیا تم اپنی عقل سے کام نہیں لو گے؟''

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 32﴾

ترجمہ: ''جان لو کہ دُنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا، اس مینہ کی طرح ہے جس کا اُگایا سبزہ کسانوں کو ہرا دِکھائی دیتا ہے پھر سوکھا۔ سو تو اُسے زرد دیکھتا ہے پھر روندا ہوا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔''

﴿سورۃ الحدید 57، آیت 20﴾

اس کے بعد اسی آیت میں اہلِ ایمان کے اکٹھا رہنے کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ کا ذکر کرنا، نماز پڑھنا، اللہ سے دعا مانگنا اور اس کی خوشنودی کی خاطر ہر اچھا عمل کرنا ہر مومن مسلمان کی امتیازی شان ہے۔ جو لوگ ہر وقت اللہ کی یاد میں مستغرق رہتے ہیں ان کے ساتھ مل کر رہنا، ان کے ساتھ مل کر عبادت کرنا، ان کے ساتھ مل کر نیک کام کرنا اور برائی کے خلاف جہاد کرنا ہر مومن کی فطری خواہش ہوتی ہے۔ جب مومن ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں تو انہیں بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو قرآن سے آیات سناتے ہیں اور اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ وہ گمراہی سے بچتے ہیں اور باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اگر مسلمان مل بیٹھ کر نہ رہیں اور تنہا رہیں تو وہ کئی قباحتوں، گناہوں یا برائیوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں تو پھر اس طرح کی کوئی بات ممکن نہیں ہوتی۔ مومن دوسرے مومن کیلئے آئینہ ہوتا ہے۔ ان کی نمازیں قضا نہیں ہوتیں اور وہ مل کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور لوگوں کو اچھائی کی تلقین کرتے ہیں اور برائی سے بچتے ہیں اور ایک دوسرے

سے علم وتمدن کے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک مطمئن، پُرامن، پاکیزہ، محفوظ، پُراعتماد اور صحت افزا ماحول میں رہتے ہیں۔ مومنوں کے باہمی تعلق کو درج ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور اللہ ورسول کا حکم مانیں، یہ ہیں جن پر اللہ عنقریب رحم کرے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

﴿سورۃ التوبہ 9، آیت 71﴾

دوسری جانب کفار کے ساتھ رہنے میں کئی منفی پہلو ہیں۔ یہ لوگ ہر وقت مومنوں کے خلاف باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہ اسلامی اقدار کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ مسلمانوں کا تمسخر اُڑاتے ہیں اور ہر وقت اللہ کے خلاف سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے مومنوں کو کفار کے ساتھ اس طرح کے ماحول میں رہنے سے منع فرمایا ہے:

ترجمہ: ''کتاب میں تم پر یہ بات بھیجی گئی ہے کہ جب تم دیکھو کہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا جاتا ہے اور اہلِ ایمان کا تمسخر اڑایا جاتا ہے تو تمہیں اس وقت تک ان کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے جب تک وہ دوسری باتیں شروع نہ کردیں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے۔ اللہ سب منافقین اور کفار کو دوزخ میں جمع کردے گا۔''

﴿سورۃ النسا 4، آیت 140﴾

کفار کے ساتھ بودوباش اور نشست و برخاست کا ایک اور منفی پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے انداز سے زندگی بسر کرتے ہیں اور اللہ کے قانون کو تسلیم نہیں کرتے جس سے اس بات کا امکان ہے کہ کمزور ایمان والے مسلمان متاثر ہو سکتے ہیں۔ راسخ العقیدہ مسلمان اللہ کے فضل سے ان سے متاثر نہیں ہو سکتے لیکن نو مسلم یا کمزور عقیدے کے مالک مسلمانوں کے ان کے دام میں پھنسنے کے امکانات ہیں وہ ان کے مشرکانہ خیالات اور باغیانہ نظریات کی رَو میں بہہ کر ان جیسے ہو سکتے ہیں جس سے وہ دونوں جہانوں کے خسارے میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 29:

"اور کہیے یہ سچی بات ہے تمہارے رب کی طرف سے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے ہم نے تیار کر رکھی ہے ظالموں کے واسطے آگ کہ دھوئیں کی دیواریں ان کو اپنے حصار میں لے رہی ہیں اور اگر فریاد کریں گے تو ملے گا کھولتا ہوا پانی بھون ڈالے چہروں کو، کیا برا پینا ہے اور کیا بُری آرام گاہ۔"

جب اہل ایمان کفار کو اللہ کے دین اور قرآن کی آیات پیش کر چکیں تو انہیں اس بات پر زور نہیں دینا چاہیے کہ وہ بہر صورت ان کی دعوت قبول کریں۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ دولتِ ایمان عطا کرنا صرف اللہ کا کام ہے۔ اہلِ ایمان کا کفار کی جانب رویہ اس سورۃ سے ظاہر کیا گیا ہے:

ترجمہ: "آپ فرما دیجئے! اے کافرو! نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں تمہارے لئے تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔"

﴿سورۃ الکافرون 109، آیات 2 تا 6﴾

اہلِ ایمان کی ذمہ داری صرف اسی قدر ہے کہ وہ انکار کرنے والے منکرین کو موت کے بعد جہنم کے ہولناک عذاب سے خبردار کر دیں اور انہیں بتا دیں کہ اگر وہ حالتِ کفر پر ڈٹے رہے اور دین قبول کرنے سے انکار کرتے رہے تو ان کا انجام بے حد ڈراؤنا ہوگا۔ اس آیت میں عذاب کی ان ہولناکیوں کا ذکر ہے جو جہنم میں کفار کی منتظر ہیں۔ اس روز ان کا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اس روز انہیں بڑی سختی سے آگ میں دھکیل دیا جائے گا۔''

﴿سورۂ طور 52، آیت 13﴾

اس طرح جہنم کے سزاواروں کی تحقیر کی جائے گی۔ وہ لوگ جو اپنے مقام و مرتبے، عہدے، اختیار، دولت و امارت اور لوگوں پر اپنے جبر کی وجہ سے متکبر و مغرور تھے اس روز نہایت افسوسناک اور بے بسی کی حالت میں جہنم کے شعلوں میں تڑپ رہے ہوں گے۔

ترجمہ: ''تنگ جگہ پر زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔''

﴿سورۃ الفرقان 25، آیت 13﴾

وہ اس کے سیاہ دھوئیں کے مرغولوں میں گھرے ہوں گے۔ وہ آگ کی لپٹوں کی تیز آواز اور چٹاخ سنیں گے اور آہ و بکا کی مسلسل آوازیں ان کی سماعتوں کو چھیدتی رہیں گی۔ وہ ایک عذاب سے دوسرے میں مبتلا ہوتے رہیں گے اور ان کی چیخ پکار اور فریاد بھی رائیگاں جائے گی کیونکہ جہنم ان کیلئے ایک ''آگ کا مہر بند صندوق'' ﴿سورۂ بلد 90، آیت 20﴾ ثابت ہوگی۔ جس سے کوئی راہ مفر نہیں ہوگی اور جس سے کوئی بچ نہیں پائے گا۔

سورۃ الکھف آیت نمبر 30:

''لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے۔ ہم ان کے نیک کاموں کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔''

نیک اعمال کی اہمیت ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ اس آیت میں اللہ ہماری توجہ صحیح نیک اعمال کی جانب دلاتا ہے۔ جو عمل سب سے زیادہ اللہ کو پسند ہے وہ قرآن کے مطابق اور خلوصِ نیت والا عمل ہے۔ اس بات کو اللہ حسب ذیل آیت میں بیان فرماتا ہے:

ترجمہ: ''زمین اور آسمانوں کی ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے۔ تاکہ وہ ان کو برا بدلہ دے سکے جنہوں نے برائی کی اور ان کو اچھا صلہ اور جزا دے جنہوں نے نیک عمل کیے۔''

﴿سورۃ النجم 53، آیت 31﴾

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیک کام اللہ کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہیں اور اللہ نیک اعمال پر خوش ہوتا ہے۔ اسی لئے ارشاد فرماتا ہے کہ جو اچھے کام کرتے ہیں ان کیلئے زیادہ اچھا صلہ ہے اور انہیں صلہ کیلئے صرف اسی کی جانب دیکھنا چاہیے۔ انسان جو کچھ کرتا ہے اس کے ایک ایک عمل کا ریکارڈ اللہ کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نیک اعمال سے بخوبی آگاہ

ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ دِلوں اور نیتوں کا حال خوب جانتا ہے اور نیک عمل کا صلہ دیتا ہے۔ اللہ ان لوگوں کو جو قرآن کے مطابق عمل کرتے ہیں جزا اور صلے کے طور پر جنت اور اس کی نعمتوں کی خوشخبری دیتا ہے۔

ترجمہ: ''سن لو بے شک اللہ کے ولیوں (دوستوں) پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم، وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

﴿سورۂ یونس 10، آیات 62 تا 64﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 31:

''ان کیلئے جنت کے باغ ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ وہ اعلیٰ ریشم کے سبز نفیس ملبوسات پہنیں گے۔ مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔ کیا خوب بدلہ ہے اور کیا خوب آسائش ہے۔''

اس آیت میں جنت کی ان لازوال اور دائمی نعمتوں کا ذکر ہے جو اہلِ ایمان کو ان کے ان نیک اعمال کے بدلے میں ملیں گی جو انہوں نے اللہ کی خوشنودی کیلئے کیے۔ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں اہلِ ایمان کے ساتھ جنت کا وعدہ کیا گیا۔ مثلاً درج ذیل آیت میں ہے کہ اہلِ ایمان کا نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا جائے گا اور گروہ در گروہ انہیں بہشت میں بھیجا جائے گا۔

ترجمہ: ''جنت کے جن باغوں میں داخل ہوں گے ان کے نیچے نہریں رواں ہوں گی، جو چاہیں گے انہیں وہاں ملے گا اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے۔ وہ جن کی جان فرشتے بڑے سبک اور سہل انداز سے

نکالتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم پر سلامتی ہو اور اپنے عملوں کے طفیل جنت میں جاؤ۔"

﴿سورۃ النحل 16، آیت 31-32﴾

اس گرم جوش استقبال و خیر مقدم کے ساتھ اللہ انہیں بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر اہلِ ایمان کو یہ روحانی خوشی اور سرشاری ہوگی کہ وہ اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے میں کامیاب رہے اور انہیں جنت بھی حاصل ہوئی۔ کفار دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں اور مسلسل عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ دوسری طرف اہلِ ایمان اللہ کے فرمانبردار بندوں کی حیثیت سے جنت میں عیش و آرام سے رہیں گے۔ اللہ ان پر خوش اور راضی ہوگا اور ان پر شفقت فرمائے گا۔

اس کے برعکس جہنم تنگ ہوگی اور کفار اس میں بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھنسے ہوئے ہوں گے۔ جبکہ جہاں اہلِ ایمان آرام کریں گے اس کے بارے میں ہے:

ترجمہ: "ایک باغ جس کی وسعت زمین و آسمان جتنی ہوگی۔"

﴿سورۃ الحدید 57، آیت 21﴾

جنت جس میں ہر طرح کی خوبصورت اور وسیع سلطنت ہوگی۔ وہ خوشنما اور دلکش مسہریوں پر آرام کریں گے۔ ہر طرح کا پھل ان کے سامنے ہوگا جس کی خواہش کریں گے کھالیں گے۔ وہ شفاف نہروں اور ندیوں کے درمیان اونچی جگہوں پر تختوں پر بیٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے سے محوِ گفتگو ہوں گے۔ جنت میں ٹھنڈی چھاؤں ہوگی جس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ وہاں نہ زیادہ حدت ہوگی نہ زیادہ برودت ہوگی بلکہ اس کی فضا انتہائی خوشگوار ہوگی۔

یہی بات سورۃ الکہف کی آیت نمبر 31 میں بیان کی گئی ہے کہ ان کے لباس نہایت عمدہ ریشم سے تیار کیے گئے ہوں گے جن پر بھاری سنجاف و جھالر ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ طلائی کنگن بھی پہنیں گے۔ خوبصورت ملبوسات کے علاوہ اہلِ جنت کو اعلیٰ، نفیس اور لذیذ قسم کے کھانے اور مشروبات بھی ملیں گے۔ قرآنِ پاک میں انواع و اقسام کے پھلوں، پرندوں کے بھنے ہوئے گوشت، ذائقہ دار مشروبات، کھجور، انار، پھلوں سے لدے پھندے درخت، کیلوں کے لنگر اور دیگر نعمتوں کا ذکر ہے۔ یہ وہ چند نعمتیں ہیں جن کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔

جنت میں صرف خوبصورتی اور جمال ہوگا، یہ جمال بھی لازوال ہوگا۔ اہلِ ایمان کو کسی چیز کے بارے میں انتظار یا صبر نہیں کرنا پڑے گا۔ جو چاہیں گے جھٹ سے ان کے سامنے حاضر ہوگا۔ وہاں تکان کا تصور تک نہیں ہوگا۔ خوبصورتی میں روز افزوں اضافہ ہوگا۔ بہشت میں کوئی غم، کوئی خوف یا کوئی اور مشکل یا پریشانی نہیں ہوگی۔ اللہ بہشت کی خوبصورتی کو یوں بیان فرماتا ہے:

ترجمہ: "جو برائی سے بچتے ہیں ان سے جنت کا وعدہ ہے جس میں شفاف پانی کی نہریں ہیں جو کبھی گدلی نہیں ہوں گی، دودھ کی نہریں ہیں جن کا ذائقہ کبھی تبدیل نہیں ہوگا، شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کو فرحت بخشیں گی اور خالص شہد کی نہریں ہیں۔ اس میں ہر طرح کے میوے اور اللہ کی نوازش ہوگی۔"

﴿سورۃ محمد 47، آیت 15﴾

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بہشت کے میووں اور نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے اور ساتھ ہی دوزخ کی تکالیف اور مصائب کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ وہ لوگ جو ظاہر کرتے ہیں کہ انہیں سچ کی سمجھ نہیں آرہی اس روز خسارہ پانے والوں میں ہوں گے۔ اس لئے لوگوں کو بڑی سنجیدگی سے آخرت کیلئے تیاری کرنی چاہیے تا کہ وہ اللہ کی خوشنودی اور بہشت حاصل کرسکیں جیسا کہ اس آیت میں اسے واضح کیا گیا ہے:

ترجمہ: "یہ آخرت کا گھر ہم ان کیلئے تیار کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔"

﴿سورۃ القصص 28، آیت 83﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 34-33-32:

''اور انہیں دو مردوں کی مثال سنائیے ہم نے ان میں سے ایک کیلئے دو باغ انگور کے اور ان کے گرد کھجور کے درخت اور دونوں کے بیچ میں کھیتی رکھی۔ دونوں باغ لاتے ہیں اپنا میوہ اور نہیں گھٹاتے اس میں سے کچھ اور ہم نے ان دونوں کے بیچ ایک نہر بہادی۔ وہ صاحب مال و جائیداد شخص تھا اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا، 'میرے پاس تم سے زیادہ دولت ہے اور تمہاری نسبت زیادہ بندے میرے ماتحت ہیں۔''

اس مثال سے اللہ مومن اور کافر کا موازنہ کرتا ہے اور اس شخص کے بارے میں بتاتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر عملاً اس کا انکار کرتا ہے۔ باغات کے مالکان میں سے ایک زیادہ امیر ہے اور امارت نے اس کے اندر نخوت و تکبر اور برتری کا احساس بھر دیا۔

لیکن اللہ جو ہر چیز کا خالق اور ہر چیز کا مالک حقیقی ہے وہ بعض لوگوں کو دولت اور

جائیداد دے کر آزماتا ہے۔ بعض لوگ اللہ کے ناشکر گذار ہو جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ مال و دولت اور جائیداد ان کی ذاتی محنت ولیاقت کا نتیجہ ہے۔ وہ اپنی املاک پر اتراتے ہیں اور اسے تفاخر اور مرتبے کی علامت سمجھتے ہیں اور خود کو دوسروں سے برتر و ممتاز سمجھتے ہیں۔

دوسری جانب مخلص مومن کا رویہ کچھ اس طرح ہوتا ہے:

ترجمہ: ''آپ کہیں، اے اللہ! ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تُو سب کچھ کر سکتا ہے۔''

﴿سورۃ آل عمران 3، آیت 26﴾

باغ کے ناشکرے مالک نے دعویٰ کیا کہ باغ اور اس کی پیداوار اس کی ہے اور بھول گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے اس کیلئے ایک نعمت اور آزمائش ہے۔ اس نے غرور و تکبر کا مظاہرہ کیا جیسا کہ درج ذیل آیت میں بیان ہوا ہے:

ترجمہ: ''زمین پر غرور و تکبر سے اکڑ کر نہ چلو، یقیناً تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے اور نہ بلندی میں پہاڑوں کا مقابلہ کر سکتے ہو۔ یہ سب برا فعل ہے اور اللہ کی نظروں میں قابلِ نفرت عمل ہے۔''

﴿سورۃ بنی اسرائیل 17، آیت 37-38﴾

اللہ بہت سی آیات میں بیان فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کا انجام کیا ہوگا جیسا کہ:

ترجمہ: ''تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا، ہاں جلد جان جاؤ گے پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے، ہاں ہاں یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہوگی۔''

﴿سورۃ التکاثر 102، آیات 1-8﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 36-35:

''وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور یہ کہہ کر اپنے ساتھ برا کیا: میں خیال نہیں کرتا ہوں کہ یہ کبھی ختم ہوگا اور میں خیال نہیں کرتا کہ کبھی قیامت آئے گی۔ لیکن اگر مجھے اپنے رب کے پاس واپس بھیجا گیا تو یقیناً مجھے بدلے میں اس سے کچھ بہتر ہی ملے گا۔''

اس ناشکرے انسان نے یہ کہہ کر کہ اس کے باغات میں کبھی ویرانی نہیں آئے گی اللہ کی ناراضی مول لی۔ گویا اس نے اس بات سے کسی حد تک خدائی دعویٰ کر دیا۔ لیکن صرف اللہ جس نے زمین وآسمان اور ان کے مابین اور مابعد جو کچھ بھی ہے پیدا فرمایا ہے۔ الخالق کا مطلب ہے وہ جو عدم سے چیزوں کو تخلیق کرتا ہے اور علم کے ساتھ کہ ان کے ساتھ کیا واقع ہوگا۔ انسان کی زندگی کے پہلے لمحے سے زندگی کی آخری سانس تک اور اس کے بعد کے احوال کا اللہ کو پوری طرح علم ہے اور انسان کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اس کے سامنے ہے۔ اللہ کے حفظ میں ہر چیز بالکل ویسی رہتی ہے جیسی وہ چاہتا ہے۔ اس نے ہر وہ چیز پیدا کی جس کو ایک شخص دیکھتا یا اس کا تجربہ کرتا ہے۔ انسان کی زندگی کی تمام جزئیات پر اس کی نظر ہے۔ اس

سے کوئی چیز اور کوئی امر پوشیدہ نہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

ترجمہ: "اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا اور حرمت والے مہینہ اور حرم کی قربانی گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو، یہ اس لیے کہ تم یقین کرو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور یہ کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔"

﴿سورۃ المائدہ 5، آیت 97﴾

اللہ تعالیٰ وقت کا محتاج نہیں۔ اس کے سامنے ہر چیز لحظوں میں ہو جاتی ہے۔ تاہم یہ تقسیم صرف انسانوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ کیونکہ جسے ہم 'ماضی' سمجھتے ہیں وہ صرف ہمارے لئے 'ماضی' ہے اور جسے ہم "نامعلوم مستقبل" سمجھتے ہیں وہ صرف ہمارے لئے "نامعلوم" ہے۔ اللہ ہمارا خالق ہے اور ہمارا نظام الاوقات اس پر لاگو نہیں ہوتا۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بیان کیا گیا۔

ترجمہ: "لقمان نے کہا: میرے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے جتنی ہو اور کسی چٹان کے نیچے یا آسمانوں اور زمین میں کہیں ہو اللہ اسے باہر نکال لائے گا۔ اللہ ہر جگہ موجود اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔"

﴿سورۂ لقمان 31، آیت 16﴾

اللہ تعالیٰ کیلئے تمام واقعات ایک لحظے میں وقوع پذیر ہو جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، اصحاب کہف، حضرت خضر علیہ السلام، حضرت ذوالقرنین علیہ السلام، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کی مثالیں یا ہمارے عہد کے حالات اس کے سامنے ایک لمحہ سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہمارے پوتے پوتیاں اور آگے ان کے پوتے پوتیاں اور وہ تمام لوگ جو آئندہ اس دنیا میں آئیں گے اس کے سامنے ایک لمحے کا قصہ ہیں۔ اللہ کے ہاں لمحے کی بات ہوتی ہے اور لوگ یہاں بزعم خود طویل زندگیاں بسر کر کے آخرت کا رخ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جنت میں ہیں اور جو اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب دوزخ میں مبتلا ہیں۔

ایک غلط نظریہ فروغ پا چکا ہے کہ اللہ نے انسان کو تخلیق کیا ہے اور اسے ایک خاص مدت دی ہے اور وہ ان کی آزمائش کی ان گھڑیوں کے نتائج کا انتظار کرے گا اور اس وقت تک

انتظار کرے گا جب تک کائنات کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ لیکن اللہ ان چیزوں سے بالا ہے۔ حقیقت میں اللہ کیلئے انتظار کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ انتظار کرنا انسانی خصوصیت ہے اور اللہ تمام انسانی خصوصیات سے پاک ہے۔ القدوس کا مطلب ہی یہی ہے کہ وہ ہر غلطی، ہر کمزوری، ہر نقص، ہر بھول اور ہر سقم سے پاک ہے۔ اللہ انسان کے ماضی اور مستقبل کا حساب رکھتا ہے اور اس کی زندگی کے تمام گوشوں کو جانتا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وقت ماضی سے مستقبل کی جانب بہتا ہے۔ اللہ کے سامنے ایسے الفاظ اور تصورات کی کوئی اہمیت اور کوئی وجود نہیں۔ تمام چیزیں، تمام انسان اور تمام جاندار ایک ہی وقت میں زندہ رہتے ہیں۔ تمام زمانے، دہائیاں، تواریخ، تمام دن، گھنٹے اور منٹ اس ایک ہی لمحے میں موجود ہوتے ہیں۔ مگر لوگوں کی محدود ذہانت انہیں یہ سوچنے کی اجازت نہیں دیتی ورنہ یہ بات بالکل واضح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مومنین اللہ کی قوت کے آگے سر جھکاتے ہیں اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ اور ہر چیز اللہ کے احاطے میں ہے۔ نیز انسان پوری طرح اللہ کا محتاج ہے۔ انسان اللہ کی عظمت کے آگے کچھ بھی نہیں ہے۔

اہلِ ایمان اللہ کی قوت، عظمت اور کبریائی کی تعریف کرتے ہیں اور مختلف واقعات سے دانش اور ادراک حاصل کرتے ہیں اور اللہ کے سامنے تسلیم و رضا کا پیکر بن جاتے ہیں۔ یہ آیت کہ ''لیکن اگر مجھے اپنے رب کے پاس واپس بھیج دیا گیا تو میں وہاں اس کے بدلے میں کچھ بہتر ہی پاؤں گا'' ﴿سورۃ الکھف، آیت 36﴾ ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جن کا خیال ہے کہ وہ اطاعت الٰہی اور اللہ کی حدود کی پابندی کیے بغیر ہی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ لوگ اللہ کے بارے میں گمان میں مبتلا ہیں اور اس خوش فہمی میں ہیں کہ یہ نیک عمل کیے بغیر ہی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن پر یقین کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کے دلوں میں خوف خدا جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہ اللہ کو تو مانتے ہیں مگر اللہ کی نہیں مانتے۔ دوسروں کو اللہ سے ڈراتے ہیں مگر خود اللہ سے نہیں ڈرتے۔ یہ لوگ احکام الٰہی کی پابندی نہیں کرتے۔ یہ حلال و حرام میں امتیاز نہیں کرتے۔ یہ لوگ اس راستے پر نہیں چلتے جس کی نشاندہی نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے۔ اسوۂ حسنہ سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ اس کے باوجود ان کو پورا یقین ہے کہ وہ مرنے کے بعد سیدھے سورگ (بہشت) میں جائیں گے۔

دوسری طرف اہل ایمان جنت کی اُمید رکھتے ہیں لیکن دوزخ سے ڈرتے ہیں:

ترجمہ: ''وہ جو یوم قیامت پر یقین رکھتے ہیں وہ جو اللہ کی سزا سے ڈرتے ہیں (اللہ کی سزا سے کوئی بچ نہیں سکتا)۔''

﴿سورۃ المعارج 70، آیت 26-28﴾

اس رویے کی جانب اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''اسے یاد کرو شوق اور خوف سے، نیکو کاروں کیلئے اللہ کی رحمت بہت قریب ہے۔''

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 56﴾

اہلِ ایمان ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ کسی بھی مرد یا عورت کو یہ یقین نہیں ہے کہ وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ لیکن اس بات کا سب کو یقین ہے کہ کافر ہر حال میں دوزخ کا ایندھن بنے گا۔

ترجمہ: ''کیا اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب انہیں آکر گھیرے یا قیامت ان پر اچانک آجائے اور انہیں خبر نہ ہو۔''

﴿سورۃ یوسف 12، آیت 107﴾

ترجمہ: ''تو کیا جو لوگ بڑے مکر کرتے ہیں اس سے نہیں ڈرتے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا انہیں وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر نہ ہو۔''

﴿سورۃ النحل 16، آیت 45﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 37:

"اس کے ساتھی نے جس کے ساتھ وہ بحث کررہا تھا اس سے کہا: کیا تم اس پر ایمان نہیں رکھتے جس نے تمہیں مٹی سے تخلیق کیا، پھر قطرۂ منی سے اور پھر تمہیں ایک آدمی بنایا؟"

یہ آیت اہلِ ایمان کی رہنمائی کرتی ہے کہ جب وہ دوسروں کو اخلاق اور اچھائی کی تلقین کریں تو ان کا رویہ کیا ہونا چاہیے۔ جب لوگوں کو اللہ کی یاد دلائیں تو انہیں کیسے بات کرنا چاہیے۔ جن لوگوں سے وہ بات کررہے ہیں اگر وہ اس بات کو بھلا بیٹھے ہیں کہ وہ اللہ کے محتاج ہیں اور اس کے سامنے بے بس ہیں اور اگر ان میں تکبر و نخوت پیدا ہو چکی ہے تو سب سے پہلے انہیں ان کی بے بسی اور مجبورِ محض ہونے کا احساس دلانا ضروری ہے۔

دوسرے باغ کا مالک جو صاحبِ ایمان شخص ہے دوسرے متکبر شخص کو احساس دلاتا ہے کہ اس کا پیکر مٹی سے بنا ہے جس کی ابتدا مادۂ منویہ کے ایک قطرے سے ہوئی ہے۔ اگر اللہ چاہے تو اس بات کا سننے والے پر خاطر خواہ اثر ہوسکتا ہے۔ باغ کے صاحبِ ایمان مالک کو دوسرے شخص کے ایمان کی کمزوری کا احساس ہے اور وہ جانتا ہے کہ اسے سنبھالا اور سہارا دینے کی ضرورت ہے۔ فطرت میں اللہ کی نشانیوں کو بیان کرنا ایک مؤثر طریقہ ہے اور اس سے

دوسرے شخص کا لڑکھڑاتا ہوا ایمان وایقان دوبارہ مستحکم ہوسکتا ہے۔

باغ کے متکبر مالک کی تقریر ایک مومن کی بات سے بالکل مختلف اور متضاد ہے۔ اس سے ایک کافر کے طرزِ عمل کی بُو آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مومن اس سے بات کا آغاز اس سوال سے کرتا ہے کہ ''کیا تم اس پر ایمان نہیں رکھتے ؟''

ہوسکتا ہے دوسرا شخص اس کا کھلے پن سے اعتراف نہ کرے۔ لیکن اس کے الفاظ سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ وہ پوری طرح یقین نہیں رکھتا۔ اگرچہ وہ اپنے الفاظ میں اپنے ایمان کا اظہار کرتا ہے لیکن ابھی تک وہ احکامِ الٰہی کا پوری طرح خیال نہیں رکھتا۔ اس تضاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا انکار کرتا ہے۔

اس طرح کے متضاد لوگوں سے اکثر واسطہ پڑسکتا ہے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن وہ اپنی زندگی اس انداز سے نہیں گذارتے کہ اللہ ان سے خوش اور راضی ہو۔ اس کی بجائے ان کا فعل قرآنی تعلیمات کے برعکس ہوتا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کی پیروی نہیں کرتے۔ اپنے قول وفعل میں اس گہرے تضاد کے باوجود وہ اپنے آپ کو صحیح خیال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو جنت کا مستحق گردانتے ہیں۔ ایسے لوگ صرف اپنے آپ کو دھوکہ دینے میں مشغول ہیں جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور جنہوں نے ہماری آیات اور آخرت کے دربار کو جھٹلایا ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا انہیں کیا بدلہ ملے گا مگر وہی جو کرتے تھے۔''

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 147﴾

اللہ أکبر

سورۃ الکہف آیت نمبر 38:

"تاہم میرا ربّ اللہ ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤں گا۔"

پوری سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ اس بات کی جانب اشارہ فرماتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت نے اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا رکھا ہے۔ قرآنِ پاک میں شرک سے مراد ہے کسی دوسرے شخص، چیز، یا نظریے کو اللہ پر ترجیح دینا، اس کے برابر جاننا، اللہ کی مرضی پر حاوی سمجھنا، تقدیر بدلنے کا اہل جاننا، جنت تقسیم کرنے والا جاننا اور اسی کے مطابق عمل کرنا وغیرہ قرآن میں ہے کہ اس سے مراد اللہ کے ساتھ اور دیوی دیوتاؤں کو کھڑا کرنا ہے۔ جس طرح کہ کفارِ مکہ کہتے تھے "ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے، بلکہ ایک اللہ کو مانتے ہیں اور یہ بُت تو محض ہمارے سفارشی ہیں" آج بھی شخصیات پرست لوگ کہتے ہیں کہ ہم انہیں خدا تو نہیں مانتے لیکن خدا سے جدا بھی نہیں مانتے اور وہ ہمارے خدا نہیں سفارشی ہیں اور خدا ان کی سفارش کو کسی طور رد نہیں کرتا۔

اس کا مطلب ہے دُنیا میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی بجائے دوسرے طریقوں کو اختیار کرنا اور دوسروں کو اپنا مشکل کشا جان کر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنا، یا ایسی بات بیان کرنا جو اللہ سے بھی بالا ظاہر ہوتی ہو (نعوذ باللہ)۔

لوگوں کو شرک کے گناہ کا مرتکب ہونے سے ہر حال میں بچنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ

ترجمہ: ”وہ چاہے تو تمام دوسرے گناہ بخش دے مگر شرک کے گناہ کو کسی طور معاف نہیں فرمائے گا۔“

﴿سورۃ النسا4، آیت116﴾

یقیناً مسلمان ایسے گناہِ کبیرہ سے دور بھاگیں گے اور ہر قیمت پر اس سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ترجمہ: ”میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا بہت بڑی اور بھیانک غلطی ہے۔“

﴿سورۂ لقمان31، آیت13﴾

شرک کا ایک اور بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے نیکیوں پر پانی پھر جاتا ہے اور سارے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور انسان مکمل طور پر خسارے میں رہتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ”اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تُو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت ہو جائے گا اور ضرور تُو خسارے میں رہے گا۔“

﴿سورۃ الزمر39، آیت65﴾

اس سے مراد یہ ہے کہ تمام مشرکین سیدھے جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس لئے اگر کوئی اس صورت میں مبتلا ہے تو اسے فی الفور تائب ہونا چاہیے اور اپنے کیے پر پچھتانا چاہیے اور سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس لئے وہ لوگ جو اللہ کی عظمت اور کبریائی کو تسلیم کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں وہ ہمیشہ اس خطرے سے خبردار رہتے ہیں اور کسی طور بھی اپنے آپ کو اور اپنے عقائد کو شرک سے آلودہ نہیں کرتے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 39:

''اور جب تو آیا تھا اپنے باغ میں کیوں نہ کہا تو نے ''جو چاہے اللہ سو ہو'' طاقت نہیں مگر جو دے اللہ، اگر تو دیکھتا ہے مجھ کو کہ میں کم ہوں تجھ سے مال اور اولاد میں۔''

اس آیت میں ''ماشاء اللہ'' (جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے) کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اہلِ ایمان اللہ کی قدرت اور اس کی نشانیاں دیکھ کر یہ کلمہ بولتے ہیں۔ اس کلمے کے اظہار سے انسان کو یاد دلایا جاتا ہے کہ ہر چیز کا مالکِ حقیقی اللہ ہی ہے۔ ہر چیز اس کی تقدیر کے مطابق رونما ہوتی ہے۔ ہر چیز اسی کی مرضی سے واقع ہوتی ہے۔ بلاشبہ، یہ یاد دہانی بہت ضروری ہے کیونکہ انسان جلد ہی اپنی بے بسی اور محتاجی کو بھول کر جہالت کی گھاٹیوں میں لڑھک سکتا ہے۔ مثال کے طور پر باغ کا کافر مالک یہ کلمات کہہ کر کہ وہ باغ کا مالک ہے شرک کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اگر چہ وہ اپنے کفر و انکار کا برملا اظہار نہیں کرتا اور ''پوشیدہ طور پر شرک'' کا مرتکب ہوتا ہے جو اس کے الفاظ اور اس کے روّیے سے جھلکتا ہے۔ اس کا ساتھی اسے شرک سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ حقیقت میں ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ ہمارے عہد کے لوگوں کو اس خطرے سے خاص طور پر محفوظ رہنا چاہیے کیونکہ اس

طرح کے واقعات آج کل بڑی کثرت سے پیش آتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''الغنی'' (ہر چیز اور ضرورت سے بے نیاز) اللہ کی صفت ہے مگر یہ لفظ لوگوں کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے کہ فلاں بہت فیاض اور غنی ہے۔ اگر یہ چیز کسی کی معاشی حالت کے بارے میں بیان کی جائے تو اس میں مضائقہ نہیں لیکن جب یہ لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اس دولت کے حصول میں اس کی کوششوں اور ذہانت کا دخل ہے تو پھر یہ چیز شرک کے زمرے میں آ جاتی ہے۔

ترجمہ: ''اللہ سے دُور پلٹ جانا غلط ہے صرف اس کی جانب پلٹو، اس طرف بڑھو اور نماز قائم کرو۔ ان میں سے ایک نہ بن جاؤ جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔''

﴿سورۃ الروم 30، آیت 31﴾

اس طرح لوگ بہت جلد بھول جاتے ہیں جیسا کہ باغ کا مالک بھول گیا کہ اللہ ہی ہر چیز کا مالک حقیقی ہے۔ اس لئے لوگ اس بات کو بھی بھول جاتے ہیں کہ ''غنی'' صرف اللہ کی ذات ہے اور جو کچھ ان کے پاس ہے انہیں اللہ ہی نے عطا کیا ہے اور اگر وہ چاہے تو سب کچھ ان سے واپس لے سکتا ہے۔ اس طرح کے لوگوں کا رویہ گستاخانہ اور خاص ذہنی طرز کا ہو جاتا ہے جو دوسری چیزوں کو اللہ کے ساتھ شریک کرنے پر ابھارتا ہے۔ اس لئے وہ اس بات سے انحراف کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا ہر کوئی بے بس ولاچار اور غریب ہے۔ نیز یہ کہ اللہ اپنی کسی بھی صفت کو کسی بندے کیلئے استعمال کر سکتا ہے۔ اس طرح کے زاویۂ نگاہ سے دیکھنا اور خدا فراموشی کا رویہ اختیار کرنا، اللہ کے حکم اور قانون کو بھول جانا، خدائی طاقت کو فراموش کر دینا اور اس کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرانا مذموم افعال کے زمرے میں آتے ہیں۔

صحیح اور راست طرزِ عمل و رویہ یہ ہے کہ اللہ کو ہر چیز، دولت اور مال کا مالک جاننا، اسے کل موجودات کا حاکم اعلیٰ تصور کرنا اور اس بات سے خبردار رہنا کہ وہ جب اور جس سے چاہے دی ہوئی دولت اور نعمتیں واپس لے لے۔ خواہ یہ نعمتیں مادی ہوں، اولاد کی صورت میں یا جان و اعضائے بدن کی صورت میں ہوں۔

کسی کیلئے مناسب نہیں کہ وہ دوسروں کو امیری یا غریبی کے ترازو میں تولے بلکہ اسے چاہیے کہ وہ سب کو اللہ کے بندے جانے۔ جن میں سے کچھ کو اس نے امارت بخشی اور کچھ کو غربت دی۔

مثال کے طور پر اگر ایک خاندان کے لوگ اپنے سربراہ کو اپنی دولت کا مالک و مختار سمجھتے ہیں اور ان کی توقعات صرف ایک شخص سے وابستہ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ کو بھول چکے ہیں اور اس بات کو بھی کہ تمام مال و دولت کا مالک اللہ ہی ہے۔ اگر وہ اس بات کو اپنے ذہنوں سے محو کر دیتے ہیں تو ان کا رویہ گمراہی آمیز ہے۔

اسی طرح ملازمین کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ انہیں کھانے پینے کی اشیاء اور پناہ اللہ دیتا ہے۔ اس لئے اپنے آجر، فیکٹری مالک، افسر، ٹھیکیدار اور زمیندار کو اپنا اَن داتا اور بہت سے کاموں کا فاعل جان لینا اس کے اثر و رسوخ کا قائل ہو جانا منفی رویہ ہے۔ اس طرح کے معاملات کی قرآنِ پاک حقیقت و صداقت کو یوں بیان فرماتا ہے:

ترجمہ: ''تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو، اور جھوٹ باندھتے ہو۔ جنہیں تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں اور اللہ نے انہیں رزق کا اختیار نہیں دے رکھا، تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔''

﴿سورۃ العنکبوت 29، آیت 17﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 41-40:

"ہو سکتا ہے میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر کوئی چیز دے اور اس پر آسمان سے آفت بھیج دے کہ صبح اسے راکھ کا اک ڈھیر پائے، یا صبح تک اس سے پانی خشک ہو جائے اور پھر تم کبھی اسے پا نہ سکو۔"

ان آیات میں صاحبِ ایمان باغ والا اپنے متکبر دوست کو سمجھاتا ہے اور اسے اس کی بے بسی و لاچارگی سے آگاہ کر کے کہتا ہے کہ اگر اللہ اس کے باغ پر کوئی آسمانی آفت یا تباہی نازل کر دے تو وہ کسی طور بھی اس کو روک نہیں پائے گا۔ اسلئے یہ تکبر ایک نا عاقبت اندیشی ہے۔

ان لوگوں کی ایک بہت بڑی غلطی جنہیں ان کی دولت یادِ الٰہی سے غافل کر کے مغرور بنا دیتی ہے یہ ہے کہ وہ بھول جاتے ہیں کہ روئے زمین کی خوبصورتی و دلکشی کی طرح ان کی دولت بھی عارضی چیز اور ڈھلتی چھاؤں ہے۔ خوب صورتی اور شباب بتدریج بڑھاپے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جس طرح صحت بیماری میں، طاقت کمزوری میں اور فراز نشیب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

دولت بھی عارضی ہے۔ یہ آنی جانی ہے۔ اللہ ایک غریب کو پلک جھپکنے میں امیر بنا سکتا ہے۔ امیر کو تباہ حال کر کے غریب کر سکتا ہے۔ چاہے تو فقیر کو محل میں لے جائے اور چاہے تو بادشاہ کو جھونپڑے میں لا پھینکے۔ چند لمحوں میں زلزلے، سونامی، سیلاب، سائیکلون اور ٹارنیڈو جیسی آسمانی آفات سے شہروں کے شہر تباہ کر دے۔ چند لمحوں میں لوگوں کے گھر، کشتیاں، جہاز، گاڑیاں، زیورات ختم کر کے رکھ دے۔ اللہ کی نازل کردہ تباہی سے بچ نکلنے کی کسی میں تاب و ہمت نہیں ہے۔ اس میں لوگوں کے پیارے لقمۂ اجل بن سکتے ہیں، معذور ہو سکتے ہیں، شدید زخمی ہو سکتے ہیں اور انہیں ایسے گھاؤ آ سکتے ہیں جو کسی صورت مندمل نہ ہوں۔ لوگ اپنی یادداشت کھو سکتے ہیں کیونکہ

ترجمہ: ''کوئی مصیبت اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں آ سکتی۔''

﴿سورۃ التغابن 64، آیت 11﴾

اس طرح کے واقعات کو کسی طرح بھی روکا نہیں جا سکتا، ان میں توقف و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ اس روز دولت اور اثر و رسوخ بے کار ہوتے ہیں:

ترجمہ: ''ان کیلئے جو ایمان نہیں رکھتے، انہیں ان کی دولت اور اولاد اللہ سے کسی طور بچا نہیں سکیں گے۔''

﴿سورۃ آل عمران 3، آیت 10﴾

ہر انسان کے ساتھ وہی کچھ پیش آتا ہے جو اللہ نے اس کا مقدر کر دیا ہے۔ اس لئے لوگوں کو اللہ کی رضا کے آگے جھکنا چاہیے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ جب باغ کے مالک نے اپنے زعم اور تکبر میں کہا کہ اس کے باغوں کے ساتھ قیامت تک کچھ نہیں ہوگا اور قیامت تک وہ اسی طرح پھلوں سے لدے پھندے اور ثمر بار رہیں گے تو اسے یقین تھا کہ اس کے باغوں کو سیراب کرنے والے دریا ہمیشہ اسی حال پر رہیں گے۔ کوئی حاسد اس کی پیداوار پر حملہ آور نہیں ہو سکے گا۔ اسے قحط یا ایسی ہی کسی صورتِ حال سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ دولت، ذہانت، اور کوشش اس کی جائیداد کے تحفظ کیلئے کافی ہوگی۔

تاہم اللہ ہر چیز کو آسانی سے الٹا سکتا ہے۔ دریاؤں کو سکیڑ کر جوہڑ بنا سکتا ہے۔ سمندروں کو صحرا کر سکتا ہے۔ اور یہ کام وہ پلک جھپکنے میں سرانجام دے سکتا ہے۔ زمین کو ویران اور بنجر کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کر دے تو پھر اللہ کے سوا کون ہے جو اس آدمی کی پیداوار اور دریا کو

دوبارہ پہلی حالت پر لے آئے۔ یہ اس کی ناشکر گزاری اور تکبر کا نتیجہ ہے۔ وہ مادی اشیاء جن پر وہ اپنی ملکیت کا دعویٰ کر رہا تھا اور اللہ پر بہتان باندھ رہا تھا اور شرک کا مرتکب ہو رہا تھا یوم آخرت اس کے کسی کام نہیں آئیں گی۔

ترجمہ: "جو لوگوں کے سامنے اور پسِ پشت عیب بیان کرتا ہے اس کیلئے بہت خرابی ہے، جو مال جمع کرتا اور گن گن کر رکھتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں وہ ضرور ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جو روند کے رکھ دے اور تم کیا جانتے ہو وہ روندنے والی کیا ہے۔ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک پہنچ کر لپٹے گی۔ بیشک وہ ان پر بند کر دی جائے گی (یعنی آگ کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔"

﴿سورۂ ھمزۃ 104، آیات 1-9﴾

سورۃ الکہف، آیت 40-41 میں اللہ کی عظیم نعمت یعنی پانی کا بیان ہے جو زمین سے پھوٹ کر سطح تک آ جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ بہت مشکل میں رہتے۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے لئے زیرِ زمین شفاف اور صحت بخش پانی کا بے پایاں ذخیرہ رکھا ہے۔

الجنة تحت اقدام الامهات

سورۃ الکہف آیت نمبر 44-42:

''اس کی محنت کا سارا پھل مکمل طور پر تباہ کردیا گیا اور وہ صبح کو غم سے ہاتھ ملتا جا گا اس حال پر جو اس میں لگایا تھا اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتریوں پر اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا اگر میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بناتا۔ اللہ کے سوا اس کی مدد کو کوئی جماعت نہ آئی۔ وہ خود اپنے دفاع کے لائق نہیں تھا۔ یہاں سب اختیار اللہ کا ہے اسی کا انعام بہتر ہے اور وہی اچھا صلہ دیتا ہے۔''

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ان سے شفقت اور رحم کے خواستگار ہوتے ہیں اور انہیں ان پر پورا یقین ہوتا ہے۔ لیکن جس چیز کے وہ متلاشی اور آرزومند ہیں اس سے محروم رہیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مصیبت کے وقت خود کو گم کردہ اور تنہا محسوس کرتے ہیں۔ اس وقت ان پر مایوسی، اضطراب اور گھبراہٹ طاری ہوتی ہے۔ وہ اپنے جھوٹے خداؤں کی وجہ سے دنیا میں کربِ مسلسل اور مشکلات کی کسک میں گرفتار رہتے ہیں اور ان کی ہر کوشش 'کوششِ ناتمام' ٹھہرتی ہے اور جھوٹے خداؤں کے سامنے کی گئی ہر دعا

بے اثر ہوتی ہے۔

قرآنِ پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: ''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود مت بنایا کرو، ورنہ بے یارو مددگار ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے۔''

﴿سورۃ بنی اسرائیل 17، آیت 22﴾

اللہ تعالیٰ نے مغرور و متکبر باغ والے کی جائیداد اور املاک کو غیر متوقع طور پر تباہ کر دیا۔ اس وقت اسے ہوش آیا کہ اس نے کتنی بڑی اور فاش غلطی کی تھی۔

یہ مثال ہمیں ایک نہایت قیمتی اور مفید سبق دیتی ہے کہ وہ لوگ جو روئے زمین پر اپنے طاقتور اور مالک ہونے کا فخر کرتے ہیں اللہ انہیں کسی بھی وقت ان کی بے چارگی اور بے بسی کا احساس دلا سکتا ہے۔ یہ لوگ اپنی اور اپنے قریبی عزیزوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ ہر چیز اللہ کے اختیار میں ہے اور کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس حقیقت کو درج ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اور اگر تجھ کو کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس کا دُور کرنے والا اللہ کے سوا اور کوئی نہیں اور اگر تجھ کو وہ کوئی نفع دے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 17﴾

اللہ تعالیٰ انسانوں کا واحد خیر خواہ اور محافظ ہے۔ اللہ کے علاوہ ہر چیز اس کی مخلوق ہے جو وجود میں ہے اور مسلسل وجود پذیر ہے۔ یہ سب اس کی مرضی سے ہے۔ اللہ ہی سب کو رزق اور صحت عطا فرماتا ہے۔ وہ ہنساتا اور رلاتا ہے۔ خوشی اور غمی اسی کی جانب سے ہوتی ہے۔ تمام مخلوقات ہمیشہ کیلئے اس کی محتاج ہیں۔ ان کے اپنے اختیار و ارادے میں کچھ نہیں ہے۔ نیز ان کے پاس اپنی مدد کا اختیار بھی نہیں ہے۔ اس لئے اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ، توقع، مدد کی امید اور روزی کا انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ کے سوا کوئی روزی رساں نہیں وہ کُل مخلوق کا رازق ہے۔

سورۃ الکھف آیت نمبر 46-45:

''اور انہیں دنیاوی زندگی کی مثال بتائیں کہ یہ یوں ہے جس طرح ہم نے آسمان سے پانی نیچے اُتارا تو زمین کے پودے اس سے اُگے اور ہَوا سے خشک بھوسے کی طرح بکھر گئے۔ اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔ مال اور بیٹے اس دنیا کی زندگی کی رونق ہیں لیکن تیرے رب کی نظر میں ہمیشہ قائم رہنے والی نیکیاں اور ان کا بہترین بدلہ بہتر ہے اور امید کیلئے یہ اچھی بنیاد ہے۔''

اس آیت میں ہمیشہ قائم رہنے والے اعمال کا ذکر ہے۔ یہ اچھے اور نیک کام قرآنی تعلیمات کے مطابق ہوتے ہیں۔ اللہ نیک اعمال کو پسند فرماتا ہے لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس کی خوشنودی و رضا کے حصول کیلئے اچھے اور نیک کام کریں۔ اس سے اللہ بھی راضی ہوگا اور نیکوکاروں کو اس کے صلے میں جنت ملے گی۔ مومن کو صبر و تحمل سے اپنے عقیدے پر قائم رہنا چاہیے۔

ہر کام میں اخلاص اور صالح نیت کا ہونا ضروری ہے۔ ایک کام اسی وقت اچھا ہو سکتا

ہے جب اس کے پیچھے صرف اللہ کی خوشنودی کی خواہش ہو۔ اگر اس کام کو کسی اور نیت یا ارادے سے سرانجام دیا جائے تو اسے نیک کام نہیں کہا جا سکتا اور یہ دوسروں کی خوشی کیلئے ہو سکتا ہے۔ اللہ عبادت اور ان اعمال کو جو دوسروں کی خوشی کیلئے کیے جاتے ہیں یوں بیان فرماتا ہے:

ترجمہ: ''تو ایسے نمازیوں کیلئے خرابی ہے جو اپنی نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں اور ایسے ہیں کہ (لوگوں کے) دکھاوے کیلئے نماز پڑھتے ہیں اور روزمرہ استعمال کی چیزیں مانگنے پر بھی نہیں دیتے۔''

﴿سورۃ الماعون 107، آیت 4-7﴾

یہی بات صدقہ وخیرات پر بھی صادق آتی ہے۔ بعض لوگ اللہ کی خوشنودی کیلئے یہ کام کرتے ہیں اور بعض لوگ صرف دوسروں کو متاثر اور مرعوب کرنے کیلئے دکھاوے کے طور پر یہ کام کرتے ہیں۔ اس امتیاز اور فرق کو اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اے مومنو! اپنے صدقات وخیرات کو احسان جتا کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو جس طرح وہ جو لوگوں کو دکھاوے کیلئے ہی اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ اور اللہ پر اور روزِ آخرت پر یقین نہیں رکھتا۔ اس مال کی مثال اس چٹان کی مانند ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے۔ اسی طرح ریاکار اپنے اعمال کا ذرا سا حصہ بھی حاصل نہیں کریں گے۔ اور اللہ ناشکروں کو ہدایت ہی نہیں دیا کرتا، اور جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلئے اور خلوصِ دل سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک باغ کی مانند ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو جب اس پر مینہ پڑے تو دوگنا پھل لائے اور اگر نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو تو خوب دیکھ ہی رہا ہے۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیات 264-265﴾

وہ مسلمان جو نیک اعمال میں مشغول ہیں انہیں اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ انہیں ہی ان اعمال کا فائدہ پہنچے گا کیونکہ اللہ ہر چیز اور ہر ضرورت سے بے نیاز ہے۔ اس کو نیک اعمال کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کا فائدہ انہی کو ہے جو یہ صالح عمل کرتے ہیں اس حقیقت کا اظہار اس آیۂ کریمہ سے ہوتا ہے:

ترجمہ: ''لوگو! تم (سب) اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔
اگر وہ چاہے تو تم کو نیست و نابود کردے اور ایک نئی مخلوق لا کھڑی
کرے۔ اور یہ اللہ کیلئے کوئی مشکل کام نہیں۔''

﴿سورۃ الفاطر 35، آیات 15-17﴾

ہمارا ربّ جس وقت چاہے ہر کام کرسکتا ہے کیونکہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے۔

ترجمہ: ''اگر اللہ چاہتا تو سارے آدمیوں کو سیدھے راستے پر چلا دیتا اور
کافروں پر ہمیشہ ان کے اعمال کے سبب بلا آتی رہے گی یا ان کے
مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے
گا، بلاشبہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''

﴿سورۃ الرعد 13، آیت 31﴾

اِسلام پھیلانے کی مسلمانوں کی کوششیں ان کے اپنے فائدے میں ہیں کیونکہ جو لوگ نیک کام کرتے ہیں ان کا فائدہ انہی کو پہنچتا ہے اور آخرت میں اُنہیں اس کا صلہ ملتا ہے۔ قرآنِ پاک کے مطابق:

ترجمہ: ''اور جو شخص کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کیلئے کوشش کرتا ہے
اور خدا تو سارے جہان سے بے پروا ہے۔''

﴿سورۃ العنکبوت 29، آیت 6﴾

نیک کاموں کا تسلسل نہایت ضروری ہے بعض لوگ ایک دن میں دو اچھے کام کر لیتے ہیں خیرات دیتے ہیں یا کوئی دوسرا نیکی کا کام کرتے ہیں۔ یہ کام وہ عادتاً سرانجام دیتے ہیں یا اپنے مفادات کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ لیکن اہم بات ہے کہ ایک شخص کو ساری زندگی میں نیک کام کرتے رہنا چاہیے اور بے غرض اعمال سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے۔ اس کے دین کی اشاعت میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ انہیں یہ کام مسلسل اور بغیر کسی توقف کے جاری رکھنے چاہئیں۔ اگر ان کے آس پاس لوگ نیکی کے کاموں سے دُور ہیں تب بھی انہیں اپنا نیک عمل جاری رکھنا چاہیے اور اس طرح اپنے ایمان کی مضبوطی کو ظاہر کرنا چاہیے اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

ترجمہ: ''اور جو ہدایت قبول کر لیتے ہیں، اللہ اُن کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیتا

ہے اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں تیرے رب کے نزدیک اور زیادہ پسندیدہ ہیں صلہ کے اعتبار سے اور انجام کے لحاظ سے بھی اچھی ہیں۔"

﴿سورۂ مریم 19، آیت 76﴾

وہ لوگ جو ساری زندگی نیک کاموں اور یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں انہیں اللہ کی خوشنودی اور جنت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خوشخبری کو یوں بیان فرماتا ہے:

ترجمہ: "اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم کسی کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتاتے یہ لوگ جنت والے ہیں اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے، اور ہم اس غبار کو جو ان کے دلوں میں تھا دور کر دیں گے، ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ کہیں گے، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم کو یہاں تک پہنچایا، اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ کرتا، دراصل ہمارے رب کے رسول سچی سچی باتیں لے آئے تھے، اور ان سے پکار کر کہا جائے گا یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال کے بدلے میں۔"

﴿سورۃ الاعراف 7، آیات 42-43﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 47-48:

"اور جس دن ہم چلائیں پہاڑ اور تو دیکھے زمین کھلی ہوئی اور ان سب کو اکٹھا کریں اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں۔ وہ تیرے رَبّ کے سامنے قطاروں میں کھڑے ہو جائیں۔ تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار بنایا تھا۔ تم کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ایک وقت متعین نہیں کریں گے۔"

ہر ذی رُوح کی موت کا ایک وقت مقرر ہے جو اٹل ہے۔ اسی طرح اس کائنات کی موت کا بھی وقت مقرر ہے جسے "قیامت" کا نام دیا گیا اور یہ قیامت کب وقوع پذیر ہوگی اس کا علم اللہ ہی کو ہے جیسا کہ حسبِ ذیل آیت سے بھی یہ بات واضح ہے۔

ترجمہ: "بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا یقینی طور پر

اللہ سب کچھ جانتا (اور) باخبر ہے۔"

﴿سورۂ لقمان 31، آیت 34﴾

سورۂ کہف میں لوگوں کے قیامت کے بارے میں خیالات وخدشات کو بیان کیا گیا ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ وہ گھڑی جسے لوگ دُور سمجھتے ہیں عنقریب ان تک پہنچنے والی ہے۔

ترجمہ: "ان لوگوں کیلئے ان کا حساب قریب آ گیا ہے اور یہ غفلت میں پڑے منہ موڑ رہے ہیں۔"

﴿سورۃ الانبیا 21، آیت 1﴾

اکثر افراد کا خیال ہے کہ دنیا کی زندگی ہمیشہ جاری رہے گی اور قیامت کی گھڑی کبھی نہیں آئے گی اور یہ کہ موت کی کچھ حقیقت نہیں ہے اور قیامت کا دن محض ایک وہم اور گمان ہے۔ جبکہ اس وقت کا مطلب زمین اور اس کی تمام اشیا اور کائنات کے دیگر مظاہر کا اختتام ہے۔ یہ اختتام حتمی اختتام نہیں بلکہ یہ آخرت میں ایک ابدی اور ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی کی شروعات ہے۔

اللہ نے ہر انسان کو عدم سے وجود عطا کیا اور اللہ وقتِ مقررہ پر اس کی جان لے لے گا۔ ہر شخص کی موت کا وقت، وجہ اور مقام اس کے علم میں ہے۔ اللہ زمان ومکان سے بے نیاز ہے اور اپنے وسیع علم سے ہر چیز پر محیط ہے۔

یومِ حساب کو اہلِ ایمان خوف زدہ نہیں ہوں گے کیونکہ اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے:

ترجمہ: "میرے بندو! آج تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا اور کوئی غم نہیں ہوگا۔"

﴿سورۃ الزخرف 43، آیت 68﴾

لیکن اس کے برعکس کفار اور مشرکین کیلئے یہ ایک مشکل ترین دن ہوگا۔

اہلِ ایمان کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر نیک اعمال، عبادات اور مضبوط ایمان کی وجہ سے عمدہ اجر ملے گا۔ اللہ انہیں وہ دکھ، کرب اور تکلیف محسوس نہیں ہونے دے گا جو اس روز کفار کے مقدر میں ہوگی۔ آخرت میں اہلِ ایمان کی صورتِ حال کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے:

ترجمہ: "اس روز تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے آج تم کو بشارت ہے ایسے

باغات کی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے یہ بڑی کامیابی ہے۔"

﴿سورۃ الحدید 57، آیت 12﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 49:

''پھر ان کے سامنے کتاب رکھ دی جائے گی جس میں ان کے اعمال درج ہوں گے اور تم اس وقت کافروں کو خوف سے لرزتے ہوئے دیکھو گے کہ اس میں کیا ہے اور پھر وہ کہیں گے، افسوس ہم پر، یہ کیسی کتاب ہے جس میں کسی بھی چھوٹی یا بڑی بات کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اس میں انہیں اپنے تمام اعمال جو دنیا میں کیے تھے نظر آئیں گے اور تمہارا رب کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرے گا۔''

اس آیت میں یوم قیامت کفار کے خوف اور دہشت کے عالم کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی تعجب انگیز پریشانی کا بیان ہے جو انہیں اپنے اعمال کا اندراج دیکھ کر ہوگی۔ اس تعجب کی ایک وجہ ان کی جہالت ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہر وقت اور ہر چیز کا حاکم ہے اور ایک ایک لمحہ اور واقعہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ اللہ انسانی نظام الاوقات اور زمانوں مثلاً ماضی، حال اور مستقبل سے بے نیاز ہے۔ اس کے سامنے تو ہر چیز ایک ہی وقت پر

موجود اور واقع ہوتی ہے۔ ہر واقعہ اور ہر چیز اس کے احاطہ تحریر میں ہے جسے نوشتۂ تقدیر کہا جاتا ہے۔ اس میں ہر چیز کی جزئیات درج ہیں۔ اللہ کو ان سب کا علم ہے مگر اس کا علم انسانی علم جیسا نہیں ہے۔ اس نے انسانوں کو تخلیق کیا ہے اور ان کی زندگیوں کے ہر لمحے پر اس کا کنٹرول ہے۔

دُوسری جانب لوگ زندگی میں نوشتۂ تقدیر کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ بتدریج وہ واقعات پیش آتے ہیں جو ان کیلئے پہلے ہی سے لکھ دیئے گئے تھے۔ لوگوں کو اس کا علم اس وقت ہوتا ہے جب تقدیر ان کے سامنے آن کھڑی ہوتی ہے جن سے مفر ممکن نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ تقدیر سے غافل ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ وہ اپنی تقدیر کو بدل سکتے ہیں یا اسے شکست دے سکتے ہیں۔ مثال کے طور آپ کو ایک حادثہ پیش آتا ہے۔ تقدیر سے مراد ہے اس کے حالات و واقعات، آپ اس میں کس قدر زخمی ہوتے ہیں۔ اس حادثے سے جانبر ہوتے ہیں یا نہیں، یا آپ کے زخم کتنے عرصے میں ٹھیک ہوں گے۔ یہ سب کچھ تقدیر میں درج ہوتا ہے اور تقدیر کو کوئی نہ تو ''دھوکہ'' دے سکتا ہے اور نہ تقدیر کو ''شکست'' ہی دے سکتا ہے۔ اسی طرح تقدیر کو بدل دینا بھی ناممکن ہے۔

اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ تقدیر کو بدل سکتے ہیں تو آپ اپنے آپ کو محض طفل تسلیاں دے رہے ہیں اور پھر یہ بات ایک بار پھر ان کی تقدیر میں ہے کہ وہ ایسا یقین اور سوچ رکھتے ہیں۔ تقدیر اللہ کی سائنس ہے جو تمام اوقات کو ایک ہی لمحے میں دیکھتا اور زمان و مکان پر حکومت کرتا ہے۔

قیامت کے روز لوگ دیکھیں گے کہ ان کے اعمال، الفاظ اور نیتیں ان کے سامنے رکھ دی جائیں گی۔ اللہ کی رضا سے مدتوں کی بھولی بسری باتوں کی تفصیلات تمام تر جزئیات کے ساتھ سامنے رکھ دی جائیں گی۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے گذشتہ اعمال وقت کی دبیز تہہ میں دب کر معدوم ہو جائیں گے۔ لیکن اللہ کے معاملے میں ایسا نہیں ہے جو کچھ یومِ قیامت کو پیش آئے گا یا جو کچھ ہزاروں برس پہلے وقوع پذیر ہو چکا ہے اس کے سامنے ہے اور یہ سب اس کیلئے محض ایک لمحے کی بات ہے۔ لہٰذا یہ سوچنا کہ کسی کے اعمال بھول جائیں گے یا اس کے راز پوشیدہ ہی رہیں گے ایک سنگین غلطی ہے اور یومِ حساب کو ان کا کیا دھرا ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 50:

"جب ہم نے فرشتوں سے کہا" آدم کو سجدہ کرو" تو ابلیس کے سوا جو جنوں کی نسل سے تھا سب فرشتے سجدے میں گر گئے۔ ابلیس نے اللہ کی اطاعت سے منہ موڑ لیا تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے علاوہ اپنا محافظ مانتے ہو جب کہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ غلط کاروں کا انجام کتنا برا ہوگا۔"

اس آیت سے اطاعت و فرمانبرداری کی اہمیت کا علم ہوتا ہے۔ ابلیس نے آدم کو سجدہ نہ کر کے اللہ کی نافرمانی کی۔ نافرمانی اس کی سرشت بن گئی۔ جب کہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار ہوتا ہے اور آیات قرآنی میں موجود احکامات کی پوری طرح پابندی کرتا ہے۔

لوگوں کی زندگی اور معاشرے میں اطاعت بہت ضروری ہے۔ قانون و دستور پر عمل کیلئے بھی اس خصوصیت کا ہونا ضروری ہے۔ لوگ قانون کا احترام کرتے ہیں اور اس طرح ریاست میں امن کے قیام کو یقینی بناتے ہیں۔ بہت سی آیات میں مسلمانوں کو اپنے امراء اور سرداروں کی اطاعت کا حکم ہے اور اس سے ان کی دینی حمیت پر اثر نہیں پڑتا اور حاکم بھی انہیں

دین سے دُور کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور ان پر دین کے خلاف احکامات نافذ نہیں کرتے۔ مسلمان اللہ کے فرامین کے مطابق ایک معاشرہ قائم کرتے ہیں۔ قرآن وسنت کے مطابق زندگیاں بسر کرتے ہیں اور اطاعت وفرمانبرداری کی ایک سازگار اور پُرامن فضا قائم کرتے ہیں۔

مذہبی اخلاق لوگوں کو تشدد اور دہشت گردی سے روکتا ہے کیونکہ اللہ لوگوں کو زمین میں فساد پھیلانے سے منع کرتا ہے۔ اس حوالے سے چند آیات ہدیۂ قارئین ہیں:

ترجمہ: "اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی بندگی کیا کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی نشانی آچکی ہے تو تم ناپ تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا نقصان ان کی چیزوں میں مت کیا کرو، اور زمین میں فساد مت پھیلایا کرو جبکہ اس کی درستی کی جاچکی، یہ تمہارے ہی لئے مفید ہے، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔"

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 85﴾

وہ لوگ جو دین کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں فطری طور پر برائیوں سے دور بھاگیں گے۔ وہ قرآنی احکامات پر عمل پیرا ہو کر اندرونی اطمینان، سکونِ قلب، صبر وتحمل اور ملنساری کا جذبہ پائیں گے۔ وہ لوگوں کے ساتھ ہم آہنگی اور باہمی ربط وضبط کا مظاہرہ کریں گے۔

اگر معاشرے میں قرآنی طرزِ حیات کو وسیع پیمانے پر اپنا لیا جاتا ہے، شیطان کے رستے سے بچا جاتا ہے تو وہاں امن اور محبت کی حکمرانی ہوگی۔ وہ لوگ جو پولیس اور سیکورٹی فورسز سے معاندانہ رویّہ رکھتے ہیں زیادہ دیر جم نہیں سکتے لیکن وہ لوگ جو رُوحِ اسلام کے مطابق قانون نافذ کرنے والے اداروں سے معاونت کرتے ہیں وہ اپنے اور ان کیلئے آسانیاں پیدا کرتے ہیں۔ اگر اس طرح کے لوگ دنیا میں کثرت میں ہوں تو بدامنی، دہشت گردی، انارکی، فساد اور نفرت کا خاتمہ ہو جائے۔ لوگوں کے باہمی تنازعے، جھگڑے اور عناد ختم ہو جائیں اور ہر انسان کو جہاں جی چاہے جانے کی کامل آزادی ہو اور وہ جس وقت چاہے کہیں جائے اور اسے کسی قسم کے عدم تحفظ کا احساس نہ ہو۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 51:

"میں نے انہیں زمین و آسمان کی تخلیق کا گواہ نہیں بنایا تھا اور نہ ان کی اپنی تخلیق کا، اور میں گمراہ ہو جانے والوں کو معاون نہیں بناتا۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مومن کو مومن ہی سے دوستی رکھنی چاہیے۔ ان لوگوں سے میل جول رکھنا چاہیے جو اللہ کے فرمانبردار بندے اور اچھے اخلاق و کردار کے مالک ہوں۔ اس طرح کے لوگوں کے ساتھ تعلق کے باعث اہلِ ایمان تمام خطرات اور گمراہ ہونے سے بچے رہیں گے انہیں نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ اور تعاون حاصل ہوگا۔ چونکہ اہلِ ایمان ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اسلئے وہ ایک دوسرے کو اللہ کی نشانیاں یاد دلائیں گے اور ایک دوسرے کو اچھے اخلاق سکھلائیں گے۔ ان لوگوں کی دوستی جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور فساد پھیلاتے ہیں تباہی و بربادی کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتی۔

ترجمہ: "اور جب شیطان نے انہیں ان کے اعمال کو خوشنما بنا کر دکھایا اور کہا کہ آج لوگوں میں سے تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں ہے، اور میں تمہارا حامی ہوں پھر جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں، تو وہ اُلٹے پاؤں بھاگا اور کہا میں تم سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا،

میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتیں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

﴿سورۃ الانفال 8، آیت 48﴾

یہ بات کبھی بھی اپنے دل ودماغ سے فراموش نہ کریں کہ شیطان اس دنیا میں لوگوں کا دوست بن کر نمودار ہوتا ہے لیکن جب اللہ کی سزا کا سامنا ہوتا ہے تو شیطان ان لوگوں کو تنہا چھوڑ دیتا ہے۔ اسلئے قرآن مومنوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ مومنوں کو ہی اپنا دوست اور معاون بنائیں۔

ترجمہ: "تمہارے دوست تو اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) اور ایمان والے لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ ہی کے آگے جھکتے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین سے دوستی کرے گا تو اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہوگی۔"

﴿سورۃ المائدہ 5، آیات 55-56﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 53-52:

''اور جس دن وہ (اللہ) فرمائے گا ''پکارو میرے شریکوں کو جن کو تم مانتے تھے'' وہ پکاریں گے لیکن وہ جواب نہ دیں گے۔ ہم ان کے درمیان ایک ناقابلِ عبور خلیج حائل کر دیں گے۔ گنہگار آگ دیکھیں گے اور سمجھ لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔''

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرکین کو آخرت میں غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس دن ان کے جھوٹے خدا بھی انہیں دھتکار کر ان سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ مشرکین اپنے آپ کو بالکل اکیلا پائیں گے اور ہر کوئی صرف اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا اس روز کسی پر ظلم نہیں ہوگا اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے میں تمہیں وحی کے ذریعہ سے ڈراتا ہوں اور (بات یہ ہے) کہ یہ بہرے سنتے ہی نہیں جب ان کو ڈرایا جاتا ہے اور اگر ان کو آپ کے رب کی طرف سے ذرا سا عذاب بھی پہنچتا ہے تو کہتے ہیں

ہائے ہماری کم بختی واقعی ہم مجرم ہیں۔"

﴿سورۃ الانبیا 21، آیات 45-46﴾

ان آیات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مشرکین اس صورتِ حال سے فرار کی راہ ڈھونڈیں گے جو انہیں نہیں ملے گی۔ ان کی یہ حالت اللہ کے علم میں ہے۔ ان آیات میں بیان کیا گیا منظر کسی کے علم میں نہیں ہے اور نہ کسی نے اس منظر کا مشاہدہ کیا ہے اور اس میں بیان کی گئی گفتگو کسی نے نہیں سنی۔ اس طرح مستقبل کے واقعات غیب کا حصہ ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ ہم انہیں نہیں جان سکتے۔ لیکن اللہ جو زمان و مکاں پر حاوی ہے اس کے سامنے یہ واقعات وقوع پذیر ہو چکے ہیں۔

ہمارا ربّ لوگوں کے بہانے، عذر خواہی، ان کے فرار کے منصوبے، ان کے طریقے اور جس طرح ان کو سزا دی جائے گی، ان کے ابدی عذاب سب کے بارے میں جانتا ہے کیونکہ ابد کو اسی نے تخلیق فرمایا ہے۔ یہ واقعات اس نے ہمیں پہلے اس لیے بتائے ہیں کہ ہم دوسروں کی غلطیوں سے سبق حاصل کر سکیں۔ اللہ کے سامنے اوّل و آخر کا کوئی وجود نہیں دونوں ایک ہی وقت میں اس کے سامنے ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اللہ ماضی کو 'یاد' نہیں کرتا اور مستقبل کا 'انتظار' نہیں کرتا۔ وہ دونوں کو جانتا ہے لیکن اس کا علم ہمارے علم جیسا نہیں۔ جو واقعات ابھی وقوع پذیر ہونے ہیں اس کے حافظے میں ہیں لیکن یہ اس طرح نہیں ہے جیسے ہم کسی چیز کو یاد کر لیتے ہیں۔ اس کے سامنے "مستقبل" موجود ہے اور ختم ہو چکا ہے۔ وقوع پذیر ہو چکا ہے اور ختم ہو چکا ہے۔ ہمارا ماضی، حال، مستقبل اللہ کے سامنے ایک لحظہ ہے۔ اللہ کا علم ہر شے پر محیط ہے۔

ایک شخص ایک فلم دیکھتا ہے اور دوسرے کو دیکھنے کیلئے دیتا ہے۔ دوسرے کو اس کے آغاز و انجام کا کچھ علم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اسے دیکھ نہیں لیتا، لیکن جس نے پہلے دیکھ رکھی ہے اس پتا ہوتا ہے کہ کیا کیا ہو چکا ہے اور کیا ہونے والا ہے اور جس نے یہ فلم تیار کی تھی اسے دیگر جزئیات بھی از بر ہوتی ہیں۔ اسی مثال کو وسیع کر کے اللہ کی حکمتِ عملی کو جاننے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ جس طرح ہم گھڑی پر الارم لگا دیتے ہیں اور وہ عین وقت پر بج اٹھتا ہے بالکل اسی طرح ہمارے ساتھ پیش آنے والے واقعات اور موت کا الارم لگا دیا گیا ہے۔ لگانے والے کو پتا ہے یہ کب بج اُٹھے گا۔

ترجمہ: ”وہ کہیں گے افسوس ہو ہم پر یہ ہمیں ہماری آرامگاہ سے کس نے اٹھادیا ہے۔ یہ وہی ہے جس کا رحیم ورحمان اللہ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام سچ فرمایا کرتے تھے۔“

﴿سورۃ یٰسین 36، آیت 52﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 54:

"ہم نے قرآن میں لوگوں کو ہر طرح کی مثالیں دی ہیں لیکن انسان سب چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔"

قرآن لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتا ہے اور سچ اور جھوٹ میں فرق بیان کرتا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک نہایت حسین، واضح، فہیم اور یاد دلانے والا تحفہ ہے۔

اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ قرآن میں رہتی دنیا تک کے انسانوں کیلئے وضاحتیں اور مثالیں موجود ہیں جن کی انہیں اپنے مسائل میں ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اخلاقیات سے روزمرہ کے معاملات تک، باہمی تعلقات سے معیشت تک، تخلیق کائنات کی نشانیوں سے آسمان و زمین تک، مستقبل کی علامات اور سب کچھ قرآن میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر وہ لوگ جو مذہبی زندگی گذارنا چاہتے ہیں انہیں بتایا گیا ہے:

ترجمہ: "اور ہم نے کتاب سے کوئی چیز نظر انداز نہیں کی"

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 38﴾

اس خصوصیت کو ان آیات میں بھی بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: "یہ لوگ اس لئے یہ کر رہے تھے کہ ان کے دل جو آخرت پر یقین نہیں

رکھتے اس طرف مائل ہو جائیں اور اس کو پسند کر لیں اور مرتکب ہو جائیں، ان کاموں کے جن کے یہ مرتکب ہو رہے ہیں تو پھر کیا میں اللہ کے سوا دوسرا کوئی منصف تلاش کروں جبکہ اس نے تمہاری طرف واضح کتاب نازل کی ہے، اور اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہ کتاب جو تمہاری طرف نازل ہوئی ہے برحق ہے، تو تم شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔''

﴿سورۃ الانعام 6، آیات 113-114﴾

ترجمہ: ''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے خود ان پر گواہ کھڑے کریں گے اور اے نبی! ہم ان میں آپ کو گواہ بنائیں گے اور ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو کھول کر بیان کرتی ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت، رحمت اور بشارت دینے والی ہے۔''

﴿سورۃ النحل 16، آیت 89﴾

قرآنِ پاک کے نازل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انسان کو اس سے ہدایت ملے اور اُسے اپنی خامیوں اور کمزوریوں کا علم ہو جائے۔ اسے پتا ہو کہ مشکل کی گھڑیوں میں کیسے صبر سے کام لینا ہے اور غصّے کے وقت اس پر کیسے قابو پانا ہے۔ بری خصلتوں مثلاً حسد، تمسخر، جھوٹ، چغلی اور بدگمانی سے کیسے بچنا ہے جو انسان کے کردار کو داغدار کر دیتے ہیں۔ مزید برآں یہ اہلِ ایمان کو منافقوں سے خبردار کرتا ہے جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ اس میں کفار کے افعال و کردار اور روّیے کو بیان کیا گیا ہے تاکہ اہلِ ایمان اس سے سبق حاصل کریں۔

وہ لوگ جو قرآن پر غور کرتے ہیں انہیں اپنے بارے میں اور گردو پیش کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ: ''اور اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اُتارا اور اس میں ہر قسم کے ڈراوے بیان کر دیئے تاکہ لوگ پرہیز گار بنیں یا خدا ان کیلئے نصیحت پیدا کر دے۔''

﴿سورۃ طٰہٰ 20، آیت 113﴾

سورۃ الکہف کی آیت 54 انسان کی جھگڑالو فطرت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔

بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ان کے نظریات اور نقطۂ نظر سب سے بہتر اور برتر ہے۔ وہ دوسروں کے خیالات و نظریات کو سننے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور وہ ہر قیمت پر لفظوں کی اس جنگ میں فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دوسروں کو قائل کرنے کیلئے، ہاتھ نچاتے ہیں، غصے میں تیز تیز بولتے ہیں، آنکھیں لال کر لیتے ہیں اور گلا پھاڑ کر چیختے ہیں اور ان کا یہ طرزِ عمل جارحانہ ہو جاتا ہے۔

دوسری جانب اہلِ ایمان فریقِ مخالف کی بات اور دلائل بڑی توجہ سے سنتے ہیں اور قرآن کے مطابق اس کا جائزہ لیتے ہیں اور نہایت شائستگی سے بات کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ دوسروں کو سیدھی راہ کی جانب لانے کا یہ مؤثر ترین طریقہ ہے۔ اس میں اللہ بھی ان کی مدد کرتا ہے اور وہ کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ ہر صورتِ حال میں وہ صبر و تحمل اور تدبر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس رویے کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اور نیکی اور بدی دونوں برابر نہیں ہیں، آپ اچھے برتاؤ سے ٹال دیا کریں، پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں دشمنی تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست ہوتا ہے۔''

﴿سورۃ حٰمٓ السجدۃ، آیت 34﴾

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

سورۃ الکہف آیت نمبر 55:

''جب لوگوں تک اللہ کی ہدایت پہنچ چکی ہے تو انہیں ایمان لانے اور اللہ سے مغفرت طلب کرنے سے کسی چیز نے نہیں روک رکھا۔ سوائے اس کے کہ وہ انتظار کریں کہ ان کے ساتھ وہ پچھلوں کی طرح سلوک کیا جائے یا یہ کہ تباہی ان کے سامنے آن کھڑی ہو۔''

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو دین کی دعوت ملنے اور پیغمبروں کی تبلیغ کے باوجود کفر پر اڑے رہتے ہیں۔ اپنے غرور اور تکبر کی وجہ سے وہ مغفرت طلب کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتے اور انہیں اپنے رویے پر کوئی پچھتاوا بھی نہیں ہوتا۔ اس کی بجائے گویا وہ عذابِ الٰہی کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اس بات کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ اللہ ان پر عذاب نازل کر سکتا ہے ان کے دلوں میں یا تو خوفِ الٰہی بہت کم ہوتا ہے یا سرے سے ہوتا ہی نہیں۔

جب پہلی قوموں کو اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں نے دعوتِ ایمان دی اور انہیں دین کے مطابق زندگی بسر کرنے کو کہا تو ان کے انکار اور استرداد کا یہی انداز تھا۔ ہر قوم جو اللہ سے

نہیں ڈرتی اور کفر پہ اڑی رہتی ہے اس کو ایک خاص وقت کی مہلت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ قرآن الحکیم میں آتا ہے کہ جو لوگ کفر پر اڑے رہتے ہیں انہیں عذاب سے دوچار کیا جاتا ہے۔ان میں سے چند آیات حسب ذیل ہیں:

ترجمہ: ''آپ ان کافرین سے فرما دیجئے کہ اگر یہ اپنے کفر سے باز آ جائیں تو ان کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر وہ کفر کی عادت جاری رکھیں گے تو ان کو بتا دیجئے کہ پہلے کافروں کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے۔''

﴿سورۃ الانفال 8، آیت 38﴾

ترجمہ: ''دُنیا میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بری تدبیروں کی وجہ سے اور بری تدبیروں کا وبال ان کے کرنے والوں ہی پر پڑ جاتا ہے تو کیا وہ اسی دستور کے انتظار میں ہیں جو اگلے (کافروں) کے ساتھ ہوتا رہا ہے، سو آپ اللہ کے سوا اس دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور نہ آپ اس کو منتقل ہوتا ہوا پائیں گے۔''

﴿سورۃ الفاطر 35، آیت 43﴾

ترجمہ: ''تو ان کے ایمان نے انہیں کچھ نفع نہ دیا جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا، اللہ کی یہ عادت ہے جو اس کے بندوں میں چلی آتی ہے اور اس وقت کافر خسارہ میں پڑ گئے۔''

﴿سورۃ مومن 40، آیت 85﴾

اللہ تعالیٰ کے اٹل اور غیر متغیر ابدی قانون کے مطابق تمام اقوام جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرا دیا شدید ترین عذاب سے دوچار کی گئیں۔ اللہ کے عذاب کو کوئی بدل نہیں سکتا اور ایک گھنٹے کیلئے بھی ٹال نہیں سکتا۔ اللہ ہر چیز پر حاکم ہے اور ازل سے ابد اور ابد الآباد تک اسی کی حکمرانی ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے۔

ترجمہ: ''جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے اور آپ اللہ کی عادت میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔''

﴿سورۃ الاحزاب 33، آیت 62﴾

سورۃ الکھف آیت نمبر 56:

"اور ہم تو رسولوں کو محض خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجتے ہیں، اور کافر لوگ باطل پکڑ پکڑ کر جھگڑتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے حق کو ٹلا دیں، اور ہماری آیات کو اور ان چیزوں کو جن سے ان کو ڈرایا گیا ہے دل لگی بنا رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں واضح فرمایا ہے کہ ہر قوم کی جانب اللہ نے دین کی اشاعت اور نظامِ کفر کے خاتمے کیلئے پیغمبر بھیجے۔ انہوں نے ہر عمدہ طریقے اور انداز سے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا۔ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ غلط عقائد و نظریات معاشرے کی رگوں میں اُترے ہوئے ہیں اور ان کی جڑیں کافی گہری ہو چکی ہیں جس کی وجہ سے لوگ بڑی سختی اور شدت سے حق کا انکار اور مخالفت کرتے ہیں اور اپنے باطل عقائد و نظریات کا تحفظ کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کو لادینی عقائد، بداخلاقی اور پوری طاقت سے دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو اللہ سے دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کو انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اثر سے ہٹانے اور مذہب و اخلاقیات سے دُور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بے دین معاشرے کے افراد دعوتِ دین کو روکنے کیلئے مختلف ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی باتوں کو غلط ثابت کرنے اور ان کے اثرات کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے خلاف سازشیں تیار کرتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور الہامی کتب پر تنقید کرتے ہیں۔ لوگوں کو الہامی کتب کے مطالعے سے روکتے ہیں اور اس کیلئے تشدد کی حکمتِ عملی بھی اختیار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر درج ذیل آیات میں بیان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کس طرح انہیں تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

ترجمہ: ''ان سے پہلے قومِ نوح اور ان کے بعد دوسری اُمتوں نے بھی رسولوں کی تکذیب کی، اور ہر اُمت نے اپنے رسول کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا، اور جھوٹ پر ناحق جھگڑتے رہے کہ اس طرح حق کو زائل کر دیا جائے تو میں نے ان کو پکڑ لیا (سو دیکھ لو) میرا عذاب کیسا رہا۔''

﴿سورۃ المومن 40، آیت 5﴾

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار ایسی برائی کی ابتداً کرتے ہیں جس کا انجام خسارہ ہے اور اللہ نے ماضی میں کفار کی ہر چال کو ناکام بنایا اور اسی طرح مستقبل میں بھی ان کے منصوبوں کو پنپنے نہیں دے گا۔ یومِ حساب کو اللہ ان لوگوں کو سخت سزا دے گا جنہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے اور دین سے دُور کرنے کی کوششیں کیں کیونکہ یہ چیز ان کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔

جو لوگ گمراہ ہو گئے اور حق کا انکار کیا انہیں اس جہان میں بھی نقصان اٹھانا پڑے گا اور آخرت میں بھی ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''اور اللہ ہی کیلئے ہے بادشاہت آسمانوں اور زمین کی اور جس روز قیامت برپا ہوگی اس روز سارے اہلِ باطل نقصان میں رہیں گے۔''

﴿سورۃ الجاثیہ 45، آیت 27﴾

سورۃ الکہف کی آیت 56 میں یہ ذکر بھی ہے کہ کفار اللہ کی آیات اور نشانیوں کا مذاق اُڑاتے ہیں ان کا تمسخر کرتے ہیں انہیں دوزخ کے عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔

ان کے انکار کی ایک بڑی اور بنیادی وجہ ان کا تکبر اور غرور ہے۔ ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی ان کے سامنے اللہ کا نام نہ لے اور نہ کوئی اسلامی اخلاقیات کی

بات کرے، کیونکہ اس طرح کی فضا میں وہ اپنے کردار کے مطابق حالات کو رکھ سکیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ اور اس کی تخلیق کا انکار کر دیا جائے تو پورا ماحول پُر امن بن سکتا ہے۔ اللہ اور اس کی طاقت کو نظر انداز کرنے والے کے اس روّیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں جتنی بھی مؤثر دلیل اور ثبوت فراہم کیا جائے وہ اس پر قائل نہیں ہوں گے اور ہونا بھی نہیں چاہیں گے۔ ان کا خیال ہوتا ہے کہ اللہ کے دین کا انکار کر کے ان کی برتری میں اضافہ ہوگا اور ان کے ارد گرد کے لوگ جنہیں اللہ نے دیگر مخلوق کی طرح پیدا کیا ہے اور وہ اللہ کے سامنے عاجز ہیں، ان سے بھی مرعوب رہیں گے۔

ان کے غرور کی عمارت اللہ ہی کی دی ہوئی نعمتوں پر کھڑی ہے جن میں عقل و ذہانت، قد و قامت، شکل و صورت، متناسب اعضاء، سماعت، بصارت، شامعہ، لامسہ، مادی وسائل اور دیگر تمام چیزیں شامل ہیں۔ لیکن یہ لوگ عقل سے کام لے کر اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اس کی آیات کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے کہ یہ لوگ آیات کے سنتے ہی ان کا مذاق شروع کر دیتے ہیں:

ترجمہ: ”اور جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو بعض منافق مسلمانوں سے بطور تمسخر کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی، سو (مومنو) جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ اس ترقی کے احساس سے خوش ہو رہے ہیں۔“

﴿سورۃ التوبہ 9، آیت 124﴾

ان کا تمسخر اور استہزاء اہلِ ایمان کو کمزور نہیں کرتا اور ان کے عقائد متزلزل ہونے کی بجائے اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کے ایمان میں اور بھی پختگی آتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں کفار ان آیات کا مفہوم سمجھ ہی نہیں پاتے اور اس روّیے کا اظہار کرتے ہیں:

ترجمہ: ”اللہ نہیں شرماتا اس بات سے کہ وہ کوئی مثال بیان کرے مچھر کی یا اس سے بھی بڑھ کر کسی اور چیز کی، سو جو ایمان لا چکے ہیں وہ تو یہی یقین کریں گے کہ وہ مثال یقیناً حق ہے اور جو لوگ کافر ہیں یہی کہتے رہیں گے کہ اللہ کا اس مثال سے مطلب کیا تھا، اس سے وہ بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے، اور بہت سوں کو راہ دکھاتا ہے اور اس سے تو وہ بدکاروں ہی

کو گمراہ کرتا ہے۔"

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 26﴾

یہ لوگ ایک آیت میں اللہ کی پیش کردہ مچھر کی مثال کے پیچھے حکمت کو محسوس کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور جاہلانہ انداز سے کہتے ہیں " آخر اللہ کا اس مثال سے کیا مقصد ہے؟" اس کے بعد وہ آیت کا مذاق اُڑاتے ہیں لیکن آج کی سائنس اس بات کو ثابت کر چکی ہے کہ بظاہر حقیر سے نظر آنے والے مچھر میں کئی کرشماتی پہلو موجود ہیں۔

اللہ نے اس کی ان خصوصیات کو چودہ سو سال قبل پیش کیا اور اس وقت کے کافر جنہیں اس حقیقت کا علم نہیں تھا آج اپنے استہزاء کی وجہ سے نہایت کند ذہن ثابت ہو چکے ہیں۔ عبادات کا مذاق اُڑانا بھی کافر لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔

ترجمہ: "اور جب تم نماز کیلئے اعلان کرتے ہو تو وہ اس کو ہنسی اور کھیل بناتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ وہ عقل نہیں رکھتے۔"

﴿سورۃ المائدہ 5، آیت 58﴾

اللہ نے بہت سی آیات میں کفار کے ٹھٹھا مخول اور تمسخر کا ذکر کر کے اہلِ ایمان کو تلقین فرمائی کہ اس صورتِ حال میں ان کا ردِ عمل کیا ہونا چاہیے۔

ترجمہ: "اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب نکال رہے ہیں تو آپ ان سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں پڑ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ان ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔"

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 68﴾

وہ لوگ جو اللہ، اس کے رسول اور آیات کا انکار کرتے ہیں وہ یومِ حساب کو اپنے انجام سے دوچار ہوں گے۔

ترجمہ: "یہ ان کی سزا جہنم ہے، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور رسول کا مذاق اُڑایا۔"

﴿سورۃ الکہف 18، آیت 106﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 57:

"اور اس سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیات سے نصیحت کی جائے تو وہ اس سے منہ موڑ لے اور بھول جائے اس کو جو آگے بھیج چکے اس کے ہاتھ، ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اس کے سمجھنے سے اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور اگر آپ ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلائیں تو کسی صورت میں کبھی راستہ پر نہ آئیں گے۔"

انبیاء کرام علیہم السلام کی واضح نشانیوں، تبلیغ اور یاددہانی کے باوجود بہت سے لوگ پشت پھیر کر چلے جاتے ہیں اور اس دعوت پر کان نہیں دھرتے۔ مگر ان کا یہ رویہ، ہٹ دھرمی اور تمسخرانہ انداز ہی ان کا مقدر بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ کوشش بھی کریں تو سچ کو پا نہیں سکتے اور انہیں اسی حالت میں رہنا پڑتا ہے۔ یہ ان کے اپنے عمل اور رویے کی سزا ہے۔

دولتِ ایمان عطا کرنا صرف اللہ کا کام ہے اور اس نے ان کی تقدیر میں کفر لکھ دیا ہے اس لئے جب تک اللہ نہ چاہے کوئی دعوت اور تبلیغ ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ اللہ ان کے

دلوں پر پردے ڈال دیتا ہے اور وہ بات کو سمجھ ہی نہیں پاتے۔

ترجمہ: ''اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو راہ پر جمع کر دیتا''۔

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 35﴾

ترجمہ: ''اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 7﴾

اللہ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی کبھی راہنمائی نہیں ہوگی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ تقدیر کو بدل دینا ناممکن ہے۔ انسان جتنی بھی کوشش کر لے اپنی تقدیر پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ ہوتا وہی ہے جو اس کی تقدیر میں ہوتا ہے۔



سورۃ الکہف آیت نمبر 58:

"اور آپ کا رَبّ بہت بخشنے والا ہے اور بڑی رحمت والا ہے، اگر وہ ان کے کرتوت پر ان کو پکڑنے لگے تو ان پر فوراً عذاب بھیج دے، بلکہ ان کے لئے ایک وقت معین ہے کہ اس سے اس طرف کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔"

یہ آیت ہمیں اللہ کی اپنے بندوں کیلئے بے کنار رحمت اور بخشش کی یاد دلاتی ہے۔
اللہ کی رحمت اور عنایات ہر چیز پر سایہ فگن ہیں۔ اس کی رحمت پوری کائنات کیلئے ہے وہ سب کا رازق ہے۔ ربّ العالمین ہے۔ ہماری سانسوں میں گھلی ہوئی ہوا سے لے کر ہماری خوراک تک، ایک انسان کے مسلسل دھڑکتے ہوئے دل سے لے کر فطرت کی خوبصورتیوں تک ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عظمت کا پَرتو اور اس کی شانِ جلیلہ کی جھلک ہے۔ زندگی کی نعمت اللہ کی عطا ہے۔
جو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں وہ مقصدِ تخلیق کو جانتے ہیں اور اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ جبکہ بعض ناشکرے ہوتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا اعتراف نہیں کرتے۔
اللہ نے ہر فرد کو ارضی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور اس میں مومن اور کافر کا امتیاز نہیں رکھا اس کی نعمتیں سب کیلئے ہیں۔ مشرکین، منافقین اور کفار بھی اسی کا دیا ہوا کھاتے ہیں اور اسی کی عطا کی

ہوئی نعمتیں استعمال کرتے ہیں۔ ان کے دل اللہ کی مرضی سے دھڑک رہے ہیں اور وہ بھی اللہ کی رضا سے سانس لے رہے ہیں اور اللہ کی عطا کی ہوئی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جس طرح اللہ اہلِ ایمان کو مال و دولت دیتا ہے اسی طرح انہیں بھی دیتا ہے۔ انہیں گھر اور اولاد دیتا ہے۔ اچھے کھانے، اچھی صحت، طاقت اور حسن و جمال عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کفار کو بھی اپنی نعمتوں کے استعمال سے نہیں روکتا کہ شاید یہ چیز انہیں کسی وقت اللہ کی جانب رجوع کرنے، اس کے بارے میں سوچنے اور پھر شکر گذار ہونے پر مائل کر دے۔ یہ سب کچھ دنیاوی زندگی میں ہے آخرت میں نعمتیں صرف اہلِ ایمان کا حصہ ہوں گی جنہوں نے اس دنیا میں ان نعمتوں کو اللہ کی خوشنودی اور قرب کیلئے استعمال کیا اور ہر وقت اللہ کا شکر ادا کیا۔ اللہ بڑا مہربان ہے اور اس نے جنت کا وعدہ صرف اہلِ ایمان سے کیا ہے۔ درج ذیل آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

ترجمہ: ''مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو یہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ وہ ہمیشہ کے باغات میں داخل ہوں گے جس کا وعدہ غائبانہ رحمان نے کیا ہے بے شک اس کا وعدہ ضرور آنے والا ہے۔''

﴿سورۃ المریم 19، 60-61﴾

آیت 58 سے ایک اور بات کا علم بھی ہوتا ہے کہ ہر قوم جسے اللہ عذاب دے گا اس کیلئے ایک وقت مقرر ہے اور اللہ ہر قوم اور اس کے ہر اک فرد کے مقررہ وقت کا علم رکھتا ہے جیسا کہ سورۃ المومنون کی اس آیت سے ظاہر ہے:

ترجمہ: ''کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے نہیں بڑھ سکتی اور نہ وہ اسے ٹال سکتی ہے۔''

﴿سورۃ المومنون 23، آیت 43﴾

زلزلے، سیلاب، بگولے اور دوسری آفات جو قوموں کو تباہ کر دیتی ہیں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں اور ان کا دورانیہ، مقررہ وقت، ان کی شدت اور ان کے اثرات سب اللہ کے علم میں ہیں۔ اللہ نے کفار کیلئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے اور یوم حساب سے انکار کرنے والوں کا وقت بھی مقرر ہے۔ جس کا ایک ایک لحظہ اللہ کے علم میں ہے۔

ترجمہ: ''اور تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے (عذاب کا) جو تجھ سے ٹل نہ سکے گا اور جس معبود کی پوجا پر تُو قائم تھا اس کو دیکھ لے ہم جلا دیں گے پھر اس کی راکھ اڑا کر دریا میں بکھیر دیں گے۔''

﴿سورۃ طٰہٰ 20، آیت 97﴾

سورۃ الکھف آیت نمبر 59:

""اور یہ بستیاں جب انہوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کی تباہی کیلئے ایک وقت متعین کیا تھا۔""

دوسرے الفاظ میں اللہ کے قانون کی مخالفت کرنے والی کوئی قوم یا ملک باقی نہیں رہے گا۔ ہر قوم جو اللہ اور اس کے دین کو نہیں مانے گی صفحہ ہستی سے مٹا ڈالی جائے گی۔

بہت سی قوموں نے اللہ کے قانون سے بغاوت کی اور اپنی زندگیاں اس دستور کے برعکس بسر کیں اور اللہ کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ اس کی تازہ ترین مثال کمیونسٹ دَور ہے جس میں بے شمار لوگوں کا خون پانی کی طرح بہایا گیا۔ مقدس مقامات، مدارس وعبادت گاہوں کو تباہ کر دیا گیا۔ اہلِ ایمان کو دبایا گیا اور مقدس کتابوں کے پڑھنے پر پابندی عائد کی گئی۔ مذہبی رہنماؤں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ لیکن یہ سب ادوار اپنے انجام کو پہنچ گئے اور ایک ایک کر کے تاریخ کے صفحات سے معدوم ہوتے گئے۔

قرآن میں کئی ایسے آمروں اور ان کے دورِ حکومت کی مثالیں ہیں جنہوں نے تشدد اور دباؤ کی حکمتِ عملی اختیار کی۔ اس کی ایک مثال فرعونِ مصر ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ ایمان سے انکار کر دیا اور اہلِ ایمان پر سختی کی۔ اس کا دَور کسی طور پر ختم ہوتا نظر نہیں

آ رہا تھا لیکن جب اللہ کا غضب جوش میں آیا تو لمحوں میں اسے اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔

ترجمہ: ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا، پھر فرعون اور اس کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا، سرکشی اور ظلم کے ارادہ سے، یہاں تک کہ غرق ہونے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لے آیا کہ سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں، جواب ملا، اب ایمان لاتا ہے پہلے نافرمان تھا اور مفسد بنا رہا، تو آج ہم تیرے بدن کو دریا سے نکال لیں گے تاکہ بعد کے لوگوں کیلئے موجب عبرت ہو اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ ہماری آیات سے بے خبر ہیں۔''

﴿سورۂ یونس 10، آیات 90-92﴾

اس طرح کے ظالمانہ اور جابرانہ عارضی اور وقتی ادوار اللہ کی طرف سے اہلِ ایمان کی دنیاوی زندگی کا امتحان ہوتے ہیں۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے:

ترجمہ: ''یہ خیال نہ کرنا کہ یہ ظالم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے وہ ان کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔''

﴿سورۂ ابراہیم 14، آیت 42﴾

اس سے مراد ہے کہ بالآخر ظالم اپنے انجام کو پہنچ جاتے ہیں اور صبر کرنے والوں کو اس کا پھل ملتا ہے اس بات کو سورۂ بقرہ میں بھی بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اور ہم تم کو آزمائیں گے کبھی خوف سے، کبھی بھوک سے، کبھی مال میں نقصان سے، کبھی جان کے نقصان سے اور کبھی پھلوں میں نقصان سے (وغیرہ) اے نبیؐ! تم بشارت سنا دو صابرین کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم سب تو اللہ ہی کی ملکیت ہیں، اور ہم اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیات 155-156﴾

سورۃ الکہف کی آیتِ مذکورہ میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ ایسی قوموں کو ان کے گناہوں اور غلط کاریوں کی پاداش میں عذاب سے دوچار کیا گیا تھا۔ یہاں ''غلط کار'' کی اصطلاح کا صحیح مفہوم بیان کرنا مناسب رہے گا۔ قرآن پاک میں آتا ہے کہ غلط کار وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں اور اللہ کے نبیوں کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''صرف غلط کار لوگ ہی ہماری نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔''

﴿سورۃ العنکبوت 29، آیت 49﴾

چند مزید اسی نوع کی آیات حسبِ ذیل ہیں:

ترجمہ: ''اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز ایمان نہ تو اس قرآن پر لائیں گے اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اُتری ہیں، کاش، تم ان ظالموں کو اس وقت دیکھو جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے، ایک دوسرے پر بات ڈالتے ہوں گے، جو لوگ کمزور تھے، بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوجاتے۔''

﴿سورۃ السبا 34، آیت 31﴾

ترجمہ: ''اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے ان کے پیچھے اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنالیا جو ایک قالب تھا اور اس میں ایک آواز تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات نہ کرتا تھا اور نہ وہ ان کو کوئی راہ بتاتا تھا اس کو انہوں نے معبود بنا رکھا تھا اور انہوں نے یہ بہت ہی بے ڈھنگا کام کیا۔''

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 148﴾

ترجمہ: ''تم ضرور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اپنی جانوں میں، اور ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے، تم بہت سی باتیں بھی سنو گے، اور ان سے بھی جو مشرک ہیں اور اگر تم صبر کرو گے اور پرہیز کرو گے، تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہیں۔''

﴿سورۃ آل عمران، آیت 186﴾

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ غلط کار لوگ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ جو اللہ کی کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔

۲۔ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو معبود ٹھہراتے اور شرک کرتے ہیں۔

۳۔ جو رسولوں پر ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جاتے ہیں۔

۴۔ جو اللہ کی آیات کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔

قرآنِ پاک میں اور کئی مقامات پر بھی ان لوگوں کی خصوصیات کا بیان ہے جس کا نچوڑ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ قرآنی ہدایات کے مطابق عبادت نہیں کرتے۔ اللہ اور اس کے دین سے بغض رکھتے ہیں۔ آخرت اور یوم حساب کا انکار کرتے ہیں۔

اس بات کو بھولنا نہیں چاہیے کہ قرآنِ پاک میں آتا ہے کہ وہ لوگ اور قومیں جو اللہ کا انکار کرتی ہیں انہیں اس جہان اور آخرت میں سخت سزائیں ملیں گی۔

ترجمہ: ''پس جو اختلاف کرنے والوں میں کافر تھے سو ان کو سخت سزا دوں گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

﴿سورۃ آلِ عمران 3، آیت 56﴾

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حد سے بڑھ جانے والی ہر قوم کو دونوں جہانوں میں سزا ملے گی۔ سورۂ کہف میں اسے ایک ''وقتِ موعود'' کا نام دیا گیا ہے جب یہ وقت آن پہنچتا ہے تو اس قوم کی قوت اور افراد کو تباہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ یہی اللہ کا قانون ہے۔

قرآنِ پاک میں آتا ہے کہ جس قوم کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو اس قوم کے پیغمبر اور تباہی لانے والے فرشتوں کے درمیان سارا پروگرام طے پا جاتا ہے اور جس وقت اس قوم کو تباہ کرنے کا وقت آتا ہے نیک لوگوں کو پہلے ہی سے خبردار کر دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قومِ لوط کو تباہ کرنے سے پیشتر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے ملاقات کی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام نے طویل عرصے تک اپنی قوم کو ہدایت قبول کرنے کو کہا اور فرمایا کہ وہ اپنی زندگیوں کا طور طریقہ تبدیل کریں۔ ان کی قوم نے اس سے انکار کر دیا اور بداخلاقی کی تمام حدود پار کر گئی۔ اس سے وہ عذاب کے مستحق بن گئے۔ اس پر فرشتوں نے

حضرت لوط علیہ السلام کو مطلع کیا کہ ان کی قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور تباہ و برباد کرنے کا وقت آ گیا ہے۔فرشتوں کی آمد کو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو ان کے آنے کی وجہ سے ناخوش ہوئے اور تنگ دل ہوئے اور فرشتوں نے کہا آپ خوف نہ کریں اور نہ آپ مغموم ہوں، ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا لیں گے مگر آپ کی بیوی کہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی۔ہم اس بستی کے رہنے والوں پر اس سبب سے کہ بدکرداری کرتے رہے ہیں آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔''

﴿سورۃ العنکبوت 29، آیات 33-34﴾

ترجمہ: ''پھر جب وہ فرشتے لوط کے خاندان کے پاس آئے تو لوط نے کہا تم تو کوئی ناآشنا سے لوگ ہو، فرشتوں نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم وہ چیز آپ کے پاس لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے۔اور ہم آپ کے پاس یقینی بات لے کر آئے ہیں اور ہم سچ کہتے ہیں، تو آپ اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے کسی حصہ میں نکل جائیں اور خود ان کے پیچھے چلیں اور آپ میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور جہاں کا آپ کو حکم ہوا ہے سب وہاں چلے جانا۔''

﴿سورۃ الحجر 15، آیات 61-65﴾

اس طرح فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اس عذاب کے وقت سے مطلع کیا اور قومِ لوط کی تباہی کیلئے صبح کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔

ترجمہ: ''سو ان کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا، سورج نکلتے وقت، پھر ہم نے اس شہر کو نیچے اوپر کر کے الٹ دیا اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔ بلاشبہ اس قصہ میں اہلِ بصیرت کیلئے کئی نشانیاں ہیں۔''

﴿سورۃ الحجر 15، آیات 72-75﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 60:

''اور یاد کرو جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے نوجوان خادم سے کہا کہ میں برابر چلتا رہوں گا، جب تک میں وہاں نہ پہنچ جاؤں جہاں دو دریا ملتے ہیں یا یونہی برسوں چلتا رہوں گا۔''

یہاں ''نوجوان'' کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ جب کوئی اہم کام کیا جائے تو اس میں نوجوانوں کو ساتھ شامل کیا جائے۔ نوجوانوں کو ترغیب دلائی جائے کہ وہ اپنی طاقت، توانائی اور جوش و جذبہ اللہ کے دین، نیک کاموں اور اس کی خوشنودی کی خاطر صرف کریں۔ بعض آیات میں نوجوانوں کا تذکرہ موجود ہے جیسا کہ زیرِ نظر آیت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے چند نوجوان ہی ان پر ایمان رکھتے تھے۔

ترجمہ: ''پس موسیٰ علیہ السلام پر کوئی ایمان نہ لایا مگر چند لڑکے ان کی قوم کے وہ بھی فرعون اور اپنے حکام سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں مصیبت میں نہ ڈال دیں اور بے شک فرعون ملک میں طاقت رکھتا تھا اور (کبر و کفر میں) حد سے بڑھا ہوا تھا۔''

﴿سورۃ یونس 10، آیت 83﴾

سورۃ الکہف کی آیت نمبر 60 میں اس مقام کی نشاندہی ہے جس کی جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام محوِ سفر تھے۔ انہیں علم تھا کہ اس مقام پر انہیں کسی سے ملنا ہے اور یہ مقام "دو سمندروں کا سنگم" تھا۔ یہ مقام دنیا میں کوئی بھی ایسا مقام ہوسکتا ہے جو اس بیان پر پورا اُترتا ہو۔

یہ بات کہ "یا میں برسوں تک" یونہی چلتا رہوں گا" سے مراد ہے کہ ملاقات کے مقام کا تعین ہو چکا تھا اس لیے وہ خواہ کئی برس سفر کرتے انہوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ اس مقام تک ضرور پہنچیں گے۔ کیونکہ یہ ملاقات کسی اور مقام پر نہیں ہو سکتی تھی۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچنے اور بقدرِ ضرورت انتظار کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 61:

''پس جب دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ پہنچے تو وہ اپنی مچھلی بھول گئے، اور مچھلی نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا رستہ بنا لیا۔''

اس آیت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کا نوجوان ساتھی اس مچھلی کو کھانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن اللہ نے دونوں کو بھلا دیا اور مچھلی موقع پا کر پانی میں کود گئی۔

کوئی بھی اپنی مرضی سے کسی چیز کو یاد رکھ سکتا ہے اور نہ بھول سکتا ہے۔ یہاں اللہ نے انہیں مچھلی کے بارے میں بھلا دیا اور یہ بھول ان کے نوشتۂ تقدیر میں تھی۔ اسی طرح جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہتا انہیں یہ یاد نہیں آ سکتا تھا۔

اس بھول کے پیچھے بہت سے اسباب ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس مقام پر جا کر ایک اہم شخصیت سے ملاقات کے بارے میں بتایا گیا تھا جس کے بارے میں باقی معلومات بعد میں فراہم کی گئیں۔ اس مقام تک پہنچنے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم نے ایک لمبا سفر کیا۔ تاہم انہیں اس مقام کے صحیح محلِ وقوع کے بارے میں اور زیادہ معلومات کی ضرورت تھی کیونکہ فی الوقت انہیں بتایا گیا تھا کہ جہاں دو سمندر آپس میں ملتے ہیں

وہی مقام ملاقات ہے۔ یہ ایک وسیع مقام بنتا ہے۔ اس لئے یہ مقام وہ تھا جہاں مچھلی خادم کے ہاتھ سے نکل کر پانی میں کود گئی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کسی مقام کا صحیح محلِ وقوع اور صحیح نشان کتنا ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقامِ ملاقات قابلِ غور ہے جس کی ایک نہایت اہم نشانی بیان کی گئی تھی۔ وقت کے ضیاع اور مشکلات سے بچنے کیلئے مقام کا صحیح تعین ضروری ہے تا کہ لوگ آسانی سے وہاں پہنچ سکیں۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 62:

"پھر جب دونوں (ذرا) آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا، ہمارا کھانا لاؤ، اس سفر سے ہمیں بہت تھکن ہوگئی ہے۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم کے ساتھ مقررہ مقام سے آگے گذر گئے تو انہیں تکان کے ساتھ بھوک کا احساس بھی شدت سے ہونے لگا۔ جب کھانا تیار کرنے کیلئے مچھلی کی یاد آئی تو ساتھ ہی یہ بھی یاد آیا کہ اسے تو وہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ اللہ نے ہی انہیں اس کی یاد بھلائی اور پھر اس کی یاد کرائی اور وہ دوبارہ اس مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے اس مچھلی کو ان کی رہنمائی کیلئے چنا اور جب وہ طویل سفر سے تھک گئے اور بھوک کی وجہ سے مچھلی کا خیال آیا تو اسے غائب پایا۔ اس سے ایک اور بات کا علم ہوتا ہے کہ بھوک ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 64-63:

''خادم نے کہا کہ آپ نے دیکھا، جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کو بھول گیا، اور شیطان ہی نے مجھے بھلا دیا کہ میں اس کا ذکر کرتا، اور اس مچھلی نے عجیب طریقے سے دریا میں اپنا رستہ بنا لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو وہ مقام ہے جس کی ہم کو تلاش ہے، تو دونوں اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے ہوئے اُلٹے لَوٹ گئے۔''

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم نے محسوس کیا کہ وہ مچھلی کو پیچھے چھوڑ چکے ہیں اور یہ بھی یاد آ گیا کہ اسے جہاں چھوڑا ہے وہ وہی چٹان تھی جہاں وہ کچھ دیر ٹھہرے تھے۔ یہی وہ مقام اور سنگم تھا جہاں انہیں ایک برگزیدہ شخصیت سے ملنا تھا۔ یہاں انہیں جس شخصیت سے ملاقات کرنا تھی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہوں۔ وہاں پر مچھلی طے شدہ پروگرام کے مطابق سمندر میں نکل گئی۔

خادم یہ بھی کہتا ہے کہ مچھلی کی یاد اس کے ذہن سے شیطان نے محو کر دی تھی اور اسے بھلا دیا تھا۔ کئی دیگر آیات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان لوگوں کے ذہنوں سے باتوں کو

فراموش کر دیتا ہے۔

ترجمہ: ''بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی اتباع کی تھی اور یہ نبی ہیں اور یہ ایمان والے بھی ہیں، اور تُو ہے ہی ایمان والوں کا حامی۔''

﴿سورۃ آل عمران 3، آیت 68﴾

ترجمہ: ''اور دونوں اشخاص میں سے جس کی نسبت خیال کیا تھا کہ وہ نجات پا جائے گا اس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا، پھر شیطان نے ان کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا تو یوسف علیہ السلام اور چند سال جیل میں رہے۔''

﴿سورۃ یوسف 12، آیت 42﴾

ترجمہ: ''اور آپ کو ان کی باتیں رنج میں نہ ڈالیں، عزت تو سب اللہ ہی کی ہے وہ سب سنتا ہے اور سب جانتا ہے، اچھی طرح سن لو جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ ہی کی ہیں اور جو لوگ اللہ کے سوا اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو پکارتے ہیں، کسی دوسرے کی پیروی نہیں کرتے، صرف بے سند خیال کی پیروی کرتے ہیں، صرف قیاسی گھوڑے دوڑاتے ہیں۔''

﴿سورۃ یونس 10، آیات 65-66﴾

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ شیطان کے اپنے اختیار میں کچھ بھی نہیں اور ہر چیز کا حاکم اللہ ہے اور شیطان کو اللہ ہی نے اس بات کی قوت و طاقت دی ہے کہ وہ لوگوں کے ذہنوں سے باتیں فراموش کر سکتا ہے۔ کوئی بھی مخلوق اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ سورۃ ہود میں آتا ہے:

ترجمہ: ''کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جسے اللہ پیشانی کے بالوں سے نہیں پکڑتا۔''

﴿سورۃ ہود 11، آیت 56﴾

شیطان سمیت ہر مخلوق اس کے سامنے بے بس ہے لہٰذا چونکہ یہ ان کے نوشتۂ تقدیر

میں تھا کہ وہ اس بات کو بھولیں گے لہٰذا یہ بات انہیں شیطان نے نہیں بلکہ اللہ نے ہی بھلا دی تھی اور پھر اسی نے ان کو یاد دلا دیا۔

سورۃ الکہف کی آیت نمبر 64 سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خادم کو یہ یاد آتے ہی کہ مچھلی کس مقام پر پانی میں سرنگ بناتی گھس گئی تھی علم ہو گیا کہ وہ متعین شدہ مقام تھا۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 65:

"تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو دیکھا جس کو ہم نے اپنی خاص رحمت سے نوازا تھا اور اس کو اپنی طرف سے ایک خاص قسم کا علم عطا کیا تھا۔"

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ اللہ بہت مہربان، بخشنے والا، رحم فرمانے والا اور نوازش فرمانے والا ہے۔ اس کی شان حد و شمار سے باہر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کیلئے روانہ ہوتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ عطا کر رکھا ہے۔ ان کے پاس اللہ کی جانب سے علم کا وافر ذخیرہ ہے اور وہ اللہ کے ممتاز بندوں میں سے ہیں۔ ان کی فہم و فراست، دانش اور رحمدلی کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ قرآن میں شفقت و رحمدلی کا تصور اس آیت میں پیش کیا گیا ہے۔

ترجمہ: "پھر وہ ان میں شامل ہوا جو ایمان لائے اور انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحتیں کیں اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے۔ یہی لوگ دائیں والے ہیں۔"

﴿سورۃ بلد 90، آیات 17-18﴾

ہمدردی اور جذبۂ ترحم ایک صاحب ایمان کا خاص وصف ہے۔ اہل ایمان اللہ کی خوشنودی کی خاطر ہر کام اس کی رضا کے مطابق کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے وہ اس پر صبر کرتے ہیں۔ صبر کو مومن کا ایک ہتھیار بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ پاکیزہ زندگی گذارتے ہیں اور صبر و تحمل ان میں بدرجۂ اتم موجود ہوتا ہے۔ کافر خود ستائشی اور خود پرستی کا شکار ہوتے ہیں۔ خدا پرستی ایمان اور خود پرستی کفر کے زمرے میں آتی ہے۔ خود پرست لوگوں کو دوسرے لوگوں کی تکالیف اور ضروریات کا خیال نہیں ہوتا۔ دوسری جانب اہل ایمان اللہ کی ساری معصوم مخلوق سے پیار کرتے ہیں۔ یہ جذبہ انہیں اللہ سے ملا ہے جس کے حلم، شفقت اور مہربانی و رحم کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ جیسا کہ سورۃ النور میں آتا ہے:

ترجمہ: ''اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا نہ ہو جاتا) اور یہ کہ اللہ بڑا شفیق اور مہربان ہے۔''

﴿سورۃ النور 24، آیت 20﴾

جو اللہ کے رحم اور مہربانی کے اُمیدوار ہوتے ہیں وہ دوسروں پر رحم کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کی زندگی اور زندگی کی ہر چیز اللہ کی رحمت ہی کی بدولت ہے۔ اس لئے مومن دوسرے مومنوں کا خیال رکھتے ہیں اور اس سے آگے بڑھ کر خیر الناس ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہوئے تمام انسانوں اور دیگر مخلوق کیلئے یہی جذبات رکھتے ہیں۔ اُنہیں یہ جذبہ قرآن سے ملا ہے اور وہ ان لوگوں سے پیار کرتے ہیں جن سے پیار کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان سے بچتے ہیں جن سے بچنے کی تاکید ہے۔

یہ جذبۂ محبت بعض اوقات دوسروں کی نظر میں قابلِ تنقید بھی بن جاتا ہے مثلاً دوسروں کو برائی سے روکنے کا حکم ہے اور محبت کا تقاضا ہے کہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو برائی سے روکا جائے لیکن جسے برائی سے روکا جائے گا وہ اسے کسی اور رنگ میں دیکھے گا اور ہدایت کرنے والے کو اپنا دشمن تصور کرلے گا۔ اگر کسی میں یہ جذبۂ اخوت نہ ہو اور وہ اپنے بھائیوں کو دوزخ میں جاتا دیکھ کر خاموش بیٹھا رہے تو اس کے اندر کیسے جذبہ ترحم ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک سچا مومن اپنے بھائیوں کو برائی کے گڑھوں میں گرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا اور انہیں اس کام سے منع کرتا ہے۔

ترجمہ: ''تم ہی میں سے تمہارے پاس ایک رسول پہنچے ہیں جن کو تمہاری تکلیف بڑی گراں گذرتی ہے جو تمہارے نفع اور بھلائی کی بڑی خواہش رکھتے ہیں اور مومنین پر بڑی شفقت اور مہربانی رکھتے ہیں۔''

﴿سورۃ التوبہ 9، آیت 128﴾

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو رحمت فرمایا ہے آپ رحمت العالمین ہیں اور آپ کے ماننے والوں میں بھی یہ جذبہ ہوتا ہے۔ وہ دوسرے بھائیوں سے بھائی چارہ قائم کرتے ہیں اور نیک کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں اور دکھ کی گھڑیوں میں ایک دوسرے کے مونس و غمخوار بن جاتے ہیں۔ ان کا سارا طرزِ عمل احکامات الٰہی کے تحت ہوتا ہے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 66:

""موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط پر کہ جو رشد و ہدایت کا علم آپ کو دیا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی سکھلا دیں۔""

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تفصیلات کا پہلے ہی سے علم تھا۔ اور اللہ نے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ کس سے ملنے جا رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سفر کی صعوبتوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے مقررہ مقام پر پہنچے اور انہیں یقین تھا کہ انہیں اس سفر سے بہت کچھ حاصل ہوگا۔ پھر جب حضرت خضر علیہ السلام سے سامنا ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا اور ان کے ساتھ شریکِ سفر ہونے کی درخواست کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے حضرت خضر علیہ السلام کو وافر علم عطا فرما رکھا تھا۔ اس کے پس پردہ کیا راز اور کیا حکمتِ عملی ہے کہ ایک نبی جو امامِ زمانہ ہوتا ہے اسے حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کا حکم دیا گیا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 67:

"انہوں نے کہا، تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے۔"

اب اس آیت سے حیرت کا ایک اور باب وا ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آئندہ پیش آنے والے واقعات کی بنا پر صبر کا مظاہرہ نہیں کر پائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے صاف صاف بتا دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے انہیں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ردِ عمل کی پہلے سے ہی اطلاع دے دی تھی۔

اس سے ایک اور بات سامنے آتی ہے کہ اس طرح کا علم اللہ اپنے منتخب بندوں کو عطا فرماتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے انہیں مستقبل کے بارے میں بتا دیتا ہے۔ غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور وہ اپنے بعض بندوں کو کچھ باتیں بتا دیتا ہے۔ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ سب کچھ نوشتۂ تقدیر کے مطابق ہوتا ہے اس لئے مسلمانوں کو اللہ پر اور اس کی تقدیر پر یقین رکھنا چاہیے۔

ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اپنی ذات کیلئے بھی نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے، ہر اُمت کیلئے موت کا وقت مقرر ہے جب وہ آ جاتا ہے تو نہ ایک گھڑی اِدھر ہوگی اور نہ اُدھر۔"

﴿سورۂ یونس 10، آیت 49﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 68:

''اور تم ایسی باتوں پر کس طرح صبر کرو گے جو کہ تمہارے احاطۂ علم سے باہر ہیں۔''

ایک دن کے دوران میں کسی شخص کو کئی خوشگوار اور ناخوشگوار واقعات پیش آ سکتے ہیں۔ چونکہ لوگ نوشتۂ تقدیر سے بے خبر ہوتے ہیں اس لئے وہ ان واقعات کو اپنی ''خوش بختی'' یا ''حادثہ'' قرار دیتے ہیں اور ان چیزوں سے مثبت نتائج اخذ نہیں کر سکتے اور نہ اپنے طرز فکر ہی میں تبدیلی لاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان واقعات کی بنا پر اداس اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ مومن اور کافر میں یہی فرق ہے۔ مومن کو علم ہوتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی جانب سے ہے اور ہر چیز میں ان کیلئے بہتری ہے۔

جو لوگ اس بات کو جانتے ہیں وہ ہر چیز میں خوبصورتی اور فائدہ تلاش کر لیتے ہیں اور ان واقعات کے پیچھے حقائق سے باخبر ہوتے ہیں۔ جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے وہ ضرور پیش آئے گا۔ انسان کو ہر حال میں شکر اور صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ برائی کے خلاف ڈٹ جانا چاہیے اور اس کو روکنے کیلئے پوری طاقت اور عزم سے کام لینا چاہیے۔ صبر سے مراد ہے اللہ کی رضا قبول کرنا لیکن اگر کسی کے سامنے چوری ہو رہی ہو یا کسی کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہو تو اس وقت خاموش رہنے یا صبر کرنے کا نہیں بلکہ اس برائی کو روکنے کا حکم ہے۔

دُنیا اپنے پورے نظم وضبط کے ساتھ قائم ہے انسان کو اس میں موزونیت نظر آتی ہے۔ فطری اور غیر فطری کے الفاظ صرف ہمارے لئے ہیں ورنہ قدرت کیلئے کچھ بھی ناممکن نہیں۔ ہر چیز کو اللہ نے ہر نقص سے پاک بنایا ہے اور انسان کو مظاہر کائنات میں غور وفکر کا حکم دیا ہے۔ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ ہر چیز کو اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کسی چیز کو برا بھلا نہیں کہتے۔ ان لوگوں کیلئے دونوں جہانوں میں خوبصورتی اور دلکشی ہوگی۔ انسان کی سمجھ بوجھ محدود ہے اور بعض اوقات اُسے چیزوں کے تمام پہلوؤں کا علم نہیں ہوتا اور وہ سطحی نتائج نکال لیتا ہے۔ بعض باتیں اس کو بظاہر غلط لگتی ہیں لیکن باطن میں وہ درست ہوتی ہیں اور ان میں اس کیلئے سبق ہوتا ہے۔ بچہ آگ سے کھیلنے کی کوشش کرتا ہے تو ماں اسے تھپڑ مار دیتی ہے۔ اب بچہ ماں کو دشمن سمجھے تو اس کی بیوقوفی یا اس کی کم فہمی ہوگی۔

اسی طرح کئی چیزیں انسان کیلئے امتحان ہوتی ہیں۔

ترجمہ: ''اللہ کے راستہ میں لڑنا تم پر فرض کر دیا گیا ہے، وہ تم کو گراں تو گزرے گا، عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے، اور وہ تمہارے حق میں اچھی ہو، اور یہ بھی عجب نہیں کہ ایک چیز کو تم محبوب رکھتے ہو مگر وہ مضر ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

﴿سورہ البقرہ 2، آیت 216﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 69:

"موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے، اور میں آپ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔"

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں انشاء اللہ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ تعمیل کریں گے لیکن اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ کچھ بھی پیش آ سکتا ہے اور انہیں اس بارے میں یقین نہیں ہے اس لئے وہ "اگر اللہ نے چاہا تو" کا کلمہ استعمال کرتے ہیں جس کا واضح مطلب ہے کہ ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے انسان کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ مسلمان اللہ کی رضا کو تسلیم کرتے ہیں اور اس لئے "انشاء اللہ" کہتے ہیں۔ انسان کو کبھی نہیں کہنا چاہیے کہ میں "کل یہ کروں گا" بلکہ کہنا چاہیے کہ اگر "اللہ نے چاہا" تو یہ کام کروں گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے مسلمان کو ایک نہایت عمدہ مثال اور سبق دیتا ہے کہ ہر نیک کام، ارادے اور منصوبے سے پہلے "انشاء اللہ" ضرور کہنا چاہیے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 70:

''اس بندۂ خدا نے کہا، اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر تم سے نہ کروں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام میں گفتگو جاری ہے اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیروکار کا فرض ہے کہ وہ اپنے رہنما کے احکامات کو بلا چوں و چرا قبول کرے اور اس سے سوالات نہ کرے جب تک کہ وہ خود نہ بتا دے۔

اس سے انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کا درس بھی ملتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے ہر عمل کو اختیار کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ نیز یہ بھی پتا چلتا ہے پیروکاروں کو غیر ضروری سوالات نہیں کرنے چاہئیں اور جو بات ان کی سمجھ میں نہ آئے اس کیلئے انتظار کرنا چاہیے اور کسی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ جو نکات دقیق اور مشکل ہوتے ہیں انہیں انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے خود ہی ایک مناسب وقت پر واضح کر دیتے ہیں۔ اس لئے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 71:

"پھر دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس بندۂ خدا نے اس کشتی میں سوراخ کر ڈالا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ نے اس کشتی میں اس لئے سوراخ کیا ہے کہ سواریوں کو غرق کر دیں، یہ تو آپ نے بڑی عجیب بات کی ہے۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کا خادم موجود نہیں تھا اور اسے غالباً پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا جس طرح کہ آمنے سامنے کی براہ راست تدریس و تعلیم میں یہ بات ضروری ہوتی ہے کہ اس وقت کوئی تیسرا مداخلت نہ کرے۔ زیادہ لوگ ہوں تو توجہ ایک جگہ مرکوز نہیں رہتی اور دھیان بٹا رہتا ہے۔ دو یا زیادہ لوگ ہوں تو پھر بھی ان کے خیالات کا رُخ اِدھر اُدھر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے تعلیم میں انفرادی توجہ کو بے حد اہمیت دی جاتی ہے۔

ایک بار پھر نوشتۂ تقدیر کو بیان کیا گیا اور وہی کچھ پیش آتا ہے جس کی پیش گوئی ہو چکی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوال پوچھ لیتے ہیں۔ پیغمبروں سے غلطی نہیں ہوتی بلکہ یہ چیز ان کی تقدیر کا حصہ تھی اور اسے اسی طرح ہونا تھا۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 72-73:

"اس بندۂ خدا نے کہا، کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ اس پر میرا مواخذہ نہ فرمائیے جو بھول مجھ سے ہو جائے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر مشکل نہ ڈالیے۔"

حضرت خضر علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چپ نہ رہ سکے۔ اس سے پتا چلا کہ اللہ نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں ہوتا اور لوگ اگر بولتے ہیں تو اللہ کے حکم اور اجازت سے ورنہ کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اللہ کے حکم سے ہی گویائی، خواہش اور اظہار خواہش ملے ہیں اور اللہ چاہے تو بے جان اشیا کو زبان دے دے۔ قیامت کے روز انسان کے کان، آنکھیں، ہاتھ پیر اور اس کی جلد گواہی دے گی اور بولے گی۔

ترجمہ: "یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو ان کے کان، آنکھیں اور چمڑیاں ان کے خلاف ان کے اعمال کی شہادت دیں گے، وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی وہ کہیں گے جس اللہ نے سب کو بولنا سکھایا اسی نے ہم کو بولنا سکھایا اور

اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔ اور تم تو اس بات سے پردہ نہیں کر سکتے تھے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہارے چمڑے سب تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ لیکن تم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے اعمال کو نہیں جانتا۔"

﴿سورۃ حم السجدۃ 41، آیات 20-22﴾

دیگر آیات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ جب تک اللہ نہ چاہے کوئی بول نہیں سکتا۔

ترجمہ: "جو مالک ہے تمام آسمانوں اور زمین کا اور جو ان دونوں میں ہیں، بڑا مہربان ہے کسی کو اس سے بات کرنے کا حوصلہ نہ ہوگا، جس روز روح الامین اور فرشتے ایک صف میں کھڑے ہوں گے کوئی بول نہ سکے گا بغیر اجازت رحمٰن کے اور وہ بات بھی درست کرے۔"

﴿سورۃ النبا 78، آیات 37-38﴾

ترجمہ: "ہم نے ہر چیز کو (ٹھیک) انداز سے پیدا کیا ہے اور ہمارا حکم تو آنکھ کی ایک جھپک کی مانند ہوتا ہے۔"

﴿سورۃ القمر 54، آیات 49-50﴾

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یاد اور بھول بھی اللہ کی تخلیق ہے۔ ہمارے دل و دماغ میں اسی کی حکمرانی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے "نسو" کر ہی دیا اور یہی ان کا نوشتہ تھا۔ اللہ جسے چاہے کوئی بات بھلا دیتا ہے جسے چاہے یاد دلاتا ہے اور جس کے دماغ میں چاہے آنے والے زمانوں کی باتیں ڈال دے یہ سب کچھ اللہ کی رضا پر منحصر ہے اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کہنا کہ "مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے" سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے تعلیمی موقعہ کو ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔

سورۃ الکھف آیت نمبر 74:

"پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے سے ملے، تو اس بندۂ خدا نے اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے بے گناہ جان کو مار ڈالا بغیر بدلے کسی جان کے، بیشک آپ نے ایک نا معقول حرکت کی۔"

یہاں ایک اور "غلطی" (انبیا کا وہ فعل جسے عام لوگ غلطی سمجھتے ہیں) کا ظہور ہوا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر پھر اعتراض کر دیا حالانکہ وہ ان کے علم کے قائل تھے اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا کوئی قول و فعل منشائے الٰہی کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہاں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ کوئی کسی کی جان نہ لے سکتا ہے نہ کسی کو زندگی دے سکتا ہے۔

ترجمہ: "سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ ہی نے قتل کیا اور آپ نے کنکریاں نہیں پھینکیں بلکہ اللہ ہی نے کنکریاں پھینکیں اور ہم نے یہ اس لئے کیا کہ مؤمنین کو اپنے احسانات سے اچھی طرح آزمائیں، بلاشبہ اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔"

﴿سورۃ الانفال 8، آیت 17﴾

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں یہ الفاظ کہنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقدیر میں تھا۔

سورۃ الکھف آیت نمبر 76-75:

''اس بندۂ خدا نے کہا، کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا، کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے ؟۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اگر اس کے بعد بھی میں آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے گا، کہ آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں۔''

یہاں ایک اور پہلو سامنے آتا ہے کہ صبر بھی توفیقِ الٰہی سے ملتا ہے جیسا کہ طالوت کی فوج اللہ سے دورانِ جنگ صبر طلب کرتی ہے:

ترجمہ: ''اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابل آئے تو کہا کہ اے ہمارے رب! تو ہم پر صبر کے دھارے کھول دے اور ہمیں لڑائی میں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے لشکر پر فتح یاب فرما۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 250﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو بار صبر کرنے کا وعدہ کیا اور دونوں بار چوک گئے اب وہ نئی حکمتِ عملی اختیار کرتے ہیں کہ انہیں آخری موقعہ دیا جائے اور اگر پھر بھی وہ اپنے وعدے پر

قائم نہ رہ سکے تو حضرت خضر علیہ السلام کو اختیار رہے کہ وہ انہیں اپنی معیت سے الگ کر دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں یہ یقین اس لئے دِلا رہے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ مزید عرصہ رہنا چاہتے ہیں۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 77:

"پھر دونوں چل دیئے۔ یہاں تک کہ وہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو ان سے کھانا طلب کیا، انہوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا، پھر انہوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی، تو اس بندۂ خدا نے اسے سیدھا کر دیا موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اگر آپ چاہتے تو ان سے اس پر کچھ معاوضہ طلب کرتے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ مشکل سفر کرتے ہوئے ایک گاؤں میں پہنچے۔ گاؤں والوں نے انہیں پناہ اور کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے دین، حق اور نافع علم کی تلاش کی خاطر بھوکے پیاسے رہ کر بھی سفر کرنا چاہیے اور اس کی صعوبتوں کو برداشت کرنا چاہیے۔

ایک اور بات کا علم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کام کا فن جانتے تھے اور اسی لئے انہوں نے کسی کی نظر میں آئے بغیر پہلے تو کشتی میں نقص ڈال دیا اور پھر اس گاؤں میں ایک

دیوار کی تعمیر کر دی۔ ان کے فیصلے فوری اور مدبرانہ ہوتے تھے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ دیوار تعمیر کرنے اور کشتی کی تیاری کا علم رکھتے تھے۔

ترجمہ: ”آپ کہہ دیں کہ میرے رب نے مجھ کو ایک ہی سیدھا راستہ بتایا ہے
کہ وہ ایک دین ہے مضبوط، جو ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ جس میں
کوئی کجی نہیں اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔“

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 161﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے اور آخری سوال کے ساتھ ہی ان کا ساتھ اختتام کو پہنچتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام جو کچھ کر رہے تھے اللہ کی خوشنودی کیلئے کر رہے تھے اور جو کام اللہ کی خوشنودی کیلئے کیے جاتے ہیں ان کا معاوضہ نہیں ہوتا۔ اور جن کاموں کا اہلِ ایمان معاوضہ لیتے ہیں اس معاوضے کو بھی اللہ کی خوشنودی کیلئے ہی خرچ کر دیتے ہیں۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 78:

"اس نے کہا، اب مجھ میں اور تجھ میں علیحدگی ہے، مگر جن باتوں پر تم صبر نہ کر سکے میں تم کو ان کا راز بتاتا ہوں۔"

جدائی کا وقت آ گیا اور اسے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تسلیم کیا تھا۔ اب حضرت خضر علیہ السلام انہیں ان باتوں کے متعلق بتاتے ہیں جن پر وہ چپ نہ رہ سکے اور اگر یہ باتیں پہلے سے ان کے علم میں ہوتیں تو سوال کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ ان کے مقام ملاقات سے علیحدگی کے مقام تک ہر چیز اللہ کے علم میں تھی اور یہ سارے واقعات اسکے علم اور اس کے لکھے ہوئے کے مطابق ہوئے۔ اس سے ایک اور سبق یہ ملتا ہے کہ اہل ایمان کو انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں سے اُلجھنا نہیں چاہیے اور جن باتوں کا انہیں علم نہیں ہے ان کے بارے میں بے صبری سے سوال نہیں کرنا چاہیے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 79:

"وہ جو کشتی تھی تو چند غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں کشتی چلا کر گذر کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ کشتی کو عیب دار کر دوں، کیونکہ سامنے ہی ایک بادشاہ تھا جو زبردستی ہر اچھی کشتی کو چھین لیا کرتا تھا۔"

حضرت خضر علیہ السلام غریبوں کیلئے خاص جذبات رکھتے تھے اور ان کا کردار ہمدردی اور جذبۂ ترحم کا مظہر تھا۔ ہر مومن کا اخلاق اعلیٰ ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے۔

ترجمہ: "اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا چیز ہے، وہ کسی کی گردن کا چھڑانا ہے، یا بھوک کے دن کھانا کھلانا، کسی رشتہ دار یتیم کو، یا فقیر خاکسار کو، پھر وہ ان میں شامل ہوا جو ایمان لائے اور انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحتیں کیں اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے، یہی لوگ دائیں والے ہیں۔"

﴿سورۃ البلد 90، آیات 12-18﴾

ہمدردی، شفقت، مہربانی اور محبت اللہ کے انبیا کرام علیہم السلام کے کردار کا خاصہ ہے۔
اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کا کردار بھی ان صفات سے مزین نظر آتا ہے۔ ان کا علم عام لوگوں سے اوپر درجے کا ہے اور اسی لئے وہ ایسے کام کرتے ہیں جن کے بارے میں دوسرے نہیں جانتے۔ ان کا علم، پیش بینی، عقل اور تدبیر قابلِ غور ہے۔ کشتی کو نقص دار کرنا اور دیوار تعمیر کرنا ان کی پیش بینی کی علامت ہیں اور یہ بھی کہ آمر اور بااثر لوگ ہر دور میں غریبوں کا استحصال کرتے ہیں اور ان کی املاک پر زبردستی قبضہ کر لیتے ہیں۔

سورۃ الکھف آیت نمبر 80:

''اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ سرکشی اور کفر میں ان کو نہ گرفتار کردے۔''

اس لڑکے کے والدین اہل ایمان تھے اور اس وقت اسلام موجود تھا۔ انہوں نے اللہ کی رضا سے اس بچے کی زندگی لی۔ ہر فرد کی موت کا وقت اور مقام معین ہے۔

ترجمہ: ''وہ تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر موت کا وقت مقرر کر دیا اور ایک مدت اس کے پاس مقرر ہے پھر بھی تم اللہ کے بارے میں شک کرتے ہو۔''

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 2﴾

ہر انسان کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں۔

ترجمہ: ''اور اگر آپ دیکھیں کہ جب فرشتے ان کافروں کی جان قبض کرتے ہیں، ان کے منہ پر اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں آگ میں جلنے کا مزہ چکھو۔''

﴿سورۃ الانفال 8، آیت 50﴾

فرشتے اللہ کے حکم سے آتے ہیں اور اس کی تعمیل کرتے ہیں جبکہ جانیں اللہ خود قبض فرماتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے:

ترجمہ: ”جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے اور مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا عطا کرتا ہے، وہی مجھے مارے گا، وہی مجھے زندہ کرے گا، اور اس سے میں امید کرتا ہوں کہ وہی قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف کرے گا، اے میرے رب! تو مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما اور آنے والے لوگوں میں میرا ذکر جاری رکھ اور مجھے جنت نعیم کے مستحقین میں سے بنا۔“

﴿سورۃ الشعراء 26، آیات 78-85﴾

اللہ چاہتا تو حضرت خضر علیہ السلام کی بجائے کسی اور طریقے سے بھی اس بچے کی جان لے سکتا تھا۔ اس بچے کا دل بند ہو سکتا تھا کسی حادثے سے دو چار ہو سکتا تھا۔ لیکن اللہ نے جس طرح چاہا ویسے ہی ہوا۔

ترجمہ: ”جب ان کا وقتِ معین آ جائے گا تو ایک گھڑی بھی نہ پیچھے رہیں اور نہ آگے ہی بڑھیں۔“

﴿سورۃ النحل 16، آیت 61﴾

اس طرح اس لڑکے کی جان بظاہر حضرت خضر علیہ السلام، بباطن فرشتوں سے اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے لی گئی۔ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ کی رضا تسلیم کی اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی وہی کچھ کیا جس کا حکم اللہ نے دیا تھا۔

ترجمہ: ”اور وہ شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب شہر کے باشندے بے خبر سو رہے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو شخص آپس میں لڑ رہے تھے ایک تو قومِ موسیٰ علیہ السلام سے تھا اور دوسرا ان کی دشمن قوم سے تھا، تو جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اس نے مدد مانگی موسیٰ علیہ السلام سے، اس شخص کے مقابلہ میں جو ان کے مخالفین میں سے تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکا رسید کیا تو اس کا کام ہی تمام کیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا، یہ کام تو شیطانی

ہوا، بے شک وہ انسان کا کھلا دُشمن اور بہکانے والا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے میرے رَبّ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، تُو تو مجھے بخش دے، اللہ نے اس کو بخش دیا، بے شک اللہ تو بخشنے والا ہے رحم والا ہے۔“

﴿سورۃ القصص 28، آیات 15-16﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک جھگڑے کو روکنے کیلئے مداخلت کی اور ان کے ہاتھوں سے ایک شخص کا خون ہو گیا بظاہر تو یہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے ہوا لیکن اس کا فاعلِ حقیقی اللہ تھا۔ لوگوں کی جان لینے کا کام فرشتوں کا ہے مگر ظاہر وجوہات کچھ اور ہوتی ہیں۔ موت اٹل ہے اور ہر کوئی اپنی موت کی طرف رواں دواں ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا سفر موت کی جانب شروع ہو جاتا ہے۔ والدین کبھی نہیں چاہتے کہ ان کی اولاد کو موت آئے اور ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ دنیا جائے فانی ہے اور اگر ان کے دل و دماغ سے یہ سارے پردے ہٹ جائیں تو وہ موت کے خوف سے اولادوں کو جنم دینا ہی چھوڑ دیں۔

موت ہر اک مقدر میں ہے اور اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

ترجمہ: ”پھر اس غم کے بعد اللہ نے تم کو چین بخشا، یعنی اونگھ تم میں سے ایک جماعت پر چھائی ہوئی تھی اور ایک جماعت کو اپنی جان ہی کی فکر پڑ رہی تھی، وہ خلافِ واقعہ اللہ کے ساتھ بدگمانیاں کر رہے تھے جو محض حماقت ہی کا خیال تھا، وہ یہ کہہ رہے تھے کہ کیا ہمارا کوئی اختیار چلتا ہے کہہ دو کہ اختیار تو سب اللہ ہی کا ہے وہ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو وہ آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں کہ اگر ہمارا اختیار ہوتا تو ہم یہاں مقتول ہوتے، کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کے مقدر میں قتل ہونا لکھا ہے وہ خود ان مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ گرے پڑے ہیں، اور یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات کو آزمائے، اور تمہارے دلوں کی بات کو صاف کر دے، اور اللہ تو دلوں کی بات بھی خوب جانتا ہے۔“

﴿سورۃ آلِ عمران 3، آیت 154﴾

ہر شخص کو اپنے مقررہ وقت پر اس دنیا سے جانا ہے اور اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اس میں کسی کی مرضی نہیں چل سکتی۔ ملک الموت کو کوئی چکمہ نہیں دے سکتا۔ موت سے کوئی چھپ نہیں سکتا۔ اس کا ایک وقت معین ہے اور اس سے لحہ بھر بھی ادھر ادھر نہیں ہوتی۔

ترجمہ: ''کہہ دو کہ موت جس سے تم گریز کرتے ہو وہ تمہارے سامنے آ کر رہے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے کے پاس لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تم کو سب کچھ بتا دے گا جو تم کرتے رہے ہو۔''

﴿سورۃ الجمعہ 62، آیت 8﴾

ترجمہ: ''تم کہیں رہو، موت تو آ کر رہے گی، خواہ تم بڑے مضبوط قلعوں میں رہو اور اگر ان کو فائدہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے اگر کوئی نقصان ہوتا ہے کہتے ہیں یہ آپ (رسول) سے ہے کہہ دیجئے کہ (رنج و راحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے اتنی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔''

﴿سورۃ النسا 4، آیت 78-79﴾

حضرت خضر علیہ السلام کو علم ہو گیا کہ وہ لڑکا بڑا ہو کر کفر کا مرتکب ہو کر والدین اور خاندان کیلئے بھی باعثِ مصیبت اور پریشانی بنے گا۔ حفظِ ما تقدم کے طور پر انہوں نے یہ قصہ ہی ختم کر دیا۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 81:

''تو ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کی جگہ اور بچہ عطا فرمادے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور محبت کرنے میں اس سے زیادہ ہو۔''

جب کسی کا کوئی عزیز، رشتہ دار فوت ہو جاتا ہے تو لوگ افسوس ہی کرتے ہیں اور شاید چند ہی لوگ ہوں جو اس کے پس پردہ حقائق اور اچھائی کے بارے میں جانتے ہوں۔ شاید اس کی موت اس کی اپنی یا دیگر لوگوں کی بہتری اور مفاد میں ہو۔ لیکن جب ایک ضعیف العمر طویل علالت کے کرب کے بعد دنیا سے جاتا ہے تو لوگ سوچتے ہیں کہ یہ اس کیلئے اچھا ہوا ہے ورنہ اور جیتا رہتا تو یونہی بسترِ علالت پر کراہتا اور ایڑیاں رگڑتا رہتا۔

پھر یہ اشارہ کہ اللہ اس لڑکے کے بدلے میں انہیں زیادہ فرمانبردار اور نیکوکار لڑکا دے گا جو ان سے زیادہ پیار بھی کرے گا ظاہر کرتا ہے کہ اگر اہل ایمان کسی چیز سے محروم ہو جاتے ہیں یا کر دیئے جاتے ہیں تو اللہ انہیں یہاں یا وہاں ضرور اس سے بہتر چیز دے گا اور اللہ کسی کی نیت اور اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

ترجمہ: ''اور ہر ایک کیلئے ان کے اعمال کے درجے مقرر ہیں اور آپ کا ربّ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔''

﴿سورۃ الانعام، 133﴾

حضرت خضر علیہ السلام کا اخلاق و کردار

حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس بیان میں بہت سی باتیں اور پہلو ہیں۔ان کے کردار کے روشن اور نمایاں پہلو حسب ذیل ہیں:

1۔ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار بندے ہیں اور ان کے اس وصف کو سورۃ الکہف میں نمایاں کیا گیا ہے اور جونہی انہیں اللہ کی طرف سے کوئی حکم پہنچتا ہے وہ فوراً اس کی تعمیل کیلئے کمر کس لیتے ہیں۔

2۔ حضرت خضر علیہ السلام غریبوں، بے کسوں اور یتیموں کی مدد کرتے ہیں اور دوسروں کیلئے ہمدردی اور رحم کا جذبہ رکھتے ہیں۔

3۔ حضرت خضر علیہ السلام اہلِ ایمان کے خیر خواہ ہیں اور ان کے معاون و مددگار رہتے ہیں۔

4۔ حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ نے پیش بینی کی صلاحیت عطا فرمائی ہے جس سے وہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات کے حوالے سے حکمتِ عملی اپناتے ہیں۔

5۔ انہیں اللہ پر پورا بھروسہ اور ایمان ہے اس لئے وہ کسی مصیبت یا مشکل سے نہیں گھبراتے۔

سورۃ الکہف میں حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی عملی طور پر کرتے ہیں اور انہیں یہ سبق دے جاتے ہیں کہ بے صبری اچھی بات نہیں اور ایک بات کے کئی پہلو ہو سکتے ہیں اور ہمیشہ اچھے پہلو کو اختیار کرنا چاہیے۔اس سورۃ میں وہ ہمارے سامنے اللہ کے منتخب بندے اور ایک عالم کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں اور ان کی شخصیت سادگی کا مرقع ہے اور وہ دوسروں سے خود کو ممتاز نہیں سمجھتے اور عام انسانوں جیسا رویہ اور طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 82:

"اور دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی، جو اس شہر میں ہیں، اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا، اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو تمہارے رب نے چاہا کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، تمہارے رب کی مہربانی سے، اور یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کیے، یہ ان باتوں کی حقیقت ہے جن پر تم صبر نہ کر سکے۔"

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کس طرح یتیم بچوں کے مال کی حفاظت کرتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی چاہیے کہ وہ یتیموں کے سر پہ ہاتھ رکھا کریں اور ان کا خیال کیا کریں۔

ترجمہ: "دنیا اور آخرت کی باتوں میں (غور کیا کرو) اور وہ تم سے یتیموں کی نسبت بھی دریافت کرتے ہیں، کہہ دو کہ ان کو درست کرنا بہت اچھا کام ہے، اگر ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تو یہ

بات خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنیوالا کون ہے اور درست کرنیوالا کون ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا بلاشبہ اللہ تو زبردست غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔"

﴿سورۃ البقرہ2، آیت220﴾

اہل ایمان یتیموں کی اچھی طرح خبر گیری کرتے ہیں۔ ان کی اچھی تعلیم وتربیت کرتے ہیں۔ ان کے کھانے پینے اور پہننے کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ فیاضی کا برتاؤ کرتے ہیں اور یہ ان کے رَبّ کا حکم ہے اس لئے ان کا یہ عمل اطاعتِ الٰہی کے زمرے میں آتا ہے۔

ترجمہ: "اے نبی ﷺ! لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں کیا مال خرچ کیا کریں کہہ دو جو کچھ مال تم خرچ کرو تو ماں باپ اور عزیز رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں پر خرچ کیا کرو (یہ سب حقدار ہیں) اور جو تم نیک کام کرتے ہو تو وہ سب اللہ کو خوب معلوم ہیں۔"

﴿سورۃ البقرہ2، آیت215﴾

اس کے علاوہ جب مسلمان کسی مشکل میں ہوتے ہیں تو وہ انہیں سب پر ترجیح دیتے ہیں اور ان کی ہر طرح سے مدد کرتے ہیں:

ترجمہ: "اور اس کی محبت میں فقیروں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔"

﴿سورۃ الدہر76، آیت8﴾

جو لوگ یتیموں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں اللہ انہیں یوں خبردار کرتا ہے:

ترجمہ: "بے شک جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور جلد جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔"

﴿سورۃ النساء4، آیت10﴾

حضرت خضر علیہ السلام ان یتیم بھائیوں کی دیوار مرمت کردیتے ہیں تاکہ وہ ان کے جوان ہونے تک اسی حالت میں قائم رہے۔ اگر اسے تعمیر نہ کیا جاتا اور یہ گر پڑتی تو لوگ ان کا

مال اٹھا کر رفو چکر ہو جاتے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں اس خطرے سے محفوظ کر دیا۔ مزید ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ ہم یتیموں کی دستگیری کریں۔ نیز ممکن ہے اس دیوار کے گرنے سے راہگیروں، املاک یا پودوں وغیرہ کو نقصان پہنچتا۔ نیز انہوں نے جو کچھ بھی کیا اللہ کے حکم سے کیا۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 83:

"اور آپ سے دریافت کرتے ہیں ذوالقرنین کے بارے میں، آپ کہہ دیں کہ میں اس کا کچھ حال تمہیں سناتا ہوں۔"

تاریخ میں بہت سے سکالروں نے بہت سے طریقوں سے ذوالقرنین کا ذکر کیا ہے۔ ان آیات میں اہل ایمان کو یہ واقعات یاددہانی کے طور پر بتائے گئے ہیں اور ان آیات کے ذریعے مومنوں کو کئی سبق دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: "یہ کتاب جس کی آیات مستحکم کی گئی ہیں خوب کھول کر بیان کردی گئی ہیں ایک حکمت والے باخبر کی طرف سے۔"

﴿سورۂ ھود 11، آیت 1﴾

اہلِ ایمان کو چاہیے کہ وہ قرآن کو خلوصِ دل اور اخلاصِ نیت کے ساتھ پڑھا کریں۔ سورۂ حج کے مطابق قرآنی آیات اللہ کی واضح اور "کھلی نشانیاں" ہیں۔ دیگر آیات میں اسی بات کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: "روزوں کا مہینہ ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں قرآنِ مجید اوّل اوّل اترا تھا، جو لوگوں کیلئے ہدایت ہے جس میں ہدایت کی کھلی کھلی نشانیاں

موجود ہیں، اور جو حق و باطل میں فرق کر دیتا ہے، جو اس مہینہ میں تم میں موجود ہو اس کو چاہیے اس مہینہ کے پورے روزے رکھے، جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں پورے کرے، اللہ تو تمہارے لئے آسانی کر دیتا ہے اور سختی نہیں چاہتا، تا کہ تم اپنی گنتی پوری کر لو، اور اس ہدایت پر اللہ کی کبریائی اور عظمت کو یاد کرو، اور شکر گزار بندے بنو۔"

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 185﴾

ترجمہ: "اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس یہ ہمارے رسول آئے ہیں، کتاب میں سے جو باتیں تم چھپاتے ہو وہ ان میں سے اکثر باتیں تمہارے سامنے صاف صاف بیان کر دیتے ہیں اور بہت سی چیزوں سے درگذر کر دیتے ہیں، تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کھلی کتاب، اس کتاب کے ذریعہ سے اللہ ان کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتاتا ہے اور ان کو اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے اور ان کو سیدھے راستہ پر قائم رکھتا ہے۔"

﴿سورۃ المائدہ 5، آیات 15-16﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 85-84:

> ''ہم نے ذوالقرنین کو روئے زمین میں بڑی دسترس دی تھی اور ہم نے اس کو ہر طرح کا سامان عطا کیا تھا تو اس نے ایک سفر کا سامان کیا۔''

اس آیت سے ایک ملک کی حکومت و سلطنت کا بیان ہے کہ اس کی معیشت، سیاست اور دفاع مضبوط ہونا چاہیے۔ اگر ملک کمزور ہوگا تو عوام الناس کو گوناگوں مسائل کا سامنا کرنا ہوگا اور غیر ملکی افواج کی جارحیت کا خطرہ بھی ان کے سروں پر منڈلاتا رہے گا۔ داخلی ملک دشمن عناصر بھی اسے دیمک کی طرح اندر سے کھوکھلا کرتے رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں، معاشی بدحالی، بے روزگاری، انتشار، بدامنی، بغاوت، احتجاج اور دیگر مسائل کا سامنا بھی ہوگا۔ لیکن ذوالقرنین کی حکومت ان عیوب سے پاک اور مضبوط ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے طاقت و اقتدار دیا تھا اس کا مطلب ہے وہ اللہ کا اطاعت گذار تھا اور اہلِ علم و اہلِ فراست انسانوں میں سے تھا۔ وہ معاملہ فہم اور مدبّر تھا اور اس پر اللہ کے فضل وکرم کا سایہ تھا جو ہر مشکل میں اس کا معاون تھا۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 86:

''یہاں تک کہ جب وہ سورج غروب ہونے کی جگہ پہنچا، تو، اس کو پایا کہ ایک سیاہ پانی میں ڈوب رہا ہے اور اس کے پاس ایک قوم دیکھی، ہم نے کہا اے ذوالقرنین! تم ان کو سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں نیکی کا رویہ اختیار کرو۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ذوالقرنین نے مغرب کا رخ کیا اور غالباً اس کی انتہا تک جا پہنچے۔ یہ سپین، پرتگال یا جبرالٹر ہو سکتا ہے۔ سینیگال یا موریطانیہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہاں سیاہ مٹی والا چشمہ تھا۔ ممکن ہے یہ افریقہ میں ہو جیسا کہ بدیع الزمان نورسی لکھتے ہیں:

''ذوالقرنین نے موسم گرما میں مغرب کا سفر کیا اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا اور ایک آتش فشاں اُبل رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے افریقہ کو پوری طرح تسخیر کر لیا تھا۔ جبکہ چشمہ ایک استعارہ ہے۔ دُور سے سمندر ایک چھوٹا سا تالاب ہی نظر آتا ہے۔ سمندر جیسی کوئی چیز نشیب میں نظر آ رہی تھی اور گرمی کی شدت سے اس میں سے بخارات

اُٹھ رہے تھے اور یہ ایک کیچڑ بھرے چشمے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ سورج اور آنکھ دونوں ان اسرار کے مطابق اس تعریف پر پورے اُترتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذوالقرنین نے دُور سے بحر اٹلانٹک کو دیکھا اور اسے ایک جوہڑ جتنا جانا۔ چونکہ قرآن ہر چیز کا قریبی مشاہدہ کرتا ہے اس لئے اس نے ذوالقرنین کی نگاہوں کا دھوکہ اور سراب قرار دیا۔ قرآن پاک آسمان سے آتا اور اوپر سے دیکھتا ہے اور اسے زمین بسا اوقات ایک اکھاڑے کی مانند نظر آتی ہے، کبھی محل جیسی، کبھی پنگوڑے جیسی اور بعض اوقات ایک ورق کی طرح نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بحرِ اوقیانوس کو ایک چشمہ کہا گیا ہے جس سے بخارات اٹھ رہے ہیں۔"

جو سورج کو دُور سے افق میں غروب ہوتے دیکھتا ہے اسے یوں محسوس ہوتا ہے گویا سورج پانی میں غوطہ لگا رہا ہے یا پہاڑوں کے پیچھے چھپ رہا ہے جسے غروب کہا جاتا ہے۔ اس کا انحصار اس مقام پر ہے جہاں سے اس کو دیکھا جا رہا ہے۔

ذوالقرنین علیہ السلام اس مقام پر مقامی باشندوں سے ملتے ہیں اللہ انہیں تاکید فرماتا ہے کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کے ساتھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے اور اگر وہ درشتی و سرکشی اختیار کریں تو اسی کے مطابق ان سے سلوک کیا جائے۔

اس سے مراد ہے کہ ذوالقرنین علیہ السلام کا ردِ عمل ان کے طرزِ عمل سے وابستہ تھا اگر وہ امن کا مظاہرہ کرتے تو ان کے ساتھ امن کی بات چیت کی جاتی اور اگر وہ سرکشی اور بغاوت کا مظاہرہ کرتے تو پھر اس کے مطابق ہی ان کا فیصلہ کیا جاتا۔ ذوالقرنین ایک منصف حاکم اور منصف قاضی کا درجہ بھی رکھتے تھے اور ہر طرح کے حالات میں اچھے فیصلے کر سکتے تھے اور بوقتِ ضرورت فوجی طاقت بھی استعمال کر سکتے تھے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ چشمہ سے مراد "سورج" جسے انہوں نے ایک بلیک ہول کی صورت میں دیکھا جس کے دوران ستاروں کا قطر سمٹ کر چند کلومیٹر رہ جاتا ہے اور اس کا مرکز سیاہ ہو جاتا ہے ان کی کشش اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ روشنی کو نگل جاتے ہیں اور آواز ان میں مدغم ہو جاتی ہے اور وقت بھی ان کی جانب کھنچ جاتا ہے ان کی قوت دوسرے تاروں کو بھی کھینچتی ہے اس طرح قوت مزید بڑھ جاتی ہے۔ یہ

اپنی طاقت سے ہر چیز کو اپنی جانب کھینچ لیتے ہیں اس لئے انہیں سیاہ بھنور کہا جاسکتا ہے ان سے اس وقت روشنی منعکس نہیں ہوتی اور سائنسی زبان میں انہیں Black Holes کا نام دیا جاتا ہے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 87:

"ذوالقرنین نے کہا کہ جو ظلم کرے گا اس کو ہم سزا دینگے، پھر جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹے گا، تو وہ اس کو سخت سزا دے گا۔"

ذوالقرنین علیہ السلام کہتے ہیں کہ وہ غلط کام کرنے والوں کو سزا دیں گے اور اس کے بعد اگلے جہان میں اللہ بھی انہیں سزا دے گا۔ وہ لوگوں کو اللہ سے ڈراتے ہیں اور اسلامی طرزِ حیات اپنانے کا حکم دیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس دنیا کی سزا تو کچھ بھی نہیں صحیح سزا انہیں آخرت میں بھگتنا ہوگی۔

ترجمہ: "اور آخرت کی سزا بہت بڑی ہے اگر وہ جان ہی لیں تو"

﴿سورۃ القلم 68، آیت 33﴾

جو کوئی اللہ اور یومِ حشر کا انکار کرتا ہے اور جو قرآن کو نہیں مانتا اسے اس دنیا میں بھی اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا اور اگلے جہان کی سزا اس سے الگ ہوگی۔ بہت سی قوموں کو اسی دنیا کے اندر ہی سزا دی گئی تھی کیونکہ انہوں نے اپنے پیغمبر کی آواز پر لبیک نہیں کہا تھا اور دعوتِ ایمان کو ٹھکرا دیا تھا۔ ان آیات میں جہاں ان قوموں کے اس دنیا میں عذاب کا بیان ہے وہیں آخرت میں ان کی بدترین سزا کا ذکر بھی ہے جس سے وہ سخت خوفزدہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور اسی طرح جو حد سے نکل جائے اور ایمان نہ لائے اپنے رب کی آیات پر ہم اس کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور بہت دیر رہنے والا ہوگا۔''

﴿سورۃ طٰہٰ 20، آیت 127﴾

جہنم میں کفار کی منتظر سزا کو نہایت خوفناک اور ہولناک قرار دیا گیا ہے اور قرآن میں کئی مقامات پر ذکر ہے کہ وہ سزا دنیا بھر کی تکالیف سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ لوگوں کو دنیاوی تکالیف بھول کر آخرت کی تکالیف کو یاد کرنا چاہیے اور اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ یہ خوف انہیں پچھتاوا دے گا اور وہ انکار سے تائب ہو کر اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں گے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 88:

''اور جو ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لئے اچھا بدلہ ہے اور ہم اپنے معاملہ میں نرمی کا برتاؤ کریں گے۔''

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین علیہ السلام ایک بادشاہ اور منصف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے مبلغِ اسلام بھی تھے۔ وہ لوگوں کو اللہ پر ایمان لانے کو کہتے ہیں اور اچھے عمل کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اس صورت میں انہیں اللہ کی ان نعمتوں کے بارے میں بتاتے ہیں جو اللہ نے اس دنیا میں انہیں دی ہیں اور جن کے دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ انعامات اور اعلیٰ نعمتیں جو اللہ انہیں آخرت میں عطا فرمائے گا۔ ہر پیغمبر اپنی قوم سے یہ بات ضرور کہتا ہے اور لوگوں کو راہِ راست اختیار کرنے کی تلقین فرماتا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان کو لوگوں کے ردِ عمل سے بے نیاز ہو کر ''اچھائی کا حکم دینا چاہیے اور برائی سے منع کرنا چاہیے۔'' اہلِ ایمان کی یہ ایک اہم ذمہ داری ہے اور امر و نواہی ان کا اوّلیں فریضہ ہے۔ جس طرح کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کا فرض ہے:

ترجمہ: ''اور تم میں ایک جماعت ہونا ضروری ہے جو خیر کی طرف بلایا کرے

اور نیک کام کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے، اور
یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔"

﴿سورۃ آلِ عمران 3، آیت 104﴾

ترجمہ: "تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے"۔

﴿سورۃ النحل 16، آیت 98﴾

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملات کو آسان بنایا جائے نہ کہ انہیں مشکلات میں مبتلا کیا جائے۔ قرآنِ پاک میں اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: "اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے لئے کوئی مشکل نہیں چاہتا۔"

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 185﴾

اور......

ترجمہ: "ہم نے قرآن کو یاد کرنے کیلئے آسان بنایا ہے کیا ہے کوئی اسے یاد کرنے والا؟"

﴿سورۃ القمر 54، آیت 17﴾

اس لئے آسان راستے کا انتخاب قرآن کا تقاضا ہے مزید برآں انہیں "ہم تمہیں آسان راستے پر آسانی کے ساتھ چلائیں گے۔" ﴿سورۃ الاعلیٰ 87، آیت 8﴾ کو ذہن سے محو نہیں کرنا چاہیے اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: "اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے اس نے تم کو چن لیا ہے اور تم پر دین کی کوئی تنگی نہیں کی، اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم رہو، اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، پہلے بھی اور اس کتاب میں بھی، تا کہ رسول تمہارے بارے میں گواہ رہے، اور تم لوگوں کے بارے میں گواہ رہو، تو تم لوگ نماز پابندی سے پڑھا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، وہی تمہارا کارساز ہے تو کیسا ہی اچھا کارساز اور کیسا ہی اچھا مددگار۔"

﴿سورۃ الحج 22، آیت 78﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 91-89:

''پھر ذوالقرنین نے دوسرے سفر کا سامان کیا، یہاں تک کہ سورج کے نکلنے کی جگہ پر پہنچا تو اس کو پایا کہ وہ ایسے لوگوں پر طلوع ہوتا ہے جن کے لئے سورج کے اس طرف ہم نے کوئی اوٹ نہیں بنائی تھی، یہ حقیقت ہے، اور جو کچھ ذوالقرنین کے پاس تھا وہ ہم کو خوب معلوم تھا۔''

دوسرے سفر میں وہ مشرق کی طرف گئے جو چین یا کوریا ہوسکتا ہے۔ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ گھروں میں نہیں رہتے تھے اور سورج کی حدت و دھوپ سے محفوظ نہیں تھے۔ یا اس وقت لباس سے بے نیاز تھے یا دن کو کام کرتے تھے اور زمین کے اندرونی گھروں میں رہتے تھے عمر نصوحی (Omer Nasuhi Bilmen) نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''ذوالقرنین اس سفر میں طلوع آفتاب کی سرزمین تک پہنچا، ان لوگوں کے پاس سورج کی شعاعوں سے بچنے کیلئے کپڑا، عمارت یا پہاڑ نہیں تھا، جب سورج طلوع ہوتا تو یہ لوگ یا تو سمندر میں یا زمین میں گڑھا نما

جگہوں میں گھس جاتے اور سورج غروب ہونے پر کام کاج کیلئے باہر نکلتے۔“

ذوالقرنین کو اللہ نے کافی علم عطا فرمایا تھا یہ علم اللہ صرف اپنے پسندیدہ اور چنے ہوئے لوگوں کو عطا فرماتا ہے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 93-92:

"پھر ذوالقرنین نے تیسرے سفر کا سامان کیا، یہاں تک کہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا، تو ان کے اس طرف ایک قوم دیکھی جو بات کو نہیں سمجھ سکتی تھی۔"

ذوالقرنین تیسری دفعہ اپنے سفر پر نکلتے ہیں اور مشرق و مغرب کے درمیان پہنچتے ہیں جو ہمالیہ میں کوئی علاقہ ہوسکتا ہے۔ زنی نے بدیع الزمان کے حوالے سے لکھا ہے:

"چین کی عظیم دیوار کئی دنوں کی مسافت جتنی طویل ہے جو ہندوستانی اور چینی لوگوں کو وحشی قبائل سے محفوظ رکھنے کیلئے تعمیر کی گئی تھی۔ ان قبائل نے کئی بار دنیا کو بدامنی کی فضا میں جھونک دیا، اور ہمالیہ کے پیچھے مشرق سے مغرب تک پھیل گئے۔ دو پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع و عریض اور بلند دیوار تعمیر کی گئی جس نے ایک مدت تک ان کے آزادانہ حملوں کی روک تھام کی۔"

بدیع الزمان کے مطابق یہ دو پہاڑ دو پہاڑی سلسلے بھی ہو سکتے ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایک نامانوس زبان بولتے تھے اور بات کو نہیں سمجھتے تھے۔ تاہم ذوالقرنین ان کے ساتھ براہِ راست یا ترجمان کی مدد سے مذاکرات کرنے میں کامیاب ہوئے۔

جہاں بھی ذوالقرنین گئے لوگ کسمپرسی، جہالت اور غربت کی حالت میں تھے۔ کہیں سورج سے بچنے کی خاطر زمین میں گھس جاتے تھے اور کہیں اپنے دفاع سے محروم۔ ذوالقرنین نے ان لوگوں کی مدد کی اور شاید ان کے سفر کا مقصد بھی یہی رہا ہو۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 94:

""انہوں نے کہا، اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے ہیں، کیا آپ کیلئے اگر ہم کچھ چندہ جمع کر دیں کہ آپ ان کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار بنادیں۔""

ان لوگوں کو"یاجوج" اور"ماجوج" کا نام دیا گیا ہے اور اہلِ تحقیق کے مطابق اس وقت ایک قوم ان لوگوں کو تنگ کر رہی تھی۔ متاثرہ لوگ اپنی مدد کے عوض ذوالقرنین علیہ السلام کو چندہ جمع کر کے دینے کیلئے تیار تھے۔ ذوالقرنین نے اپنے ماہر انجینئروں کو یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا حکم دیا۔

کمزور اقوام انہیں مدد کیلئے پکارتی تھیں جس سے ان کی اور ان کی قوم کے اس دَور میں مقام ومرتبے اور اثر ورسوخ کا علم ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے مسائل حل کرنے اور امن و ترقی کے خواہاں تھے۔ مشرق ومغرب اور ان کے درمیانی علاقوں میں ان کے سفر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وسیع وعریض سلطنت کے حکمران تھے اور جہاں بھی کوئی مسئلہ دیکھتے اس کے حل کیلئے پہنچ جاتے۔ اطراف کی اقوام مشکل وقت میں ان کی طرف دیکھتی تھیں۔

آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو امن، انصاف، ترقی اور دوسروں کی مدد کیلئے

تیار رہنا چاہیے۔ جس طرح اس وقت اسلام کی طاقت اور حکومت تھی ایک بار پھر دنیا پر اسلام کی حکمرانی ہوگی اور ہر طرف انصاف کا دور دورہ ہوگا۔

ترجمہ: ”جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنادے گا جبکہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے ان کیلئے پسند کرلیا ہے مضبوط بنادے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کریں تو وہی لوگ بدکردار ہیں۔“

﴿سورۃ النور 24، آیت 55﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 95:

"ذوالقرنین نے کہا وہ مال جس میں میرے
رَبّ نے مجھے اختیار دیا ہے وہ بہت ہے، تو تم
مجھے اپنی قوتِ بازو سے مدد دو، میں تمہارے اور
ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادوں گا۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے ذوالقرنین کوطاقت واختیار دیا ہے اوران کی قوم مضبوط ومتحد ہے اورانہیں کسی قسم کا اندرونی یا بیرونی خطرہ درپیش نہیں ہے۔ اس لئے وہ اس قوم سے کچھ بھی قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں اور بے لوث ان کی مدد کیلئے تیار ہیں۔ جس طرح کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ سباء بلقیس کے بھیجے ہوئے تحائف قبول کرنے سے انکار فرمادیا:

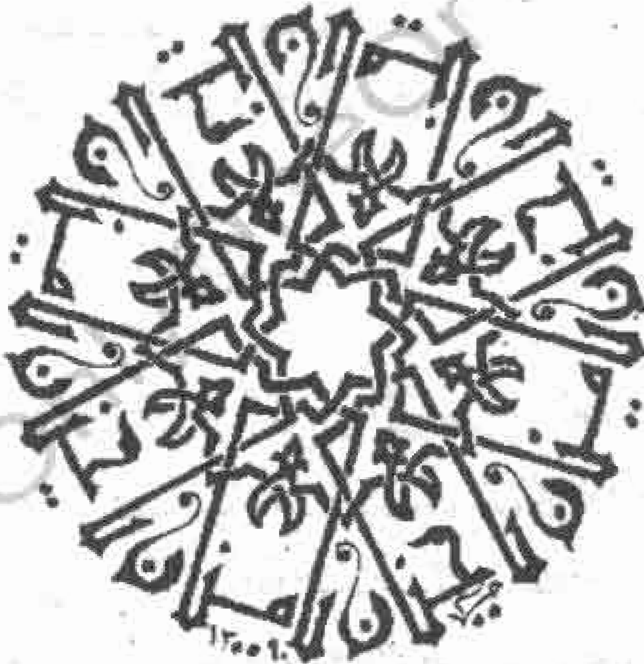
ترجمہ: "اور میں ایک تحفہ ان کے پاس بھیجتی ہوں اور انتظار کرتی ہوں کہ کیا جواب آتا ہے۔ جب قاصد سلیمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کیا تم میری مالی مدد کرتے ہو تو اللہ نے جو مجھے دیا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دیا ہے، ہاں تم ہی اپنے اس تحفہ سے خوش ہوتے ہوگے۔"

﴿سورۃ النمل 27، آیات 35-36﴾

ذوالقرنین علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے ان مادی اشیاء سے انکار کی کئی وجوہات اور سبب ہوسکتے ہیں۔ اس کے قبول کرنے سے کئی منفی اثرات بھی رونما ہوسکتے ہیں۔ تحائف دینے والوں کی اطاعت اور جذبۂ احترام میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔ نفسیاتی طور پر بھی کچھ خدشات کا امکان ہے اس لئے اس طرح کے تحائف اور تعاون قبول کرنے انکار کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

نیز انہیں کسی سے کسی چیز کی حاجت بھی نہیں ہے اور اس سے لوگوں کی محبت بھی بڑھتی ہے۔ ذوالقرنین علیہ السلام لوگوں سے کہتے ہیں کہ وہ کام کرنے والوں کے ساتھ ہاتھ بٹائیں۔ اس سے لوگوں کو روزگار بھی ملے گا اور کام بھی جلد ہوگا۔ اس سے دونوں اقوام میں باہمی تعاون اور یگانگت کا جذبہ بھی فروغ پا سکتا ہے جو مستقبل میں مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ اس سے ان کی حکمتِ عملی اور فہم وفراست کا علم بھی ہوتا ہے۔ معاشی اور سماجی طور پر بھی اس کے بہت سے فوائد گنوائے جاسکتے ہیں۔

ذوالقرنین علیہ السلام نے نہایت مضبوط روک تیار کرائی اور یہ سبق بھی دیا کہ پلوں، اہم عمارات اور مساجد وغیرہ کو مضبوط ہونا چاہیے تاکہ وہ آسمانی آفات سیلاب، زلزلے، بارشوں اور دشمن کے حملوں کا مقابلہ کرسکیں۔



سورۃ الکہف آیت نمبر 96:

''تم لوہے کے بڑے بڑے تختے لاؤ (کام جاری ہو گیا) یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑیوں کے درمیان کا حصہ برابر کر دیا تو کہا اب اس کو دھونکو، یہاں تک کہ اس کو آگ بنا دیا، پھر کہا کہ اب پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ اس پر ڈال دوں۔''

یہ روک کنکریٹ کی ہو سکتی ہے جس طرح کہ آج کل کی ٹیکنالوجی میں تعمیراتی کاموں میں استعمال ہو رہی ہے۔ اس میں لوہے، تانبے اور بعض بیانات کے مطابق 'کولتار' بھی استعمال کی گئی جس سے اس کی مضبوطی اور زیادہ بڑھ گئی۔ ممکن ہے لوہے کے ٹکڑے اور پگھلا ہوا سیسہ بھی استعمال کیا گیا ہو تاہم اس کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

عربی لفظ قطر سے مراد ''پگھلا ہوا تانبا'' اور کولتار بھی ہے۔ بہرکیف انہوں نے اسے مضبوط بنانے میں تمام دستیاب وسائل اور ٹیکنالوجی استعمال کی۔ اس طرح کے آمیزے ڈیم بنانے اور پل بنانے میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

سورۃ الکھف آیت نمبر 98-97:

''پھر ان میں یہ قدرت نہ رہی کہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں، ذوالقرنین نے کہا یہ میرے رب کی طرف سے مہربانی ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آ پہنچے گا تو اس کو ڈھا کر ہموار کر دے گا، اور میرے رَبّ کا وعدہ سچا ہے۔''

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بلند دیوار یا اونچا بند تھا اور نہایت مضبوط اور ناقابلِ شکست تھا۔ اس کے بعد بیان ہے کہ اس طرح کے کام اللہ کی عنایت اور مہربانی کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ دیوار روزِ حساب تک قائم رہے گی یعنی قیامت تک باقی رہے گی۔ یہ دیوار کہاں واقع ہے اس سے قطع نظر اہم بات یہ ہے کہ یہ روزِ قیامت تک بہر صورت برقرار رہے گی اور اس روز تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور سطح زمین پر کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

ترجمہ: ''اور جس دن ہم چلائیں پہاڑ اور تو دیکھے زمین کو کھلی ہوئی۔''

﴿سورۃ الکھف 18، آیت 47﴾

ترجمہ: ''اور جب زمین دراز کی جائے گی، اور اپنے اندر کی تمام چیزوں کو (مردوں وغیرہ کو) باہر کردے گی اور خالی ہوجائیگی۔ اپنے رب کا فرمان بجالائے گی اور وہ اسی لائق ہے۔''

﴿سورۃ الانشقاق 84، آیات 3-5﴾

ترجمہ: ''اور لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کو اُڑا دے گا، پھر زمین کو ایک ہموار میدان کردے گا، اس میں نہ ناہمواری اور نہ کوئی بلندی دیکھیں گے۔''

﴿سورۃ طٰہٰ 20، آیات 105-107﴾

ذوالقرنین علیہ السلام کے بارے میں ایک اور امکان

اس بیان سے ایک اور امکان بھی اُبھرتا ہے کہ یہ واقعات ممکن ہے ابھی مستقبل میں ہونے ہوں کیونکہ اللہ کے ہاں تو وقت ایک ہی ہے مگر ہمارے لئے اس کا تصور کچھ اور ہے۔

بعض آیات سے ظاہر ہوتا ہے گویا قیامت ہوچکی ہو اور جنت اور دوزخ کا معاملہ بھی نمٹایا جاچکا ہو جیسا کہ حسبِ ذیل آیت میں ہے۔

ترجمہ: ''اور پھونک ماری جائے گی صور میں تو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب بے ہوش ہوجائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہوکر دیکھنے لگیں گے اور زمین اپنے رَبّ کے نور سے چمک اُٹھے گی اور اعمال نامہ (کھول کر) رکھ دیا جائے گا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور ان میں فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔''

﴿سورۃ الزمر 39، آیات 68-69﴾

اس آیت میں واقعات کو یوں بیان کیا گیا ہے گویا یہ وقوع پذیر ہوچکے ہوں اور ہمارے لئے ابھی یہ ہونا باقی ہوں۔ اسی طرح امکان ہے کہ ذوالقرنین علیہ السلام جنہیں ہمارے لئے ماضی کے صیغہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ابھی ہمارے مستقبل میں انہوں نے آنا ہو اور ان کی حکومت مستقبل میں ہو۔ آج کی جدید دنیا میں ایک رہنما کے پاس دونوں قوتیں ہوسکتی

ہیں۔اس کے پاس ٹیکنالوجی بھی ہوسکتی ہے اور اظہارِ بیان اور دلائل بھی۔ جیسا کہ سورۃ الکھف کی آیت نمبر 95 میں ہے کہ ''اللہ نے مجھے جو طاقت و اختیار دیا وہ اس سے بہتر ہے۔'' ذوالقرنین علیہ السلام کی یہ طاقت وقوت مربوط و منظم ہے اگر ہم اس نکتۂ نظر سے دیکھیں تو ہم فرض کر سکتے ہیں کہ وہ مرکز میں بیٹھ کر سیاروں کے ذریعے دُنیا کے وسیع حصوں پر حکومت کر سکتے ہیں۔ان آیات میں مختلف بیان ہیں مثلاً ان کے مغرب میں جانے کا ذکر ہے پھر مشرق میں اور پھر واپس آنے کا تذکرہ ہے۔اس سے یہ بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ وہ سیٹلائٹ سے مختلف چینل تبدیل کریں۔ان کی یہ تلاش اور چشمے کو دیکھنا سیٹلائٹ کے مختلف چینلز کے ذریعے بھی تو ہوسکتا ہے۔

اس آیت کا وسیع مفہوم ہے اور مشرق کے لوگوں کو وہ سیٹلائٹ اور انفراریڈ کے ذریعے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ انفراریڈ کو اس وقت میڈیکل، کرمنل پتھالوجی، میٹیر یولوجی، کرمنالوجی، انٹیلی جنس، انڈسٹری اور دوسرے شعبوں میں استعمال کیا جارہا ہے اور اس سے انسان کے جسم کے اندرونی اعضا کی تفصیلات وجزئیات بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

اگر ذوالقرنین علیہ السلام ایک قوم سے مخاطب ہیں تو وہ ایک ٹی وی چینل اور سیٹلائٹ کے ذریعے بھی ایسا کرسکتے ہیں۔اس سے وہ لوگوں کے مسائل اور ضروریات کے بارے میں بھی جان سکتے ہیں۔یاجوج اور ماجوج ایک دہشت گرد اور فساد پسند گروہ بھی ہوسکتا ہے۔ یہ براڈکاسٹنگ کے ذریعے دوسرے چینلز کو خراب کرسکتے ہیں یا ایسے چینلز چلا سکتے ہیں جو دنیا بھر میں منفی رجحانات اور منفی روّیوں کو جنم دیں۔ ذوالقرنین علیہ السلام اس طرح کی نشریات کو جام کرسکتے ہیں۔تانبے اور لوہے سے وہ ایسے آلات بناسکتے ہیں جو ریڈیائی لہروں پر اثر انداز ہوں۔ٹرانسفارمر لوہے کی پٹی پر تانبے کی تار لپیٹ کر ہی تو بنائے جاتے ہیں جس سے برقی میدان (Electromagnetic Fields) تیار کیے جاتے ہیں۔اگر یہ انتہائی طاقتور ہو تو یہ ریڈیو اور ٹی وی کی نشریات کو متاثر کرسکتا ہے۔اس کے علاوہ اس سے مراد سیٹلائٹ ڈش بھی ہوسکتی ہے جس میں یہی دھاتیں استعمال ہوتی ہیں۔تانبا قیمتی اور اچھا موصل ہے اس لئے اس کو زیادہ ترجیح دی گئی ہے۔ اگر اس کی پلیٹیں اس ڈش میں لگائی جائیں تو اس کی کارکردگی میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ یہ روک جسے ذوالقرنین نے بنایا ہے ممکن ہے نظروں سے اوجھل ایک ایسی ہی برقی روک ہو جو منفی چینلز کو روک سکتی ہو۔ یہ سب قیاس آرائیاں اور اصل کیا ہے اللہ ہی بہتر

جاتا ہے۔ دھاتوں میں ریڈیو ایکٹیوٹی بھی انسان کیلئے ایک حیرت انگیز دریافت ہے۔ بعض لوگ اس آیت میں "سَدَّیْن" کو "سُدَّیْن" پڑھتے ہیں۔ اوّل الذکر کا مطلب "ظاہری روک" اور دوسرے کا "غیبی روک" ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ "اس لئے وہ اس پر چڑھ نہیں سکتے تھے اور اس میں شگاف نہیں ڈال سکتے تھے" (کہف 97) سے مراد ہوسکتا ہے کہ یاجوج اور ماجوج اس ٹرانسمیٹر میں رخنہ اندازی کی کوشش کریں اور جس طرح بعض چینلز میں مداخلت کرکے Breaching Transmission کا ارتکاب کیا جاتا ہے شاید یہ بھی کوئی ایسی ہی کوشش ہو۔ اس بات سے کہ "وہ زبان کو بمشکل ہی سمجھتے ہیں" مراد ہے کہ بہت کم لوگ ہی اس ٹیکنالوجی سے آگاہ ہیں مزید جب ایک چینل گڑبڑ کر جائے تو کوئی بھی اسے سمجھ نہیں پاتا۔ جب چینل دوبارہ اصلی حالت میں آجاتا ہے تو لوگ اسے پھر سمجھنے لگتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

"کیچڑ بھرے چشمے" کا بیان بھی دلچسپ اور تحیّر آفرین ہے۔ ٹی وی پر غروب آفتاب کا منظر اسی طرح نظر آتا ہے گویا سورج ایک چشمہ میں اُتر رہا ہے۔ جب سورج سمندر میں غروب ہوجاتا ہے تو ٹی وی سکرین پر رنگ تبدیل ہوکر گہرے سرمئی دکھائی دیتے ہیں۔ جو ناظرین اسے دیکھتے ہیں انہیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ ایک کیچڑ بھرے چشمے میں اُتر رہا ہے۔ اسی طرح مشرق و مغرب سے مراد ہے کہ وہ کرۂ ارض کے مختلف حصوں کو چھوتا ہے جب ایک طرف سورج غروب ہوتا ہے تو دوسری طرف طلوع ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ سورج کبھی غروب نہیں ہوتا بلکہ زمین کی محوری حرکت سے ہم ایسا محسوس کرتے ہیں ورنہ سورج دنیا کے ایک حصے پر ہمہ وقت چمکتا رہتا ہے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 100-99:

"اور اس روز ہم ان کو چھوڑ دینگے تا کہ وہ ایک دوسرے میں گھس جائیں اور صور پھونکا جائیگا تو ہم سب کو جمع کر لیں گے، اور اس روز ہم جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے۔"

قرآنِ پاک میں ہے کہ پوری کائنات بشمول جاندار، سیارے، سورج، چاند اور تارے مختصر یہ کہ ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ تخلیق شدہ مظاہر کا انجام ہو جائے گا۔ قرآنِ پاک میں اس روز کے بارے میں سورۃ المطففین میں ہے کہ "اس روز بنی نوع انسان کُل جہانوں کے مالک کے سامنے حاضر ہوں گے۔"

وہ وقت بڑے خوف و دہشت کا وقت ہوگا۔ جو لوگ اس روز پر ایمان نہیں رکھتے، اس روز پہلی بار اس حقیقت کو اپنے سامنے پائیں گے۔ اس روز انہیں اللہ کے جاہ و جلال اور قوت و جبروت کا حقیقی اندازہ ہوگا۔ کفار کیلئے یہ دن حیرت، مشکل، مصیبت، خوف، دہشت، افسوس، درد، دُکھ اور پچھتاوے کا دن ہوگا۔ وہ لوگ جو اس گھڑی کا بچشم خود مشاہدہ کر رہے ہوں گے ان پر ایسا خوف طاری ہوگا کہ کسی کو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی ایسے خوف کا سامنا نہیں ہوا ہوگا۔ اس وقت کی شروعات صور کی آواز سے ہوگی جس کا واضح مطلب ہوگا کہ زمین اور کائنات کے انجام کے لمحات شروع ہو چکے ہیں۔ کسی کیلئے اس وقت سے راہِ مفر

نہیں ہوگی۔ یہ عارضی زندگی کے خاتمے اور ابدی زندگی کے آغاز کا اعلان ہوگا۔ اس آواز کے ساتھ ہی کفار کیلئے کبھی نہ ختم ہونے والے مصائب، پریشانیوں اور عذاب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے کہ یہ دن کس نوعیت کا ہوگا۔

ترجمہ: ”پھر صور پھونکا جائے گا تو وہ دن ایک سخت دن ہوگا، کافروں پر آسان نہ ہوگا۔“

﴿سورۃ المدثر 74، آیات 8-10﴾

سورۃ الکہف میں آتا ہے کہ اس روز لوگ بڑی بڑی لہروں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکراتے اور ہچکولے کھاتے پھریں گے۔ وہ حقیر تنکوں کی طرح بلاخیز لہروں کے آگے بے بسی کے ساتھ دھکیلے جائیں گے اور وہ واپس جانے کیلئے مایوسی اور انتہائی خوف کے عالم میں الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں ماریں گے۔ خوف وہراس کی شدت ان کے حواس چھین لے گی اور انہیں سمجھ نہیں آئے گی کہ وہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔

اس روز لوگوں کی بوکھلاہٹ، بدحواسی، اور دہشت پورے عروج پر ہوگی۔ خوف کا بھیانک سایہ منکرینِ قیامت کی موت کے آخری لمحات سے شروع ہو کر دائمی زندگی پر محیط ومسلط ہو جائے گا۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے کہ ”اس روز کا خوف بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور ان کے بال سفید ہو جائیں گے۔“

ترجمہ: ”تو تم کس طرح اس دن سے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا، جس میں آسمان پھٹ جائے گا، بے شک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔“

﴿سورۃ مزمل 73، آیات 17-18﴾

وہ لوگ جن کا گمان تھا کہ اللہ ان کے کاموں سے بے خبر ہے۔ انہیں اس روز علم ہو جائے گا کہ وہ اس کے بے بس اور حقیر بندے ہیں اور اس نے انہیں اس مقرر گھڑی تک سنبھل جانے کی پوری مہلت اور ڈھیل دی تھی۔ اس نے اس چیز کا ان سے وعدہ کیا تھا۔

ترجمہ: ”یہ خیال نہ کرنا کہ یہ ظالم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے وہ ان کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس دن آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔“

﴿سورۃ ابراہیم 14، آیت 42﴾

دیگر آیات میں بھی اس دن کا ذکر موجود ہے:

ترجمہ: ''وہ کھڑکھڑانے والی چیز، وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیا ہے اور تم کیا جانو کہ وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیا ہے، جس دِن لوگ پروانے کی طرح بکھرے ہوں گے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دُھنکی ہو رنگ برنگ کی اُون۔''

﴿سورۃ القارعہ 101، آیات 1-5﴾

سورۃ الحج میں آتا ہے کہ اس روز تمام لوگ یوں ہوں گے جیسے ان کے دماغ مفلوج ہو چکے ہوں اور ان کی ہوش وخرد سلب کر لی گئی ہو۔

ترجمہ: ''اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے، اُس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی عورت کا حمل گر پڑے گا تو لوگوں کو نشہ کی حالت میں دیکھے گا حالانکہ وہ نشہ کی حالت میں نہ ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔''

﴿سورۃ الحج 22، آیات 1-2﴾

چند اور آیات جن میں لوگوں کی اس روز کی کیفیت اور بے بسی کو ظاہر کیا گیا ہے حسبِ ذیل ہیں:

ترجمہ: ''وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا، پھر جب آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا، اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے، اس روز انسان کہے گا کہ اب میں کہاں بھاگ جاؤں، ہرگز نہیں (بھاگ سکتے) کوئی پناہ گاہ نہیں ہے، اس روز صرف اللہ ہی کی پناہ گاہ ہوگی۔''

﴿سورۃ القیامہ 75، آیات 7-12﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 101:

"جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں اور وہ سن بھی نہیں سکتے تھے۔"

اس آیت میں کفار کی یادِ الٰہی سے غفلت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ایک اور مقام پر آتا ہے:

ترجمہ: "ابھی تک وہ اللہ کی یاد سے دُور بھاگتے ہیں۔"

﴿سورۃ الانبیا 21، آیت 42﴾

یہ لوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ تخلیقِ کائنات کے منکر ہیں۔ قرآن سننے سے انکار کرتے ہیں۔ قرآن اہل ایمان کیلئے مکمل رہنمائی ہے۔ قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر اللہ کو یاد کرنے کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔

ترجمہ: "اور اپنے رب کو یاد کیا کرو اپنے دل میں عاجزی سے، ڈرتے ڈرتے، زور کی آواز کی بجائے کم آواز سے صبح وشام اور غافلوں میں نہ رہنا۔"

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 205﴾

لوگوں کو اپنے ہر عمل میں اللہ کی خوشنودی کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ نیز اس کے احکامات اور ہدایات پر عمل کرنا چاہیے۔ یادِ الٰہی کی اہمیت کو اس آیت میں بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''(اے نبی ﷺ) آپ اس کتاب کی تلاوت کیجئے، جو آپ پر وحی کی گئی ہے اور نماز کی پابندی کیجئے، یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔''

﴿سورۃ العنکبوت 29، آیت 45﴾

اہلِ ایمان کے بارے میں اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''مومنو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہ خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔''

﴿سورۃ المنافقون 63، آیت 9﴾

بالفاظ دیگر اللہ کو یاد کرنے کو ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''تو اپنے ربّ کے ناموں کا ذکر کیا کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔''

﴿سورۃ مزمل 73، آیت 8﴾

اہلِ ایمان یادِ الٰہی کے حوالے سے نہایت مستقل مزاج ہوتے ہیں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''ایسے لوگ جن کو اللہ کے ذکر سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوۃ دینے سے نہ تو تجارت غافل رکھتی ہے اور نہ ہی خرید و فروخت، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں خوف اور گھبراہٹ سے الٹ جائیں گی۔''

﴿سورۃ النور 24، آیت 37﴾

سورۃ الکہف کی آیت 101 سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ کفار کو تلاوتِ کلامِ پاک کی سماعت بڑی ناگوار گذرتی ہے۔ وہ تلاوت سنتے ہی پشت پھیر لیتے ہیں کہ کہیں اس کے الفاظ ان کے دل و دماغ میں اتر کر انہیں صحیح راستے پر نہ لے آئیں اور وہ خود نیک بن کر دوسروں کو بھی نیکی کا پرچار نہ شروع کر دیں۔ اس لئے وہ خود بھی تلاوتِ قرآن پاک سننے سے گریز کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی اسی روش پر چلیں۔ کفار ایمان سے انکار کیلئے مختلف

تاویلیں گھڑتے ہیں۔قرآن پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: ''اور ان کافروں نے کہا کہ تم اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور اس کے پڑھنے کے دوران شوروغل مچادیا کرو شاید تم ہی غالب رہو۔''

﴿سورۃ حم السجدہ 41، آیت 26﴾

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قرآن کی آواز کو سنا اَن سنا کرنا چاہتے ہیں اس لئے موضوع بدل دیتے ہیں یا تلاوت روک دیتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہیں تو پھر تشدد اور اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آتے ہیں اور اہلِ ایمان کو خاموش رکھنے کی خاطر ہر حربہ اختیار کرتے ہیں۔ اس میں غالب جذبہ یہی ہوتا ہے کہ کہیں سچ ان پر غالب نہ آجائے۔ اسی خوف کی بنا پر وہ تلاوت کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں خوف محسوس ہوتا ہے کہ قرآن انہیں ان کی غلطیوں کا احساس دلائے گا۔ ان کا رویہ اس بات کا غماض ہوتا ہے اور تلاوتِ کلام یا حق وصداقت کی بات پر ان کا منفی ردِعمل دیکھنے کے لائق ہوتا ہے۔ سورۃ یٰسین میں آتا ہے کہ وہ کبھی قرآن کی سماعت کی طرف راغب نہیں ہوں گے۔ قرآن تو انسانی مسائل کا حل پیش کرتا ہے:

ترجمہ: ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو تمہارے آگے اور جو تمہارے پیچھے ہے اس عذاب سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، اور ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی نہیں آئی کہ اُنہوں نے اس سے منہ نہ موڑا ہو۔''

﴿سورۃ یٰسین 36، آیات 45-46﴾

لیکن وہ لوگ جو تلاوت قرآن پر اپنے کان بند کر لیتے ہیں۔ روز قیامت نہایت ہی اَبتر حالت میں ہوں گے اور اس کیفیت سے نجات پانے کیلئے موت کی خواہش کریں گے۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: ''اور جس کو اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا کاش مجھ کو میرا اعمالنامہ نہ دیا جاتا اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے، کاش موت میرا کام تمام کر چکی ہوتی، میرا مال میرے کسی کام نہ آیا، ہائے میری سلطنت خاک میں مل گئی۔''

﴿سورۃ الحاقہ 69، آیات 25-29﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 102:

"سو کیا پھر بھی کافر یہی خیال کرتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنائیں ہم نے کافروں کی دعوت کے لئے دوزخ تیار کر لی ہے۔"

دوسرے الفاظ میں بعض لوگ اللہ کو بھول جاتے ہیں اور اس کے بجائے دوسروں کو اپنا دوست اور محافظ سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی مشکل وقت میں وہ دوست یا محافظ ان کی مدد کریں گے۔ یہ ان کی بہت بڑی بھول ہے۔ انسانوں کو اپنا مشکل کُشا اور مددگار سمجھنا صریح گمراہی ہے اور کوئی انسان اللہ کی مرضی کے بغیر دوسروں کی مدد نہیں کر سکتا۔ ہر موجود چیز اس کی مخلوق ہے۔ وہ عدم سے وجود میں اللہ کی مرضی سے آئے اور اللہ کی مرضی سے زندہ ہیں۔ مشکلات کو صرف اللہ ہی آسان فرماتا ہے۔ صحت ونشوونما اللہ کی مرضی سے ہوتی ہے۔ انسان کو رُلانے اور ہنسانے والا وہی ہے۔ مختصر یہ کہ ہر چیز یا انسان بے بس محتاج اور غریب ہے ان کے پاس وہ ذرائع یا قوت نہیں ہوتی جس سے وہ دوسروں کی پریشانیاں ختم کر سکیں بلکہ وہ تو اپنے ذاتی معاملات میں بھی بے بس ہوتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کو صرف اللہ پر ایمان رکھنا چاہیے اور ہر چیز کیلئے اسی کی جانب دیکھنا چاہیے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جو بندوں کی مدد کر

سکے۔

دوسرے انسانوں کو اپنا داتا، مشکل کُشا، محافظ اور مددگار جان کر ان پہ عقیدہ قائم کرنا اور انہیں مختار سمجھنا، ان سے متاثر ہونا درحقیقت شرک ہی کی ایک شکل ہے۔ قرآنِ پاک میں اس شدید غلط فہمی کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں شاید ان کو ان سے مدد ملے، وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ ان کے حق میں ایک فریق بن کر حاضر کئے جائیں گے۔''

﴿سورۃ یٰسین 36، آیات 74-75﴾

جہنم کے اندر جو کہ ایک ابدی عذاب گاہ ہے کفار کو اللہ کے القاھر، الجبار اور المنتقم ہونے کا صحیح مشاہدہ ہوگا۔ سورۃ الکہف کی آیت نمبر 102 سے پتا چلتا ہے کہ جہنم میں کفار کی مہمان نوازی کا پورا پورا بندوبست کیا گیا ہے۔ اللہ کے سامنے اعمال کے حساب و کتاب کے بعد کفار کو بائیں ہاتھ میں ان کا اعمالنامہ دیا جائے گا۔ اسی وقت ان لوگوں کو علم ہو جائے گا کہ وہ ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہونے جا رہے ہیں جس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ ہر جہنمی پر دو فرشتے مسلط ہوں گے ایک گواہ اور دوسرا اسے ہانکنے والا ہوگا۔ اس آیت سے اس کی مزید وضاحت اور تشریح ہوگی۔

اس طرح کفار کو اس خوفناک جگہ پر لے جایا جائے گا۔ انہیں گروہ در گروہ جہنم میں جھونکا جائے گا اور وہ آگ کے لپکتے ہوئے شعلوں کی ہولناک چنگھاڑیں سنیں گے۔ یہ آوازیں انہیں دُور ہی سے سنائی دیں گی۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جونہی انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا انہیں فی الفور احساس ہو جائے گا کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے ان کے سر ذلت اور ندامت سے جھکے ہوں گے۔ وہ ذلت اور بے بسی کے عالم میں بے یارومددگار ہوں گے اور ندامت کی وجہ سے آنکھوں کے گوشوں سے دیکھیں گے اور نظریں اوپر نہیں اٹھائیں گے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے ذلت سے عاجزی کرتے ہوئے جھینپی ہوئی نگاہ سے دیکھ رہے ہوں گے اور مؤمنین کہیں گے کہ نقصان اُٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں

نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا، یاد رکھو کہ ظالم لوگ ہی ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے۔"

﴿سورۃ الشوریٰ 42، آیت 45﴾

مزید برآں کفار کا جہنم کے دروازوں پر یوں استقبال کیا جائے گا:

ترجمہ: "اور کافر گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے پاس آجائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کا داروغہ ان سے کہے گا کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آتے تھے، جو تم کو تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے، تو کہیں گے، کیوں نہیں، لیکن کافروں کے حق میں عذاب کا حکم تحقیق ہو چکا تھا۔"

﴿سورۃ الزمر 39، آیات 71-72﴾

جہنم میں ان کے داخل ہونے کے بعد اس کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور وہ "شدید عذاب" ﴿سورۃ آل عمران، آیت 4﴾ "دردناک عذاب" ﴿سورۃ آل عمران آیت 21﴾ اور "ہولناک عذاب" ﴿سورۃ آل عمران 176﴾ سے دوچار ہو جائیں گے اور دُنیا کی کسی مصیبت کا موازنہ اس عذاب سے نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے:

ترجمہ: "تو اس روز نہ کوئی اللہ کے عذاب کی طرح عذاب دے گا اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا۔"

﴿سورۃ الفجر 39، آیات 25-26﴾

جہنم میں جانے والے لوگ اس آگ میں داخل کیے جائیں گے جو "شعلوں والی آگ" ﴿سورۃ المعارج، آیت 15﴾ "بھڑی ہوئی آگ" ﴿سورۃ الیل، آیت 14﴾ "بھڑکتی (پھنکارتی) ہوئی آگ ﴿سورۃ الفرقان، آیت 11﴾ ہے۔

ایک اور سورۃ القارعہ میں ہے:

ترجمہ: "اور جس کے اعمال وزن میں ہلکے ہوں گے، تو اُس کا ٹھکانا دوزخ

ہوگا اور آپ کیا جانتے ہیں وہ کیا چیز ہے، ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔"

﴿سورۃ القارعہ 101، آیات 8-11﴾

آگ کفار کیلئے جسمانی اور نفسیاتی سزا ہے۔ ان پر ہر طرف سے عذاب آتا ہے۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے کہ اس پر مستزاد یہ کہ وہ ان عذابوں سے کسی طور اپنے آپ کو بچا نہیں سکیں گے۔ وہ اپنے اوپر طاری درد کی شدت کو کم نہیں کر پائیں گے۔ یہ عذاب ان پر مسلسل رہے گا۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 105-104-103:

"آپ کہہ دیں ہم تم کو بتا دیں کہ عمل کے لحاظ سے کون بڑے خسارے میں ہیں، وہ لوگ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں، یہ وہ ہیں جو اپنے رب کی آیات کا، اور اللہ کے سامنے حاضری کا انکار کر رہے ہیں، تو ان کے اعمال برباد ہو گئے، تو قیامت کے روز ہم ان کیلئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔"

یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں ہیں جو دنیاوی زندگی میں معاشی کامیابی کیلئے سخت محنت کرتے ہیں۔ وہ اپنا کیریئر بناتے ہیں۔ آرٹ یا سائنسی دریافت کے میدان میں نمایاں کام کرتے ہیں۔ لیکن آخرت میں یہ سب کچھ بے سود اور رائگاں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ وجود باری تعالٰی اور اس کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

اس سے قطع نظر کہ دنیا میں ان کی ایجادات اور دریافتوں کی کتنی اہمیت اور شہرت تھی آخرت میں یہ لوگ نقصان میں رہیں گے۔ انکی صورت حال کو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: "اور جو ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس کا نیک عمل بھی غارت کر دیا

جائے گا اور وہ آخرت میں بھی خسارے میں رہے گا۔"

﴿سورۃ المائدہ 5، آیت 5﴾

ترجمہ: "اور جو ہماری آیات کو اور آخرت کے ہونے کو جھٹلایا کرتے ہیں ان کے سارے اعمال برباد ہو گئے اور ان کو وہی سزا دی جائے گی جو وہ کرتے تھے۔"

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 147﴾

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں ضائع ہوئے اور آخرت میں بھی اور یہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

﴿سورۃ التوبہ 9، آیت 69﴾

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں کفار کی کوششیں اکارت جائیں گی۔ وہاں اہل ایمان کو نہایت احسن طریقے سے عمدہ اجر دیا جائے گا۔ اہلِ ایمان کا کوئی نیک عمل ضائع نہیں ہوگا۔

ترجمہ: "سو ان کے رب نے ان کی درخواست منظور کر لی کہ میں تم سے کسی عمل کرنیوالے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو، سو جو اپنے وطن کو چھوڑ کر نکلے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیفیں اٹھائیں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے تو ضرور میں ان کے گناہ معاف کردوں گا اور باغات میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ بدلہ ملے گا اللہ کی طرف سے اور اللہ کے پاس تو اچھا ہی بدلہ ہے۔"

﴿سورۃ آلِ عمران 3، آیت 195﴾

ترجمہ: "وہ توبہ کرنے والے، بندگی کرنے والے، تعریف کرنے والے، سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، بری باتوں سے روکنے والے، اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ایسے مومنین کو (بہشت کی) خوشخبری سنادو۔"

﴿سورۃ التوبہ 9، آیت 112﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 106:

”یہ ان کی سزا جہنم ہے، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور رسول کا مذاق بنایا۔“

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار جہنم کا عذاب چکھیں گے کیونکہ وہ اللہ کی نشانیوں اور اس کے پیغمبروں کا تمسخر کرتے تھے۔ سماعتِ قرآن سے روکنے کا بنیادی حربہ تمسخر واستہزا ہی ہے۔ کردار کی یہ خامی کفار ایک دوسرے کو اپنانے کی تاکید کرتے ہیں۔ اس حقیقت کو حسبِ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ”اور ان کے ربّ کی نشانیوں میں سے کوئی بھی نشانی ان کے پاس آنے نہیں پاتی مگر وہ اس سے منہ پھیر لیتے (یہ کافر ایسے ہیں) جب بھی حق ان کے پاس آیا تو اس کو جھٹلا دیا، سو ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گی ان چیزوں کی حقیقت جن کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔“

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 4-5﴾

ایک اور آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ”تو جب وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لے کر گئے تو ان نشانیوں کا

مذاق اُڑانے لگے۔"

﴿سورۃ الزخرف 43، آیت 47﴾

اس تمسخر کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ لوگ جو کچھ بیان کیا جارہا ہوتا ہے اسے سننے سے گریز کرتے ہیں۔ انہیں خوف ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے اسے سن لیا تو ان کے دماغ اس کے زیر اثر آجائیں گے۔ ان کے دل میں آخرت کا عقیدہ نمو پذیر ہو جائے گا۔ وہ اس دنیا میں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو جائیں گے اور اپنی زندگی و موت کے بارے میں سوچنے لگیں گے۔ اس لئے وہ دینِ حق کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و مرسلین کے ذریعے بھیجا ہے اپنے تمسخر کا نشانہ بناتے ہیں۔ وہ مضحک خاکے بناتے ہیں۔ استہزائیہ مضامین لکھتے ہیں اور اس پر فرحت و اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ اپنے اس روّیے سے وہ قرآنی حقائق کو بھلانے اور اوجھل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تمسخر جاہل اور کمزور لوگوں کی جاہلانہ حکمت عملی ہے جس کے ذریعے وہ اپنے احساسِ کمتری کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سچ کے خلاف ان کے بے بنیاد دلائل کا ان کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہوتا۔ وہ لوگ جو حق کا تمسخر اڑاتے ہیں وہ زیادہ دیر تک ایسا نہیں کر پائیں گے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

ترجمہ: "اللہ ان منافقین سے مذاق کرتا ہے اور وہ ان کی رسی دراز کر رہا ہے تا کہ شرارت اور سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔"

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 15﴾

انہیں اس حقیقت کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا تمسخر اڑایا کرتے تھے اور

ترجمہ: "جس کا تمسخر اڑاتے تھے وہ انہیں ڈھانپ لے گی۔"

﴿سورۃ الزمر 39، آیت 48﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تمسخر کرنے والے جس وقت جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کے سامنے ہوں گے تو ان کے ساتھ کیا بیتے گی۔

ترجمہ: "بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ مذاق اُڑاتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے، کیا جب ہم مر چکے اور مٹی اور ہڈی بن کر رہ گئے تو کیا پھر ہم اٹھائے جائیں گے، اور کیا ہمارے باپ دادا بھی جو پہلے ہو

گزرے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ہاں اور تم ذلیل ہو گے، وہ تو بس ایک آواز ہوگی تو یکا یک دیکھنے لگیں گے اور کہیں گے ہائے شامتِ اعمال، یہ حساب کا دن ہے۔"

﴿سورۃ الصافات 37، آیات 12-21﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 108-107:

"بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے فردوس کے باغات ان کی مہمان نوازی کے لئے ہوں گے، ہمیشہ اسی میں رہیں گے وہاں سے وہ دوسری جگہ جانا نہ چاہیں گے۔"

یوم حساب کو اہلِ ایمان اپنا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں پائیں گے جس میں ان کی عمر بھر کی نیکیوں کا اندراج ہوگا۔ قرآنِ پاک مطابق یہ لوگ جنت کے حقدار ہیں۔ انہیں آسان آزمائشوں سے گذار اجائے گا۔ ان کے بارے میں ہے کہ حشر کے دن ان سے مہربانی وشفقت کے ساتھ حساب لیا جائے گا قرآنِ پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: "تو جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور اپنے گھر والوں میں خوش جائے گا۔"

﴿سورۃ الانشقاق 84، آیات 7-9﴾

جب ان کا حساب وکتاب ہو جائے گا تو اہلِ ایمان نہایت خوشی وسرشاری کے عالم میں ہوں گے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ آج کامیابی وکامرانی ان کے حصے میں آئی ہے۔ درج

ذیل آیت میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''ان سے کہا جائے گا: داخل ہو جاؤ تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ۔''

﴿سورۃ الحجر 15، آیت 46﴾

ایک مومن جسے جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی جائے گی، یوں گویا ہوگا:

ترجمہ: ''حکم ہوا کہ بہشت میں جا داخل ہو جا، وہ بولا، کاش میری قوم کو معلوم ہو جائے کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے معزز لوگوں میں شامل فرما دیا۔''

﴿سورۃ یٰسین 36، آیات 26-27﴾

آیات دیگر میں اہل ایمان کو بتایا گیا ہے:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کہے گا یہ وہ دن ہے کہ جو سچے تھے ان کی سچائی ہی اس کے کام آئے گی ان کو باغات ملیں گے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور خوش اور وہ اللہ سے راضی اور خوش، یہ بڑی زبردست کامیابی ہے۔''

﴿سورۃ المائدہ 5، آیت 119﴾

جنت میں مومنوں کو اللہ بے شمار نعمتیں اور آسائشیں عطا فرمائے گا:

ترجمہ: ''وہ ہمیشہ کی بہشتیں ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔ اور ان کا لباس ریشم کا ہوگا، اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دُور کیا، بلاشبہ ہمارا رب بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے والے گھر میں اُتارا، یہاں نہ ہمیں رنج ہوگا اور نہ کوئی تکان (ہی) ہوگی۔''

﴿سورۃ الفاطر 35، آیات 33-35﴾

جنت کی نعمتیں اور آسائشیں اس قدر ہیں جنہیں بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنت میں ہمارے حواسِ خمسہ نہایت خوشی اور فرحت محسوس کریں گے۔

لیکن جنت کی سب سے بڑی خوشی ومسرت اللہ کی خوشنودی ہے اور اس بات پر بھی خوشی ہوگی جو کچھ اللہ انہیں جنت میں عطا کرے گا۔ مومن ان انعامات پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اللہ اہلِ جنت کے حوالے سے بیان فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کہے گا یہ وہ دن ہے کہ جو سچے تھے ان کی سچائی ہی اس کے کام آئے گی ان کو باغات ملیں گے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور خوش اور وہ اللہ سے راضی اور خوش، یہ بڑی زبردست کامیابی ہے۔''

﴿سورۃ المائدہ5، آیت 119﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 109:

"آپ فرما دیجئے، کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کیلئے سمندر سیاہی ہو تو سمندر ختم ہو جائے گا، پہلے اس کے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں اگر چہ اس سمندر کی طرح ایک اور سمندر اس کی مدد کو ہم لے آئیں۔"

اس آیتِ کریمہ میں ایک مثال کے ذریعے اللہ کے لامحدود علم و دانش کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ کو ارض و سماء کا کلی علم ہے اور اس کا بھی جو کچھ ان میں ہے۔ فطرت کے قوانین اور سائنس اس کے احاطۂ علم میں ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ پوری کائنات کے اندر کون کون سے واقعات کس کس وقت وقوع پذیر ہوں گے۔

اللہ کا علم محدود نہیں ہے۔ اللہ ہر بندے کے کامل حالات جانتا ہے خواہ وہ زندہ ہے یا یہاں زندگی گذار کے جا چکا ہے۔ وہ ہر درخت سے گرنے والے پتے کا علم رکھتا ہے۔ کروڑوں تاروں میں سے ہر ایک کی نقل و حرکت و کیفیت کے بارے میں جانتا ہے۔ تمام کہکشاؤں کے بارے میں جانتا ہے۔ اس کے علم پر گفتگو ان چند صفحات میں ناممکن ہے۔ اللہ زمین، آسمان اور پوری کائنات کی حرکت اور واقعات کو جانتا ہے۔ وہ ہر انسان، ہر جاندار اور ہر پودے کے جینیٹک کوڈ کو جانتا ہے۔ خواہ یہ تھے، ہیں یا ہوں گے۔ کوئی چیز اس کے احاطۂ علم

سے باہر نہیں ہے۔ اللہ کائنات کی ہر چیز پر حاکم ہے اور وہ تمام انسانوں کے ظاہر اور باطن سے آگاہ ہے۔ وہ ہر انسان کے دل اور دلوں کی نیتوں کا حال جانتا ہے۔ اللہ نے اپنے اس لامحدود اور وسیع علم کا ذکر کئی آیات میں بیان فرمایا ہے۔

ترجمہ: ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور پر پھیلائے جانور بھی، اور سب اپنی نماز اور تسبیح کے طریقے سے واقف ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں سب اللہ کو معلوم ہے۔''

﴿سورۃ النور 24، آیت 41﴾

ترجمہ: ''ذرا نظر کرو! یہ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ سے پردہ کریں، تو سن لو کہ جب یہ اپنے کپڑے اپنے اُوپر لپیٹ لیتے ہیں (تب بھی) وہ اُن کی چھپی باتوں کو جانتا ہے اور کھلی باتوں کو بھی بے شک وہ تو دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے۔''

﴿سورۃ ھود 11، آیت 5﴾

ترجمہ: ''اللہ ہی معبودِ برحق ہے۔ اس کے سوا تو کوئی معبود ہے ہی نہیں۔ وہی ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے، اسے نہ تو اونگھ ہی آتی ہے اور نہ نیند، ہر چیز اسی کی ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کرے۔ جو لوگوں کے رُوبرو ہو رہا ہے اور جو اُن کے پیچھے ہو چکا ہے، وہ سب اللہ کو خوب معلوم ہے، اور وہ اللہ کے علم میں سے ذرہ برابر بھی کسی چیز پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہے اسی کی بادشاہی اور علم آسمانوں اور زمین سب پر حاوی ہے اور اللہ کو ان کی حفاظت کوئی دشوار نہیں، وہ بڑا عالی رُتبہ اور جلیل القدر ہے۔'' ﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 255﴾

ترجمہ: ''اور وہ ہی اللہ ہے تمام آسمانوں اور زمین میں، وہ ہی تمہارے پوشیدہ کام اور ظاہری کام سب جانتا ہے اور جو عمل کرتے ہو وہ بھی خوب جانتا ہے۔''

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 3﴾

سورۃ الکہف آیت نمبر 110:

”آپ فرما دیجئے کہ میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں، میری طرف اللہ کی یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جو اپنے رب سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔“

ہر قوم میں اللہ نے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے منتخب اور انعام یافتہ بندے ہوتے ہیں جو لوگوں کو ایمان، اخلاص اور توحید کا پیغام و دعوت دیتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ اللہ ان سے کیا چاہتا ہے اور انہیں اللہ کی رضا کی خاطر کون سے کام کرنے چاہئیں اور کون سے کام نہیں کرنے چاہئیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کو جہنم کی سزا و عذاب سے ڈراتے ہیں اور اللہ کی فرمانبرداری کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔

سمجھنے اور یاد رکھنے والے مومنوں کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام کی پاکیزہ سیرت میں کئی سبق ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا نمونہ زندگی، بے داغ اور اعلیٰ کردار، ان کا رویہ اور عمل،

پیروکاروں اور مومنین کیلئے قابلِ تقلید ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی نصیحتوں پر عمل کرنا چاہیے اور جن باتوں سے انہوں نے خبردار کیا ہے۔ ان سے بچنا چاہیے اور ان امور پر سنجیدگی سے عمل کرنا چاہیے۔

قرآنِ پاک کے مطابق ہر نبی کا پیغام اور دعوت ایک جیسی ہے۔ ہر ایک اپنی قوم کو اللہ پر ایمان لانے اور اس کے نازل کردہ احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ کی نافرمانی سے منع کرتا ہے۔ حدود اللہ سے تجاوز کرنے سے منع کرتا ہے۔ اس لئے اہلِ ایمان کو ایک پیغمبر کو دوسرے پر ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات پر عمل کرنا چاہیے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت قبول کرنی چاہیے۔ درج ذیل آیت سے یہ چیز بخوبی واضح ہوتی ہے۔

ترجمہ: ”اور (یہودی عیسائی) کہتے تھے کہ تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو تم بھی ہدایت پاؤ گے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! کہہ دو کہ نہیں، بلکہ ہم تو پہلے ہی سے دین ابراہیم (علیہ السلام) پر چل رہے ہیں وہ مشرکین میں سے نہ تھے بلکہ ایک ہی اللہ کو مانتے تھے۔“

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 136﴾

تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے لوگوں کو سچے دین کی دعوت دی اور حق وصداقت کی تبلیغ کی۔ ان کی تبلیغ جس طرح ان کی اپنی قوم کیلئے مفید تھی اسی طرح ہمارے لئے بھی مفید ہے۔ ان کے عقائد، بنیادی تصورات اور سیرت و کردار ہر نسل کیلئے رہنمائی و ہدایت ہیں۔ جس میں عہد حاضر کی نسل بھی شامل ہے۔ قرآنِ پاک میں مختلف پہلوؤں سے ان انبیاء کے اخلاق و کردار اور اندازِ تبلیغ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی پاکیزہ سیرت اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہدایت فرماتا ہے۔

ترجمہ: ”یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا، یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تو اگر یہ لوگ اس سے منکر ہوں تو ہم نے اس کیلئے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں۔“

﴿سورۃ الانعام 6، آیات 88-89﴾

مومنین کو قرآنِ پاک میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بیانات کو گہری توجہ اور غور وفکر کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور پوری رضا ورغبت اور خوشی کے ساتھ صراطِ مستقیم پر چلنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!

سورۃ الکھف

میں زمانۂ آخر کی علامات

سورۃ الکھف پر مشتمل اس کتاب میں آخری وقت کے بارے میں کئی نشانیاں موجود ہیں۔ علم الاعداد یعنی حروف ابجد کے مطابق بہت سی نشانیاں ہمارے عہد سے متعلق بھی ہیں جیسا کہ

''ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کیا''
﴿سورۃ الکہف 8، آیت 14﴾
اسلامی سال 1400 ہجری......عیسوی سال 1979ء

''اس نے کہا! میرے رب کی طاقت نے مجھے اس سے بہتر عطا فرمایا۔''
﴿سورۃ الکہف 8، آیت 95﴾
اسلامی سال 1409 ہجری......عیسوی سال 1988ء

''ہم نے اسے زمین پر طاقت اور اختیار دیا''
﴿سورۃ الکہف 8، آیت 84﴾
اسلامی سال 1440 ہجری......عیسوی سال 2019ء

پندرہویں صدی ہجری کے آغاز اور بیسویں صدی عیسوی کے اختتام اور اکیسویں صدی عیسوی کی ابتداء کا ابجدی عدد 1980 ہے جسے سورۃ الکہف کی آیات کی تعداد کی ضرب اور اس سورۃ کی قرآنِ پاک میں ترتیب کے نمبر کی باہمی ضرب سے حاصل کیا گیا ہے۔

سورۃ الکہف کا نمبر 18، کل آیات 110
18 x 110 = 1980

بدیع الزمان نے کہا ہے کہ نرسی نے متعدد بار اشارہ کیا کہ یہ دراصل آخری دور کے آغاز کا وقت ہوگا۔ مثال کے طور پر وہ لکھتے ہیں۔

> "اس طرح نا انصاف لوگ جو اس سچ کو نہیں جانتے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے پاکیزہ قلوب، بصیرت، فہم وفراست اور آخرت کی تفصیلات جاننے کے باوجود کیسے یہ تصور کر لیا کہ قیامت ان کی صدی کے 1400 سال بعد واقع ہوگی۔ جبکہ ان کے یہ نظریات سچائی سے ہزار سال پرے ہیں۔"

بدیع الزمان کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے 1400 سال کا عرصہ متعین کیا جس کے مطابق قیامت کو 1980ء میں وقوع پذیر ہو جانا چاہیے تھا۔ یہاں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ اس نے 1400 کہا، 1373، 1378 یا 1398 نہیں کہا یا بالفاظ دیگر پندرہویں اسلامی صدی۔

حرفِ آخر

قرآنِ پاک میں ارشادِ ربانی ہے کہ اللہ انہیں پیغمبروں کے ذریعے بہت سے معجزے عطا فرمائے گا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا زمین پر ڈالتے تو یہ ایک اژدھا بن جاتا، جب انہوں نے اسے سمندر پر مارا تو وہ دولخت ہوگیا اور بیچ میں سے راستہ بن گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے اس دُنیا میں تشریف لائے، گہوارے میں گفتگو فرمائی، پھر بیماروں کو شفایاب فرماتے، یہ سب معجزے انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے تاکہ وہ لوگوں کو قائل کرسکیں اور بتاسکیں کہ وجودِ باری تعالیٰ حق ہے اور اس پر ایمان لانا بندوں کا فرض اور ذریعۂ نجات ہے۔ اس لئے لوگوں کو اللہ پر ایمان لانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآنِ پاک میں مذکور معجزے اور دیگر معجزات عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو آئندہ پیش آنے والے واقعات کے بارے میں خبریں دیں۔ اس سے اہلِ ایمان کا ایمان اور مضبوط ہوتا ہے اور منکرین، اِسلام کی جانب مائل ہوتے ہیں۔

اس وقت یہ واقعات لوگوں کو ناقابلِ یقین لگ رہے تھے لیکن آج یہ یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہورہے ہیں۔ یہ اس امر کا ثبوت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خاص علم کا اظہار فرما رہے تھے۔

وہ لوگ جنہوں نے اس وقت اللہ کی واضح نشانیوں کے باوجود پیغمبروں کا انکار کیا وہ آج بھی ان نشانیوں کو دیکھ کر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہ سکتے ہیں۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں ظاہر فرمایا ہے:

ترجمہ: ”اور ان منکرین نے اپنی قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر

ان کے پاس کوئی نشانی آ جائے تو وہ ضرور ہی اس پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ساری نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم کیا شعور رکھتے ہو کہ وہ نشان جس وقت آ جائیں گے تو وہ تب بھی ایمان نہ لائیں گے۔''

﴿سورۃ الانعام 6، آیت 109﴾

اس پوری کتاب میں ہمیں سورۃ الکہف کے حوالے سے حکمت ودانش، یادِ الٰہی اور دیگر مختلف اسباق ملتے ہیں۔ آیات میں دانش اور فہم وفراست کی باتوں کی وضاحت ہوتی ہے، جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''جب ان کے رَبّ نے ان سے فرمایا کہ اسلام لے آؤ، تو کہا دنیا جہان کے رب کے آگے اپنا سر خم کرتا ہوں۔''

﴿سورۃ البقرہ 2، آیت 131﴾

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ آیاتِ قرآنی سے عقل ودانش اور حکمت کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرے اور دوسروں کو بھی ان سے آگاہ کرے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ: ''ان کے قصوں میں عقل والوں کیلئے عبرت ہے، یہ قرآن تراشی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ اس سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ہر چیز کو کھول کر بیان کرتا ہے اور جو ایمان لاتے ہیں ان کیلئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ ہے۔''

﴿سورۃ یوسف 12، آیت 111﴾

ہر شخص جو کچھ سیکھنا چاہتا ہے اسے قرآنِ پاک کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔ زیرِ نظر کتاب میں اِطاعت وفرمانبرداری، تقدیر کو تسلیم کرنا، دُنیا کی چند روزہ عارضی زندگی، اللہ کے مختارِ کل ہونے اور زمان ومکان سے بالا ہونے کا ذکر ہے۔ اس میں اللہ کے ان بندوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ نے خصوصی علم عطا فرمایا، منتظرینِ قیامت اور اہلِ ایمان کے روشن اور شاندار مستقبل کی باتیں اور جھلک ہے۔

سورۃ الکہف میں اہلِ ایمان کیلئے بہت سی خوشخبریاں بھی ہیں۔ آخری شاندار وقت تک پہنچنے کی علامات ہیں۔ اگر سورۃ الکہف کا عمیق مطالعہ ومشاہدہ کیا جائے تو اس میں ابتداء،

ارتقاء اور نتائج ملتے ہیں جو آخری وقت میں اسلام کے حوالے سے ہیں اور جن میں اسلامی حکومت کے قیام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ دُنیا میں تشریف آوری شامل ہے۔

جیسا کہ مختلف آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم ویقین اور فہم وفراست کے مالک اہلِ ایمان سے فتح اور غلبے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ آخری مرحلہ ہے اور اسی دہائی میں سورۃ النور کی آیات کی پیش گوئیاں اللہ کے فضل وکرم سے سچ ہوں گی۔

ترجمہ: "اللہ نے تم میں سے ان کے ساتھ وعدہ کیا جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں کہ وہ انہیں زمین پر کامیاب کرے گا بالکل ایسے ہی جیسے ان سے پہلوں کو کامیاب کیا اور ان کیلئے ان کا دین جس سے وہ خوش ہوگا مضبوط کرے گا اور خوف کے عالم میں ان کا تحفظ کرے گا، وہ میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، جو کوئی اس کے بعد ایمان نہیں لاتا تو وہی لوگ خسارے میں ہیں۔"

﴿سورۃ النور 24، آیت 55﴾

ہارون یحییٰ

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾

''عرض کرنے لگے ہر عیب سے پاک تو ہی ہے کچھ علم نہیں ہمیں، مگر جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے۔''

نظریۂ ارتقاء...... ایک فریب!

ڈارون ازم یا نظریۂ ارتقاء کو پیش کرنے والوں کا مقصد تخلیق کی حقیقت سے انکار کرنا تھا۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ وہ غیر سائنسی بیوقوفانہ روّیے کی وجہ سے اپنی اس کوشش میں بری طرح ناکام ہوئے۔ یہ نظریہ جس کے مطابق زندگی مادے کی اتفاقی کشمکش اور ایک حادثے کا نتیجہ ہے۔ سائنس نے اس نظریے کو نظام کائنات کی منظم، مربوط شکل اور جانوروں کے مکمل اجسام اور نظام کی وجہ سے مسترد کر دیا ہے۔ سائنس اس بات کو تسلیم اور اس کی تصدیق کرتی ہے کہ کائنات اور اس کی چیزوں اور جانداروں کو اللہ نے تخلیق کیا ہے۔ آج ڈارون کے نظریے کو زندہ رکھنے کی ناکام کوشش کرنے والے غیر سائنسی افکار کو سائنسی نظریات وحقائق ثابت کرنے کا پروپیگنڈا کر رہے ہیں جس کی بنیاد فریب، جھوٹ، دھوکے، لفاظی اور ہٹ دھرمی پر ہے جسے وہ زبردستی سائنس کا لبادہ اوڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

لیکن یہ پراپیگنڈا سچ کو چھپا نہیں سکتا۔ گزشتہ تیس سالوں سے سائنسی دُنیا میں بیان کیا جا رہا ہے کہ نظریۂ ارتقاء سائنس کی تاریخ کا سب سے بڑا دھوکہ اور فراڈ ہے۔ 1980ء کے بعد ہونے والی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ ڈارون ازم کے تمام تر دعوے بے بنیاد ہیں۔ اسے سائنسدانوں کی ایک بڑی تعداد نے غلط ثابت کیا ہے۔ خاص طور پر امریکہ کے بیالوجی، بائیو کیمسٹری اور پلینٹیولوجی (Paleontology) کے شعبوں سے تعلق رکھنے والے سائنسدانوں نے ڈارون ازم کو جھوٹ اور غلط قرار دیا ہے اور ابتدائے حیات کا صحیح نظریہ پیش کیا ہے۔

سائنسدانوں کا زندگی کے بارے میں نیا نظریہ ثابت کرتا ہے کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ

نے دنیا اور اس کی تمام جاندار اشیاء، جانوروں اور انسان کو تخلیق کیا ہے۔

ہم نظریۂ ارتقاء کی عمارت کو منہدم ہوتے ہوئے دیکھ چکے ہیں۔ اس کے بہت سے ثبوت ہم پیش کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے یہاں اختصار کے ساتھ پیش کرنا مفید ثابت ہوگا۔

نظریۂ ارتقاء کی سائنسی تردید

اگر چہ اس نظریے کی جڑیں قدیم یونان سے پیوست ہیں لیکن انیسویں صدی میں اسے بڑے جوش وخروش سے اچھالا گیا۔ اس میں سب سے اہم کردار چارلس ڈارون نے ایک کتاب The Origin of Species لکھ کر ادا کیا۔ اس کی یہ کتاب 1859ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں اس نے اس بات سے انکار کیا کہ دنیا کے مختلف جانداروں کو اللہ نے الگ الگ کامل صورتوں میں پیدا کیا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ تمام جانداروں کا جدِ امجد ایک ہی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ ایک دوسرے سے منفرد ہوتے گئے۔ ڈارون کی تحقیق ٹھوس سائنسی بنیادوں پر نہیں تھی۔ اسے وہ خود بھی تسلیم کرتا تھا کہ یہ ایک مفروضہ ہے۔ مزید برآں ڈارون نے Difficulties of the Theory کے طویل باب میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ بہت سے تنقیدی سوالات کے جوابات کی ناکامی کی بنا پر اس کا نظریہ ناکام ثابت ہوا ہے۔ ڈارون نے نئی سائنسی دریافتوں سے اپنی توقعات وابستہ کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ ان سے یہ مشکلات حل ہو جائیں گی۔ تاہم اس کی توقعات کے برعکس سائنسی دریافتوں نے اس کی 'مشکلات' کو ناممکنات بنا دیا۔ سائنس کی کسوٹی پر ڈارون کی شکست کو درج ذیل عنوانات دیئے جا سکتے ہیں:

1۔ اس کا نظریہ اس بات کی وضاحت کرنے میں ناکام ہے کہ زمین پر زندگی کی ابتداء کیسے ہوئی؟

2۔ کسی سائنسی دریافت سے ارتقائی نظام کی تصدیق وتائید نہیں ہوتی اور اس کی مفروضہ ارتقائی طاقت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

3۔ فاسلز کا ریکارڈ اس کے نظریۂ ارتقاء کے بالکل برعکس ہے۔

اس سیکشن میں ہم ان تین بنیادی نکات کا جائزہ لیں گے۔

زندگی کی شروعات

نظریہ ارتقاء کے مطابق تمام انواع ایک ہی جاندار کی اولاد ہیں جو 3.8 بلین سال پہلے زمین پر اتفاقی طور پر پیدا ہوا۔ لیکن ایک واحد خلیہ لاکھوں مرکب جانداروں کی مختلف اقسام کو کیسے جنم دے سکتا ہے۔ لیکن اگر بفرضِ محال اس طرح کوئی چیز یا ارتقاء وقوع پذیر ہوا ہوتا تو فاسلز کی شکل میں اس کے ثبوت ضرور منظرِ عام پر آتے۔ چند مزید ایسے سوالات بھی ہیں جن کے جوابات اس نظریہ کے بانی اور حامیوں کے پاس نہیں ہیں۔

سب سے پہلا سوال ہے کہ اس "پہلے سیل" کی ابتدا کیسے ہوئی؟

نظریہ ارتقاء تخلیق کے وجود سے منکر ہے اور کسی مافوق الفطرت طاقت بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس کے مطابق پہلے خلیے نے اتفاقی مگر قوانینِ فطرت کے تحت اور بغیر کسی منصوبہ، باقاعدہ شکل اور نظم کے تحت وجود پایا۔ اس نظریے کے مطابق موزوں مادے نے موزوں حالات میں بالکل اتفاقی اور حادثاتی طور پر ایک جاندار خلیے کو پیدا کیا۔ یہ دعویٰ بیالوجی کے بنیادی قوانین کے بھی خلاف ہے۔

جاندار اشیاء، جاندار اشیاء سے ہی جنم لیتی ہیں

اپنی کتاب میں ڈارون نے زندگی کی ابتداء کا حوالہ نہیں دیا۔ اس کے دور میں سائنسی نظریہ کے مطابق جاندار اشیاء کا ڈھانچہ نہایت سادہ تھا۔ اس کے بعد کے دور میں یہ بات مانی گئی کہ جاندار اشیاء سے غیر جاندار اشیاء پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بھی مان لیا گیا کہ حشرات بچے کھچے کھانے سے پیدا ہوتے ہیں جبکہ چوہے گندم سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان نظریات کو ثابت کرنے کیلئے کچھ اوٹ پٹانگ تجربات بھی کیے گئے۔ ایک بوسیدہ اور گندے سے کپڑے پر گندم کے دانے رکھ دیئے جاتے اور یقین کیا جاتا کہ اس سے ایک چوہا بن جائے گا۔

اسی طرح گلے سڑے گوشت میں کیڑوں کا پیدا ہونا بھی ان لوگوں کیلئے ان کے اس نظریے کا ثبوت تھا جو بعد ازاں غلط ثابت ہوا اور یہ پتا چلا کہ یہ کیڑے گوشت سے نہیں نکلتے بلکہ ان لاروں سے تشکیل پذیر ہوتے ہیں جنہیں مکھیاں اُٹھا لاتی ہیں اور جن کو عام انسانی آنکھ سے دیکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ جب سے ڈارون نے اپنی کتاب شائع کی تھی لوگوں کا اس بات پر

یقین ہو چکا تھا کہ بیکٹیریا غیر جاندار اشیاء سے پیدا ہوتے ہیں تاہم پانچ سال بعد لوئس پاسچر (Louis Pasteur) کے تجربات نے ڈارون کی نظریاتی عمارت کے کئی ستون گرا دیئے۔ پاسچر نے 1864ء میں سوربن میں اپنے فیصلہ کن لیکچر میں کہا کہ ارتقائی نظریے کی حامی نسلیں اس تجربے کی سچائی کے بعد اس دھچکے سے سنبھل نہیں پائیں گی اور ان کا نظریہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔

اس نے کہا:

> *"Never will the doctrine of Spantaneus generation recover from the moral blow struck by this single experiment."*
>
> ''ایک ارتقائی نسل کا مفروضہ صرف اس واحد تجربے کے تھپیڑے ہی سے سنبھل نہیں پائے گا۔''

ایک طویل عرصے تک ڈارون ازم کے حامی ان دریافتوں سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کا دفاع کرنے کی کوشش کرتے رہے تاہم سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ خلیے کے بارے میں مزید تحقیقات نے اسے پیچیدہ اور مرکب قرار دے دیا ہے اور اس لئے زندگی کا حادثاتی طور پر وقوع پذیر ہونا ایک ناممکن امر ثابت ہوا۔

بیسویں صدی میں نتیجہ خیز کوششیں

نظریۂ ارتقاء کا پہلا حامی روسی سائنسدان اور بیالوجسٹ الیگزنڈر اوپیرن (Alexander Oparin) تھا۔ اس نے مختلف مقالے لکھے اور 1930ء میں دعویٰ کیا کہ زندگی کا حامل ایک خلیہ اتفاقی وحادثاتی طور پر جنم لے سکتا ہے۔ لیکن ازاں بعد یہ چیز ناکام ہوئی اور اسے اعتراف کرنا پڑا:

> *"Unfortunately, however, the proble of the origin of the cell is perhaps the most obscure point in the whloe study of the evolution of organisms".*
>
> ''تاہم بدقسمتی سے آرگن کی ارتقاء میں ایک خلیہ کی ابتداء شاید سب سے بنیادی تنقیدی نقطہ ہے۔''

اس کے پیروکاروں نے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی اور اس حوالے سے مختلف تجربات کیے ان میں سب سے مشہور تجربہ سٹینلے ملر (امریکی کیمسٹ) نے 1953ء میں کیا۔ اس نے زمین کی قدیم فضا تیار کرنے کیلئے چند گیسوں کو استعمال کیا اور اس تجربے سے کئی نامیاتی مالیکیول (امائنوایسڈ) حاصل کرنے میں کامیاب ہوا جو پروٹین میں پائے جاتے ہیں۔

بیرلے (Barely) نے اس ارتقائی تجربے کو یہ کہہ کر غیر مصدقہ قرار دے دیا کہ اس وقت کی زمینی فضا اور تجربے کیلئے استعمال کی گئی فضا میں بہت زیادہ اختلاف تھا۔ کچھ عرصے کے سکوت کے بعد ملر نے تجرباتی فضا کے غیر حقیقی ہونے کا اعتراف کر لیا۔

بیسویں صدی میں نظریہ ارتقاء کے حامیوں کی اسے صحیح ثابت کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں۔ جیوکیمسٹ جیفری باڈا (سان ڈیگو سکرپس انسٹیٹیوٹ) نے 1998ء میں "Earth Magazine" میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں اس بات کا اعتراف کر لیا۔

> *"All the evolutionists' efforts throughout the twentieth century to explain the origin of life ended in failure. The geochemist Jeffrey Bada, from the San Diego Scripps Institute accepts this fact in an article published in Earth magazine in 1998: Today as we leave the twentieth century, we still face the biggest unsolved problem that we had when we entered the twentieth century: How did life originate on Earth?"*
>
> ''آج جبکہ ہم بیسویں صدی سے نکل آئے ہیں اور اکیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں لیکن اس صدی میں بھی یہ دیرینہ غیر حل شدہ مسئلہ ہمارے اعصاب پر سوار ہے کہ دنیا میں زندگی کی ابتداء کیسے ہوئی؟''

زندگی کا مرکب و پیچیدہ ڈھانچہ

اس نظریہ کی ناکامی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ بظاہر سادہ نظر آنے والے جاندار یا سیل بھی نہایت پیچیدہ تھے۔ جبکہ اعلیٰ جاندار اشیاء کے خلیات، انسانی ساختہ مشینری سے بھی زیادہ

گنجلک تھے۔ آج انتہائی سائنسی ترقی کے باوجود دنیا کی کوئی لیبارٹری بھی نامیاتی کیمیائی مرکبات سے ایک زندہ خلیہ تیار نہیں کر سکتی۔

ایک خلیے کی ترکیب وساخت کا حادثاتی واتفاقی طور پر 1 میں 10^{950} ہے کیونکہ اوسط پروٹین 500 امائنو ایسڈ سے مل کر بنتی ہے۔ ریاضی میں 1 کی 10^{50} کو عملی طور پر ناممکن خیال کیا جاتا ہے۔

ڈی این اے جو سیل کے نیوکلیس (مرکز) میں ہوتا ہے اور جس میں جینیاتی معلومات ہوتی ہیں انتہائی حیرت انگیز مخزنِ معلومات ہے اگر ڈی این اے پر کچھ لکھا جائے تو اس سے 500 صفحات والے 900 انسائیکلوپیڈیا پر مشتمل ایک لائبریری تیار ہو سکتی ہے۔

یہاں ایک بڑی دلچسپ کشمکش سامنے آتی ہے کہ ڈی این اے خاص اینز ائم کی وجہ سے برقرار رہتا ہے اور ان اینز ائمز کو صرف ڈی این اے کے حوالے سے دیکھا جا سکتا ہے۔ دونوں کا وجود ایک دوسرے کا محتاج اور ایک دوسرے پر منحصر ہے اور انہیں اپنی بقا کیلئے ایک ہی وقت میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس کا از خود پیدا ہو جانا بالکل ناممکن بات ہے۔ سان ڈیگو یونیورسٹی کا پروفیسر لیزلی Leslie Orgel جو نظریہ ارتقاء کا حامی ہے۔

"Scientific Americam Magazine" ستمبر 1994ء میں اس بات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

"It is extremely improbable that proteins and nucleic acids, both of which are structurally complex, arose spontaneously in the same place at the same time. Yet it also seems impossible to have one without the other. And so, at first glance, one might have to conclude that life could never, in fact, have originated by chemical means."

"یہ امر بالکل ناممکن ہے کیونکہ پروٹین اور ایسڈ دونوں اپنی ساخت اور ڈھانچے میں مرکب ہیں جو ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں نمودار ہوتے ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود ممکن نہیں ہے لہٰذا پہلی نظر میں ہی

اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ درحقیقت زندگی کیمیائی طریقوں سے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی۔"

بلاشبہ زندگی کسی حادثے کا نتیجہ نہیں اس لئے اسے بہر حال تخلیق ماننا ہوگا جو ماورائے فطرت ہے۔ اس سے نظریۂ ارتقا کی تردید ہو جاتی ہے جس کا بنیادی مقصد تخلیق سے انکار کرنا ہے۔

اِرتقاء کا تصوراتی نظام

دوسرا اہم نکتہ جس سے ڈارون کے نظریے کی نفی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں تصورات جنہیں ارتقائی میکنزم کے طور پر پیش کیا گیا تھا حقیقت میں وہ ارتقائی طاقت سے خالی تھے ڈارون نے اپنے 'ارتقائی الزام' کی بنیاد مکمل طور پر 'فطری انتخاب' پر رکھی تھی۔ اس نے اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اپنی کتاب کا نام "The origin of Species; By Means of Natural slection" رکھا تھا۔

فطری انتخاب سے مراد ہے کہ وہ جاندار جو زیادہ طاقتور اور قدرتی حالات سے مطابقت و مناسبت رکھتے ہیں۔ اپنے ماحول میں زندگی کی بقا میں کامیاب ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہرنوں کی ڈار میں جو ہرن شکاری جانوروں سے بچنے کی خاطر تیز رفتاری سے دوڑنے کے قابل ہوں وہ زندہ رہتے ہیں۔ اس لئے ہرنوں کی ڈار کو سبک رفتار ہرنوں پر مشتمل ہونا چاہئے لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہرن ان کے نظریات کے مطابق اور اس میکنزم کی بدولت گھوڑے کیوں نہیں بن جاتے؟

اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ 'فطری انتخاب' ارتقائی طاقت نہیں رکھتا۔ ڈارون خود بھی اس حقیقت سے آگاہ تھا اور اس نے اسے اپنی کتاب میں بیان بھی کیا ہے۔

فطری انتخاب اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک انفرادی اختلافات اور تغیرات رونما نہیں ہوتے۔

لیمارک

یہ موزوں تغیرات کس طرح وقوع پذیر ہو سکتے ہیں۔ ڈارون نے اس وقت کی

سائنس کے مطابق اس سوال کا اپنی سمجھ کے مطابق جواب دینے کی کوشش کی۔ فرانسیسی بیالوجسٹ شیولیر دی لیمارک (Chevalier de Lamark - 1829-1744) جو ڈارون سے قبل گزرا ہے، کے مطابق جاندار ایک نسل سے دوسری نسل تک اپنے اندر ماحول کی مناسبت سے تبدیلیاں لاتے ہیں۔ جس طرح کہ گھاس خور زرافے کی گردن ہر اگلی نسل میں لمبی ہوتی گئی تاکہ وہ اونچے درختوں کے پتے کھا سکیں۔

ڈارون نے اس سے ملتی جلتی مثالیں اپنی کتاب کے اندر پیش کی ہیں۔ مثال کے طور پر اس نے لکھا ہے کہ بعض ریچھ جو مچھلیوں کے شکار کیلئے پانی میں اترتے ہیں وہ بتدریج وہیل مچھلیوں کے پیکر میں ڈھل جاتے ہیں۔

لیکن گریگر مینڈل (Gregor Mendol - 1822-1844) نے جو وراثتی قوانین پیش کیے اور جس کی تصدیق جینیٹکس سائنس نے بھی کی اور جو بیسویں صدی میں کافی پھولے پھلے۔ اس سے ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے نظریہ کا باب بھی بند ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی 'فطری انتخاب' اور 'ارتقائی میکنزم' کے بلند بانگ دعوے بھی اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

نی اَوڈارون ازم (Neo-Darwinism)

اپنے نظریہ کی حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے ڈارون کے پیروکاروں نے 1930ء کے آخر میں جدید سائنسی نظریہ یا "Neo-Darwinism" پیش کیا۔ اس نظریے کے حامیوں نے Mutations یعنی اعضاء میں غیر معمولی بڑھوتری یا ترقی کے مفروضات سے کام لیا اور جاندار اشیاء کے تابکاری و دیگر طریقوں سے جین حاصل کیے اور ان کو تغیرات کے طور پیش کیا۔

انہوں نے بتایا کہ نمو میں تغیر و تبدیلی کی بنا پر کان، آنکھیں، پھیپھڑے اور پر وغیرہ مختلف اشکال میں ڈھل جاتے ہیں اور یہ فطری تغیر ہوتا ہے مگر انہیں شاید اس بات کا علم نہیں کہ اس طرح کے فطری تغیرات فائدہ مند ہونے کی بجائے نقصان دہ ہوا کرتے ہیں۔

اس کی وجہ بالکل سادہ ہے کہ ڈی این اے ایک نہایت پیچیدہ اور مرکب ڈھانچہ رکھتا ہے اور غیر فطری تغیرات اسے نقصان ہی پہنچا سکتے ہیں۔

اس کی مثالیں ہم اپنے ارد گرد دیکھتے ہیں جیسے ٹیڑھے اعضاء والے افراد، چھ انگلیوں والے افراد، بڑے اور غیر معمولی لمبوترے سر والے لوگ، غیر معمولی اعضاء والے لوگ، دو بچوں کے باہم جڑے ہوئے اعضاء اور اجسام انتہائی غیر فطری اور تکلیف دہ صورت کو پیش کرتے ہیں۔

امریکن جنیٹکس بی جی رنگنا تھن (B.G. Ranganathan) اس کی وضاحت یوں کرتا ہے:

"First, genuine mutations are very rare in the nature. Secondly, most mutations are helpful since they are random, rather than orderly changes in the structure of genes; any random change in a highly ordered system will be for the worse, not for the better. For example, if an earthquake were to shake a highly ordered structure such as a building, there would be a random change in the framework of the building which, in all probability, would not be an improvement."

"سب سے پہلے تو حقیقی ارتقاء فطرت میں نایاب ہے۔ دوسرے نمبر پر اس طرح کی غیر فطری نشو ونما غیر متوازن ہونے کی وجہ سے نقصان دہ ہوتی ہے یہ جینز میں فطری تبدیلی نہیں ہوتی۔ ایک منظم نظام میں غیر متوازن اور بے ہنگم تبدیلی اس میں بہتری کی بجائے بدترین ہوتی ہے مثال کے طور پر جب ہم ایک عمارت کو بے ہنگم طریقے سے ہلاتے ہیں تو اس کے ڈھانچے کو نقصان پہنچتا ہے اس سے کسی طور بھی بہتری نہیں آ سکتی۔"

یعنی سب سے پہلے تو حقیقی تغیرات فطرت میں نایاب ہیں۔ دوسرے نمبر پر اس طرح کے تغیر غیر متوازی ہونے کی وجہ سے جینز میں تبدیلیوں کے علاوہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔ ایک منظم ومربوط نظام میں اس طرح کا تغیر بدترین دھچکہ ہوتا ہے اور اس سے کوئی مثبت چیز حاصل نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر اگر ایک زلزلہ کسی عمارت کو لرزاتا ہے تو یہ اس عمارت میں

کوئی بہتری نہیں لائے گا۔ اس میں تعجب نہیں ہوتا ہے کہ میوٹیشن کی کوئی بھی ایسی مثال نہیں ہے جو مفید اور جینٹک کوڈ کی ترقی کے لئے ہو۔ ہر قسم کے تغیرات کو نقصان دہ ثابت کیا گیا ہے اور تغیر جسے ارتقائی میکنزم کا نام دیا گیا ہے ایک ایسا عمل ہے جو جاندار اشیاء کو نقصان پہنچاتا ہے اور انہیں معذور بنا کر رکھ دیتا ہے۔ انسان میں اس طرح کے غیر معمولی تغیر کی عام مثال کینسر ہے جس میں خلیات تیزی سے بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس بات میں ہرگز شک نہیں کہ ایک تباہ کن تبدیلی کسی طور پر بھی ارتقائی میکنزم نہیں کہلا سکتی۔ نیز یہ فطری انتخاب بھی نہیں ہے اور از خود بھی کچھ نہیں ہے۔ اس بات کو ڈارون نے خود بھی تسلیم کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی ایسا ارتقائی نظام فطرت میں موجود نہیں ہے۔ دنیا میں نہ تو کسی ارتقائی نظام کا وجود ہے اور نہ کوئی ایسا تصوارتی عمل وقوع پذیر ہوتا ہے جسے ارتقاء کا نام دیا گیا ہے۔

فاسلز کا ریکارڈ

اس ریکارڈ میں تبدیلیٔ اشکال کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور اس بات کی کوئی واضح شہادت سامنے نہیں آئی جسے ارتقاء کے حامی بیان کرتے ہیں اور فاسلز کے ہزارہا سال پرانے تاریخی ریکارڈ سے بھی ان کے دعووں کی تائید نہیں ہوتی۔

اس نظریے کے مطابق ہر جاندار چیز ایک مختلف جاندار سے تشکیل پذیر ہوئی ہے اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ایک قدیم جانور نئی نوع اور قسم میں ڈھلتا گیا۔ اسی طرح تمام انواع موجودہ شکل تک پہنچی ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ عمل لاکھوں سالوں میں تکمیل تک پہنچا ہے۔

مثال کے طور پر بعض مچھلیاں جن کے آدھے دھڑ مچھلی جیسے اور باقی آدھے رینگنے والے جانوروں جیسے ہوتے ہیں ان میں یہ ارتقائی خصوصیات ایک طویل عرصے سے نمو پذیر ہو رہی ہیں۔ ان میں رینگنے والے جانور کی خصوصیات بنیادی طور پر تھیں جبکہ اس کے ساتھ مچھلی کی خصوصیات بھی ان میں خوابیدہ تھیں۔ اسی طرح بعض رینگنے والے جانوروں نے اڑنے کی خصوصیات بھی پالیں اور اس طرح Reptile-bird بن گئے۔ جبکہ ان میں سے کچھ اپاہج، ناقص، معذور اور نامکمل بھی ہو سکتے ہیں وہ جو ابھی ارتقاء کے نامکمل عمل میں ہیں ارتقاء پسند انہیں تصوارتی جانوروں کا نام دیتے ہیں جو ماضی میں ان آدھی ادھوری صورتوں میں موجود تھے۔ اگر ان کے اس نظریے میں کچھ حقیقت ہوتی تو یہ عجیب الخلقت دوہری خصوصیات کے

حامل جانور آج بھی کہیں نہ کہیں موجود ہوتے۔ پھر فاسلز جو ابتدائے حیات سے ہی دنیا میں موجود ہیں ضرور اس کا ثبوت مہیا کرتے۔ ڈارون اپنی کتاب "The Origin of Species" میں وضاحت کرتا ہے:

"If my theory be true, numberless intermediate varieties, linking mostclosely all of the species of the same group together must assuredlyhave existed. Consequently, evidence of their former existence could be found only amongst fossil remains."

"اگر میرا نظریہ سچ ہو جاتا ہے تو دنیا کی لاتعداد انواع یقیناً ایک گروہ اور ایک لڑی میں پروئی جائیں گی جو کبھی موجود تھیں اس کے نتیجے میں ان کا پہلا اور ابتدائی وجود صرف اور صرف فاسلز کی صورت پایا جا سکے گا۔"

ڈارون کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا

اگر چہ اُنیسویں صدی کے وسط سے ہی ارتقائی نظریے کے علمبر دار دنیا بھر میں فاسلز کی دریافت کیلئے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں لیکن ابھی تک انہیں اپنا، مطلوبہ نمونہ نہیں ملا۔ ان کی توقعات کے برعکس دستیاب فاسلز سے علم ہوتا ہے کہ دنیا پر زندگی کی شروعات ایک دم اور مکمل شکل وصورت کے ساتھ ہوئی۔

ایک معروف برطانوی پالینٹالوجسٹ ڈیرک وی ایگر (Derek v. Ager) خود اسی نظریے کا حامی ہونے کے باوجود یوں اعتراف کرتا ہے:

"The point emerges that if we examine the fossil record in detail, whether at the level of orders or of species, we find over and overagain not gradual evolution, but the sudden explosion of one groupat the expense of another."

اس کا مطلب ہے کہ فاسل ریکارڈ میں تمام جاندار اشیا ایک ساتھ اور پوری شکل

سورۃ الکہف آیت نمبر 60:

''اور یاد کرو جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے نوجوان خادم سے کہا کہ میں برابر چلتا رہوں گا، جب تک میں وہاں نہ پہنچ جاؤں جہاں دو دریا ملتے ہیں یا یونہی برسوں چلتا رہوں گا۔''

یہاں ''نوجوان'' کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ جب کوئی اہم کام کیا جائے تو اس میں نوجوانوں کو ساتھ شامل کیا جائے۔ نوجوانوں کو ترغیب دلائی جائے کہ وہ اپنی طاقت، توانائی اور جوش وجذبہ اللہ کے دین، نیک کاموں اور اس کی خوشنودی کی خاطر صرف کریں۔ بعض آیات میں نوجوانوں کا تذکرہ موجود ہے جیسا کہ زیرِ نظر آیت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے چند نوجوان ہی ان پر ایمان رکھتے تھے۔

ترجمہ: ''پس موسیٰ علیہ السلام پر کوئی ایمان نہ لایا مگر چند لڑکے ان کی قوم کے وہ بھی فرعون اور اپنے حکام سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں مصیبت میں نہ ڈال دیں اور بے شک فرعون ملک میں طاقت رکھتا تھا اور (کبر وکفر میں) حد سے بڑھا ہوا تھا۔''

﴿سورۃ یونس 10، آیت 83﴾

سورۃ الکہف کی آیت نمبر 60 میں اس مقام کی نشاندہی ہے جس کی جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام محوِ سفر تھے۔ انہیں علم تھا کہ اس مقام پر انہیں کسی سے ملنا ہے اور یہ مقام ''دو سمندروں کا سنگم'' تھا۔ یہ مقام دنیا میں کوئی بھی ایسا مقام ہوسکتا ہے جو اس بیان پر پورا اُترتا ہو۔

یہ بات کہ ''یا میں برسوں تک'' یونہی چلتا رہوں گا'' سے مراد ہے کہ ملاقات کے مقام کا تعین ہو چکا تھا اس لیے وہ خواہ کئی برس سفر کرتے انہوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ اس مقام تک ضرور پہنچیں گے۔ کیونکہ یہ ملاقات کسی اور مقام پر نہیں ہوسکتی تھی۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچنے اور بقدرِ ضرورت انتظار کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

کے شواہد بھی ملے ہیں کہ ارتقاء پسندوں کا انسان نما جاندار اور آج کا انسان ایک ہی وقت میں زمین پر موجود رہے ہیں۔

ہارووڈ یونیورسٹی کے اسٹیفن جے گولڈ (Stephen Jay Gould) نے نظریۂ اِرتقاء کے سکوت (Dead Lock) کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"What has become of our ladder if there are three coexisting lineages of hominids (A. africanus, the robust australopithecines, and H. habilis) ,none clearly derived from another? Moreover, none of the three display any evolutionary trends during their tenure on earth."

''اگر ہومو کی تین اقسام ہوں تو پھر ہمارے نسلی زینے یعنی تسلسل کا کیا بنے گا جبکہ ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے واضح طور پر ماخوذ قرار نہیں دیا جا سکتا مزید برآں ان تینوں نمونوں نے اپنی زندگی کے دوران زمین پر کسی ارتقاء کا اظہار و مظاہرہ نہیں کیا۔''

نظریۂ اِرتقاء جسے بندر، بندر نما جاندار اور نیم انسانی خاکوں کی مدد سے ثابت کرنے کی سر توڑ کوشش کی گئی ہے، ایک کہانی سے زیادہ کچھ بھی نہیں اور یہ ایک بے بنیاد پراپیگنڈا ہے۔ معروف امریکی سائنسدان لارڈ سولی ذوکرمین (Lord Solly Zuckerman) جس نے اس موضوع پر کافی تحقیق کی ہے اور پندرہ سال آسٹرالوپیتھکس کے فاسلز پر بھی تحقیق کی ہے، یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اِنسان اور بندر نما جانوروں کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس نے Spectrum of Science میں اِن چیزوں کو بیان کیا ہے جنہیں دوسرے 'سائنسی' اور وہ 'غیر سائنسی' قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک سائنس کی اہم ترین شاخیں فزکس اور کیمسٹری ہیں کیونکہ یہ با قاعدہ پیمائشوں اور مقداروں سے کام لیتی ہیں ان کے بعد بیالوجی اور پھر سوشل سائنس کا نمبر آتا ہے اس کے بعد اس نے ٹیلی پیتھی اور چھ حواس (چھٹی حس) کے بارے میں لکھا ہے اور سب سے آخر میں انسانی ارتقاء کا ذکر کیا ہے جس کے تحت لکھا ہے:

"We then move right off the register of objective truth into those fields of presumed biological

science, like extrasensory perception or the interpretation of man's fossil history, where to the faithful (evolutionist) anything is possible – and where the ardent believer(in evolution) is sometimes able to believe several contradictory things at the sametime."

''یہاں یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ اگر ہم فاسلز کے ریکارڈ کا تفصیلی جائزہ لیں خواہ یہ جائزہ ترتیب کے لحاظ سے ہو یا انواع کے لحاظ سے، تو ایک بار پھر ہمیں ان میں کسی قسم کا بتدریج ارتقاء نظر نہیں آتا، بلکہ ایک گروہ کے دوسرے گروہ پر انحصار سے اچانک، ایک ہی وقت اور دھاکہ خیز تبدیلی نظر آتی ہے۔''

یعنی یہ نظریہ ماسوائے اس کے کچھ بھی نہیں ہے کہ کچھ لوگوں نے غیر حقیقی فاسلز کی بنیاد پر اندھا دھند اُسے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

ڈارون کا فارمولہ

ان کے نزدیک زندگی ایک حادثے کا نتیجہ ہے۔ ان کے مطابق بے جان ایٹم ایک دوسرے کے قریب آئے اور انھوں نے ایک جاندار خلیہ تشکیل دیا۔ اس کے بعد اس سے دیگر جانداروں اور انسان نے جنم لیا۔ لیکن تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان چیزوں یا مادے کو قریب لانے سے جو جاندار اجسام کی تشکیل کرتی ہیں ہمیں صرف ایک بے جان اور بے ہنگم ڈھیر ہی ملتا ہے۔ یہ چیزیں کاربن، فاسفورس، نائٹروجن اور پوٹاشیم ہیں۔

ایٹموں کا یہ ڈھیر کسی ایک جاندار کو بھی تشکیل نہیں دے سکتا۔ آیئے اس فارمولے کی جانچ کرتے ہیں جسے بڑے زور و شور سے ''ڈارونی فارمولے'' کا نام دیا گیا ہے۔

ارتقاء کے حامیوں کو بہت سا مذکورہ مادہ جس سے جانوروں کے جسم بنتے ہیں فراہم کرتے ہیں۔ یعنی فاسفورس، نائٹروجن، کاربن، آکسیجن، فولاد اور میگنیشیم۔ ان لوگوں کو اجازت ہے کہ وہ ان سب چیزوں کو بڑے بیرلوں میں رکھ لیں۔ اس میں وہ دیگر مادے یا کیمیکل بھی استعمال کر سکتے ہیں جو اجسام میں موجود نہیں ہوتے۔ انہیں اس آمیزے میں بہت

سے امائنوایسڈز اور پروٹین شامل کرنے دیں جو قدرتی حالات میں پیدا نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے صرف ایک ہی کا فارمولہ 10^{950} ہے۔ اسے وہ جتنی حرارت اور نمی دینا چاہتے ہیں دے لینے دیں۔ جو بھی تکنیک اور آلہ وہ استعمال کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ ان بیرلوں کے ساتھ وہ جس قدر چاہیں سائنسدان کھڑے کر سکتے ہیں اور وہ سائنسدان اگر انتظار کر سکیں تو لاکھوں کروڑوں سال ان بیرلوں کے ساتھ کھڑے رہ سکتے ہیں۔ انسانی تشکیل کیلئے جو حالات ضروری ہیں وہ اختیار کر سکتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ ایک انسان نہیں بنا سکتے۔ ایک پروفیسر جو خوردبین کے نیچے ایک خلیے کا مشاہدہ کرتا ہے کہے گا کہ وہ زرافہ، شیر، گلہری، گھوڑے، ڈولفن، وہیل، شارک، گلاب، باغ، گلِ لالہ، مختلف پھل، مختلف پھول، سبزیاں، تتلیاں، کیلا، انگور، ناشپاتی، ٹماٹر، تربوز، انجیر، زیتون اور دیگر بے شمار چیزیں جو دنیا میں موجود ہیں ہرگز نہیں بنا پائیں گے۔ بڑے جاندار تو دور کی بات وہ یک خلوی جاندار، مچھر یا ایک جرثومہ تک نہیں بنا پائیں گے اور مزید یہ کہ ایک واحد جاندار سیل نہیں بنا سکیں گے۔

مختصر یہ کہ بے خبر اور بے جان ایٹم ایک خلیہ نہیں بنا سکتے اور پھر ایک سے دو میں تقسیم ہونے کا فہم وارادہ نہیں کر سکتے۔ پھر یہ دیگر فیصلے از خود نہیں کر سکتے اور اس پروفیسر کو نہیں بنا سکتے جس نے پہلی بار خوردبین (مائیکروسکوپ) ایجاد کی۔

مادہ بے حس اور زندگی سے محروم ایک ڈھیر ہے اور یہ اللہ کی قوتِ تخلیق سے ہی زندگی کے جوہر سے آشنا ہوتا ہے لہٰذا یہ نظریہ کلی طور پر ایک جھوٹ اور فریب ہے۔ اس کی بنیاد ٹھوس ثبوت اور شواہد پر نہیں ہے ان کے نظریات پر اگر ذرا سا بھی غور کیا جائے تو ان کا کھوکھلا پن ظاہر ہو جاتا ہے۔

آنکھ اور کان کی ٹیکنالوجی

ایک اور پہلو جسے انہوں نے فراموش کر دیا ہے آنکھ اور کان کی ساخت ہے۔ ہمارے دیکھنے کا اصول یہ ہے کہ جب روشنی کی کرنیں کسی جسم سے منعکس ہو کر آنکھ کے Retina سے ٹکراتی ہیں تو یہ خلیات کی مدد سے برقی اشارات میں تبدیل ہو کر دماغ کے عقبی حصہ (حاسۂ باصرہ) میں پہنچ جاتی ہیں۔ یہاں کئی عوامل کے بعد یہ برقی اشارات ایک تصویر میں ڈھل جاتے ہیں۔ اب تکنیکی پس منظر کے حوالے سے کئی باتیں آشکار ہوتی ہیں۔

دماغ روشنی سے دُور ہے جس سے ثابت ہوا کہ اندر بالکل تاریکی ہے اور جہاں یہ موجود ہے وہاں کوئی روشنی نہیں پہنچتی۔

دماغ کے درمیانی حصے تک کبھی روشنی نہیں پہنچتی اور یہ معلوم ترین تاریک جگہوں میں سب سے زیادہ تاریک ہے۔ آنکھوں سے حاصل شدہ تصویر اس قدر منفرد اور تیز ہوتی ہے کہ اکیسویں صدی میں بھی ترقی یافتہ سائنس اسے حاصل کرنے میں ناکام ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر آپ اپنے ہاتھوں میں تھامی ہوئی اس کتاب اور پھر اپنے ہاتھوں کو دیکھیں۔ پھر نظریں کتاب سے ہٹا کر ادھر ادھر دیکھیں کیا آپ نے اس قدر منفرد اور تیز و تیکھا تصور Image کہیں اور بھی دیکھا ہے؟ حتیٰ کہ دنیا کی سب سے بہترین ٹی وی کمپنی بھی سکرین پر آپ کیلئے اس قدر تیز امیج پیش نہیں کر سکتی۔ یہ سہ رخ، رنگین اور از حد تیز و تیکھا امیج ہے۔ سو سال کے طویل عرصے سے ہزاروں انجینئر اس تصور (Image) کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بڑی بڑی فیکٹریاں اور عمارات اسی مقصد کے پیش نظر کھڑی کی گئیں۔ اس مقصد کیلئے بہت سے منصوبے بنائے گئے، تحقیقات کی گئیں لیکن قدرتی وژن یعنی آنکھ کے مقابلے میں کوئی چیز تیار نہ کی جا سکی۔

ایک بار پھر ٹی وی سکرین اور اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی کتاب پر دیکھیں آپ کو یہ فرق محسوس ہو جائے گا جو ناقابلِ بیان حد تک ٹی وی سکرین سے کئی گنا زیادہ، واضح اور مختلف ہے۔ ٹی وی آپ کو دو رخی تصویریں دکھاتا ہے۔ آنکھیں تین زاویوں کو گھیرتی ہیں۔ برسوں سے ہزاروں انجینئر آنکھ جیسی کارکردگی والا سہ رخی ٹی وی بنانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس میں کسی حد تک کامیابی تو حاصل کی مگر اسے 3D عینک کے بغیر دیکھنا ممکن نہیں۔ پھر یہ مصنوعی تین پہلو ہیں جن میں پس منظر روشن اور پیش منظر کچھ کاغذ جیسا ہوتا ہے۔ آنکھ جیسا وژن حاصل کرنے میں کیمرہ اور ٹی وی دونوں ناکام ہیں۔

ارتقائی نظریہ والے اس کو ایک ''حادثاتی'' امر ثابت کرنے میں کوشاں ہیں۔ اب اگر کوئی آپ سے کہے کہ یہ ٹیلی وژن جو آپ کے گھر میں موجود ہے یہ مختلف ایٹموں کے حادثاتی طور پر مربوط اور ہم آہنگ ہونے سے بن گیا ہے تو آپ کیا سوچیں گے؟ جو کام ہزاروں لوگ نہیں کر سکتے وہ چند ایٹم کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر ایک آلہ جو آنکھ سے انتہائی نچلی سطحوں پر ہے حادثاتی طور پر نہیں بن سکتا تو پھر آنکھ اور پورا انسان کیسے بن سکتا ہے؟

فراموش کر دیتا ہے۔

ترجمہ: ”بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی اتباع کی تھی اور یہ نبی ہیں اور یہ ایمان والے بھی ہیں، اور تو ہے ہی ایمان والوں کا حامی۔“

﴿سورۃ آل عمران 3، آیت 68﴾

ترجمہ: ”اور دونوں اشخاص میں سے جس کی نسبت خیال کیا تھا کہ وہ نجات پا جائے گا اس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا، پھر شیطان نے ان کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا تو یوسف علیہ السلام اور چند سال جیل میں رہے۔“

﴿سورۃ یوسف 12، آیت 42﴾

ترجمہ: ”اور آپ کو ان کی باتیں رنج میں نہ ڈالیں، عزت تو سب اللہ ہی کی ہے وہ سب سنتا ہے اور سب جانتا ہے، اچھی طرح سن لو جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ ہی کی ہیں اور جو لوگ اللہ کے سوا اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو پکارتے ہیں، کسی دوسرے کی پیروی نہیں کرتے، صرف بے سند خیال کی پیروی کرتے ہیں، صرف قیاسی گھوڑے دوڑاتے ہیں۔“

﴿سورۃ یونس 10، آیات 65-66﴾

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ شیطان کے اپنے اختیار میں کچھ بھی نہیں اور ہر چیز کا حاکم اللہ ہے اور شیطان کو اللہ ہی نے اس بات کی قوت وطاقت دی ہے کہ وہ لوگوں کے ذہنوں سے باتیں فراموش کر سکتا ہے۔ کوئی بھی مخلوق اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ سورۃ ہود میں آتا ہے:

ترجمہ: ”کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جسے اللہ پیشانی کے بالوں سے نہیں پکڑتا۔“

﴿سورۃ ہود 11، آیت 56﴾

شیطان سمیت ہر مخلوق اس کے سامنے بے بس ہے لہٰذا چونکہ یہ ان کے نوشتۂ تقدیر

میں تھا کہ وہ اس بات کو بھولیں گے لہٰذا یہ بات انہیں شیطان نے نہیں بلکہ اللہ نے ہی بھلا دی تھی اور پھر اسی نے ان کو یاد دلا دیا۔

سورۃ الکہف کی آیت نمبر 64 سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خادم کو یہ یاد آتے ہی کہ مچھلی کس مقام پر پانی میں سرنگ بناتی گھس گئی تھی علم ہو گیا کہ وہ متعین شدہ مقام تھا۔

science somehow compel us accept a material explanation of the phenomenal world, but,on the contrary, that we are forced by our a priori adherence to material causes to create an apparatus of investigation and a set of concepts that produce material explanations, no matter howcounter-intuitive, no matter how mystifying to the uninitiated. Moreover, that materialism is absolute, so we cannot allow a DivineFoot in the door"

پھر ہم اپنے سچے مقصد سے ہٹ کر ان اطراف کی طرف نکل جاتے ہیں جنہیں بیالوجی سائنس تصور کیا جاتا ہے اور اس کے حساس پہلو یا انسانی فاسلز کی تاریخ میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں جہاں ارتقاء پسند کیلئے تو ہر چیز ممکن ہے لیکن اس نظریے پر متزلزل فرد کیلئے ایک ہی وقت میں مختلف چیزیں ظہور پذیر ہوتی ہیں جن پر اسے یقین کرنا ہی پڑتا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈارون ازم ایک مفروضہ اور گھپلا ہے، جسے مادیت پرستی کیلئے زندہ رکھا گیا ہے یہ مفروضہ کہتا ہے کہ ہر چیز مادے سے بنی ہے ان کا عقیدہ ہے کہ بے شعور مادے نے زندگی کو جنم دیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ دنیا بھر میں موجود لاکھوں انواع و جاندار بارش، بجلی اور اسی طرح کے عوامل کا ردعمل ہیں۔ یہ نظریات سائنس اور منطق دونوں سے عاری ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے وجود سے انکار کیلئے ارتقائی نظریات کے حامل اس نظریے کا مسلسل پرچار کرتے چلے آرہے ہیں۔ جو بھی کسی تعصب اور مادیت پرستی کی عینک کے بغیر انواع کے آغاز کے بارے میں سوچے گا اسے ایک عظیم طاقت، عظیم دانش اور عظیم علم رکھنے والی ہستی کا خیال ضرور آئے گا اور یہی ہستی اللہ ہے جو سب کا خالق ہے جس نے عدم سے کائنات کو تخلیق کیا اور نہایت احسن طریقے سے اسے زندگی سے بھرپور کر دیا۔

اِرتقاء کا جادو

ہر شخص جو ہر قسم کے تعصب، اثر اور عقائد سے ہٹ کر اپنے دماغ سے تخلیق کائنات کے بارے میں سوچے گا۔ اسے ضرور کسی عظیم ہستی کا احساس ہوگا اور خیال آئے گا کہ یہ مفروضہ ارتقاء سائنس اور تہذیب کے لحاظ سے ناممکن امر ہے۔

نظریہ ارتقاء کے علمبرداروں کے نزدیک چند بے جان ایٹم اور مالیکیول حیات پذیر ہو کر دنیا کے پروفیسرز، طلبا، آئن سٹائن اور گلیلیو جیسے سائنسدان، ہمفرے بوگارٹ، فرینک سناترا اور لوسیانو جیسے فنکار اور خزندے، چرندے، نباتات اور حیوانات کو پیدا کر سکتے ہیں اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ نظریہ لوگوں کو اپنے جادو میں جکڑ کر حقائق سے انحراف اور انکار پر مجبور کر سکتا ہے۔ اس میں عقل وفہم کا دعویٰ کرنے والے پروفیسر اور طلباء بھی پھنس چکے ہیں اور ارتقائی نظریہ کی پٹی سب کی آنکھوں پر بندھ چکی ہے اس عینک سے دیکھنے والوں کو وہی کچھ نظر آتا ہے جو یہ انہیں دکھاتی ہے۔ یہ ناقابلِ یقین اور بدترین اندھاپن ہے جو مصریوں کی سورج کی پوجا، افریقہ کی ٹوٹم پوجا، سبا کی آفتاب پرستی اور قومِ ابراہیم علیہ السلام کی بت پرستی، قوم موسیٰ علیہ السلام کی گؤ سالہ پرستی سے بھی زیادہ بدترین اندھاپن اور ناقابلِ یقین عمل ہے۔

قرآن پاک میں آتا ہے کہ کچھ لوگوں کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر لی جاتی ہیں اور ان کی آنکھوں، کانوں اور دل پر پردے ڈال دیئے جاتے ہیں:

ترجمہ: ”اور ہم نے دوزخ کیلئے جن وانس میں سے بہت سے ایسے لوگ پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے سمجھتے نہیں اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ زیادہ گمراہ ہیں، یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 179﴾

ترجمہ: ”اور اگر ہم ان پر آسمان کا ایک دروازہ بھی کھول دیں اور پھر وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو وہ یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔“

﴿سورۃ الحجر 15، آیات 14-15﴾

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ جادو 150 سال تک لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو جکڑے رہا، انہیں سچ سے دُور رکھا۔ ایک بیوقوفانہ اور بے بنیاد نظریے میں چند لوگ تو گرفتار ہو سکتے ہیں لیکن لوگوں کی اتنی بڑی تعداد کو اندھے پن میں مبتلا کر دینا صرف کسی جادوئی طاقت کیلئے ہی ممکن ہے۔ یہ نظریہ اپنانا کہ زندگی سے محروم چند ایٹموں نے اچانک مل کر دنیا میں زندگی

اور مربوط ترین نظام کو تشکیل دینے کا ارادہ کر لیا جس میں اسباب وعلل، شعور وادراک اور زندگی موجزن ہو۔ نیز اس کیلئے زمین کے مناسب ترین ماحول کا انتخاب کرنا جس میں بقائے دوام حیات کے عناصر موجود تھے اسے زندگی سے بھر دیا۔

قرآنِ پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا بیان مومنین کو بتاتا ہے کہ جو لوگ غلط عقائد یا نظریات کو دوسروں پر مسلط کرنا اور تھوپنا چاہتے ہیں وہ جادو سے کام لیتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دعوتِ حق دی تو اس نے انہیں اپنے جادوگروں کی جماعت سے مقابلہ کرنے کو کہا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات مان لی اور انہوں نے جادوگروں سے کہا کہ وہ پہلے اپنا جادو دکھائیں:

ترجمہ: ”موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تم ہی ڈالو، جب اُنہوں نے جادو کی چیزیں ڈال دیں تو اُنہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظر بندی کر دی) اور اُن کو ڈرایا اور بہت بڑا جادو دکھایا۔“

﴿سورۃ الاعراف 7، آیت 116﴾

فرعون کے جادوگر نظر بندی سے دوسرے لوگوں کو تو دھوکہ دینے میں کامیاب رہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کا ایمان متزلزل کرنے میں ناکام رہے۔

ترجمہ: ”اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی جانب وحی کی تم بھی اپنی لاٹھی ڈال دو، تو عصا کا ڈالنا تھا کہ وہ ان کے بنے بنائے کھیل کو نگلنے لگی، پس حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب باطل ہو گیا، پھر فرعونی مغلوب ہو گئے اور ذلیل وخوار ہو کر لوٹ گئے۔“

﴿سورۃ الاعراف 7، آیات 117-119﴾

جب لوگوں کو علم ہو گیا کہ انہیں ایک جادو میں جکڑا گیا تھا تو ان کا سارا اعتماد فرعون اور اس کے حامیوں پر سے اٹھ گیا۔ یہ صرف سراب ہی تھا۔ ایک نظری دھوکہ تھا۔

اسی طرح نظریہ ارتقاء کا جادو ایک طویل عرصے تک لوگوں کے دل ودماغ پر چھایا رہا اور اس کے حامیوں نے اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے میں اپنی زندگیاں صَرف کر دیں۔ ان کا مضحکہ خیز دعویٰ اب پوری طرح غلط ثابت ہو چکا ہے اور ان کے پاس اپنی بغلیں جھانکنے اور خفت محسوس کرنے کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ برطانوی فلاسفر میلکلم مگریج (Malcolm

(Muggeridge لکھتا ہے:

"I myself am convinced that the theory of evolution, especially the extent to which it's been applied, will be one of the great jokes in the history books in the future. Posterity will marvel that so very flimsy and dubious an hypothesis could be accepted with the incredible credulity that it has."

یعنی مستقبل کی کتابوں میں یہ تھیوری ایک ''مذاق'' سے زیادہ کچھ نہیں ہوگی۔ جب لوگوں کو علم ہوگا کہ حادثہ ''خدا'' نہیں ہے تو وہ دوبارہ اس نظریہ کو پرکھیں گے اور اس کے کھوکھلے پن اور دھوکے کو محسوس کر کے اس کے جادو سے باہر آ جائیں گے۔ یہ خوفناک جادو ایک روز ''سویا ہوا محل'' کی کہانی کی طرح ختم ہو جائے گا۔ دُنیا بھر میں ان کے اس جال میں پھنسے ہوئے لوگ بتدریج اس پھندے سے نکل رہے ہیں، جو لوگ اس کے حصار سے باہر نکلتے ہیں۔ تحیر آمیز حیرت سے سوچتے ہیں کہ آخر وہ اس فریب کا شکار ہو کیسے گئے تھے اور اس دام میں کیسے پھنسے تھے۔

اللہ رَبُّ العزت ہم سب کو راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کتابیات

(حصہ اوّل)

اس کتاب کی تصنیف میں مندرجہ ذیل ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

1. *Bediuzzaman Said Nursi, Risale-i Nur Collection, The Rays, Fourteenth Ray*
2. *M. Encarta Encyclopedia 2000, 'Terrorism'*
3. *US Geological Survey National Earthquake Information Center, "Earthquake Facts and Statistics", 2000, http://www.neic.cr.usgs.gov/neis/eqlists/eqstats.html*
4. *UNICEF, 'Children and Poverty: Key Facts', 2000; http://www.unicef.org/copenhagen5/factsheets.htm*
5. *Manufacturing Dissent, 'World Statistics – The Rich and the Poor', 1999; www.reagan.com/HotTopics.main/HotMike/document-8.13.1999.6.html*
6. *UNICEF, "Children and Poverty: Key Facts", 2000, http://www.unicef.org/copenhagen5/factsheets.htm*
7. *Time, April 7, 1997, 'The lure of the cult'*
8. *Faslu'l-Makal fi Ref'i Isa Hayyen ve Nuzulihi ve Katlihi'd-Deccal, p.20*
9. *Bediuzzaman Said Nursi, Risale-i Nur Collection, The Words, 'The Twenty-fourth Word: Third Branch'*
10. *Conway Zirkle, Evolution, Marxian Biology and the Social Scene, Philadelphia: University of Pennsylvania Press, 1959, pp.85-87*
11. *Conway Zirkle, Evolution, Marxian Biology and the Social Scene, Philadelphia: University of Pennsylvania Press, 1959, pp.85-87*
12. *K. Mehnert, Kampf um Mao's Erbe, Deutsche Verlags-Anstalt, 1977*
13. *Sidney Fox, Klaus Dose, Molecular Evolution and The Origin of Life, W.H. Freeman and Company, San Francisco, 1972, p. 4.*
14. *Alexander I. Oparin, Origin of Life, Dover Publications, NewYork, 1936, 1953 (reprint), p. 196.*

15. New Evidence on Evolution of Early Atmosphere and Life«, Bulletin of the American Meteorological Society, vol 63, November 1982, pp.1328-1330.
16. Stanley Miller, Molecular Evolution of Life: Current Status of the Prebiotic Synthesis of Small Molecules, 1986, p. 7.
17. Jeffrey Bada, Earth, February 1998, p. 40
18. Leslie E. Orgel, »The Origin of Life on Earth«, Scientific American, vol. 271, October 1994, p. 78.
19. Charles Darwin, The Origin of Species by Means of Natural Selection, The Modern Library, New York, p. 127.
20. Charles Darwin, The Origin of Species: A Facsimile of the First Edition, Harvard University Press, 1964, p. 184.
21. B. G. Ranganathan, Origins?, Pennsylvania: The Banner Of Truth Trust, 1988, p. 7.
22. Charles Darwin, The Origin of Species: A Facsimile of the First Edition, Harvard University Press, 1964, p. 179.
23. Derek A. Ager, »The Nature of the Fossil Record«, Proceedings of the British Geological Association, vol 87, 1976, p. 133.
24. Douglas J. Futuyma, Science on Trial, Pantheon Books, New York, 1983. p. 197.
25. Solly Zuckerman, Beyond The Ivory Tower, Toplinger Publications, New York, 1970, pp. 75-94; Charles E. Oxnard, »The Place of Australopithecines in Human Evolution: Grounds for Doubt«, Nature, vol 258, p. 389.
26. Could science be brought to an end by scientists' belief that they have final answers or by society's reluctance to pay the bills?« Scientific American, December 1992, p. 20.
27. Alan Walker, Science, vol. 207, 7 March 1980, p. 1103; A. J. Kelso, Physical Antropology, 1st ed., J. B. Lipincott Co., New York, 1970, p. 221; M. D. Leakey, Olduvai Gorge, vol. 3, Cambridge University Press, Cambridge, 1971, p. 272.
28. Jeffrey Kluger, »Not So Extinct After All: The Primitive Homo Erectus May Have Survived Long Enough To Coexist With Modern Humans,« Time, 23 December 1996.
29. S. J. Gould, Natural History, vol. 85, 1976, p. 30.
30. Solly Zuckerman, Beyond The Ivory Tower, p. 19.
31. Richard Lewontin, »The Demon-Haunted World,« The New York Review of Books, 9 January 1997, p. 28.
32. Malcolm Muggeridge, The End of Christendom, Grand Rapids: Eerdmans, 1980, p. 43.

(حصہ دوم)

1. *Bediuzzaman Said Nursi, Risale-i Nur Collection, The Sixteenth Flashes; Dhu'l-Qarnayn "Saw the sun setting in a spring of murky water."*
2. *Iskender Ture, Zulkarneyn (Dhu'l-Qarnayn), (Istanbul: Karizma Yayinlari, 2000), pp. 133-168.*
3. *Carl Sagan, Cosmos, Random House, New York, 1980, p. 199.*
4. *Omer Nasuhi Bilmen, Kuran-i Kerim'in Turkce Meali Alisi ve Tefsiri (Commentary of the Qur'an), Bilmen Publications, vol. 4, p. 1989.*
5. *Bediuzzaman Said Nursi, Risale-i Nur Collection, The Sixteenth Flashes: "Where is the barrier of Dhu'l-Qarnayn? Who were Gog and Magog?"*
6. *Ibn Kathir and Zamakhshari tafseers.*
7. *Bediuzzaman Said Nursi, Risale-i Nur Collection, The Twenty-Fourth Word, Third Branch.*
8. *Sidney Fox, Klaus Dose, Molecular Evolution and The Origin of Life, W.H. Freeman and Company, San Francisco, 1972, p. 4.*
9. *Alexander I. Oparin, Origin of Life, Dover Publications, NewYork, 1936, 1953 (reprint), p. 196.*
10. *"New Evidence on Evolution of Early Atmosphere and Life", Bulletin of the American Meteorological Society, vol 63, November 1982, p. 1328-1330.*
11. *Stanley Miller, Molecular Evolution of Life: Current Status of the Prebiotic Synthesis of Small Molecules, 1986, p. 7.*
12. *Jeffrey Bada, Earth, February 1998, p. 40.*
13. *Leslie E. Orgel, "The Origin of Life on Earth", Scientific American, vol. 271, October 1994, p. 78.*
14. *Charles Darwin, The Origin of Species by Means of Natural Selection, The Modern Library, New York, p. 127.*
15. *Charles Darwin, The Origin of Species: A Facsimile of the First Edition, Harvard University Press, 1964, p. 184. 250*
16. *B. G. Ranganathan, Origins?, Pennsylvania: The Banner Of Truth Trust, 1988, p. 7.*

17. *Charles Darwin, The Origin of Species: A Facsimile of the First Edition, Harvard University Press, 1964, p. 179.*
18. *Derek A. Ager, "The Nature of the Fossil Record", Proceedings of the British Geological Association, vol 87, 1976, p. 133.*
19. *Douglas J. Futuyma, Science on Trial, Pantheon Books, New York, 1983. p. 197.*
20. *Solly Zuckerman, Beyond The Ivory Tower, Toplinger Publications, New York, 1970, pp. 75-14; Charles E. Oxnard, "The Place of Australopithecines in Human Evolution: Grounds for Doubt", Nature, vol 258, p. 389.*
21. *"Could science be brought to an end by scientists' belief that they have final answers or by society's reluctance to pay the bills?" Scientific American, December 1992, p. 20.*
22. *Alan Walker, Science, vol. 207, 7 March 1980, p. 1103; A. J. Kelso, Physical Antropology, 1st ed., J. B. Lipincott Co., New York, 1970, p. 221; M. D. Leakey, Olduvai Gorge, vol. 3, Cambridge University Press, Cambridge, 1971, p. 272.*
23. *Jeffrey Kluger, "Not So Extinct After All: The Primitive Homo Erectus May Have Survived Long Enough To Coexist With Modern Humans", Time, 23 December 1996.*
24. *S. J. Gould, Natural History, vol. 85, 1976, p. 30.*
25. *Solly Zuckerman, Beyond The Ivory Tower, p. 19.*
26. *Richard Lewontin, "The Demon-Haunted World," 71 Malcolm Muggeridge, The End of Christendom, Grand Rapids: Eerdmans, 1980, p. 43.*
27. *Malcolm Muggeridge, The End of Christendom, Grand Rapids: Eerdmans, 1980, p. 43.*

ہارون یحییٰ کی انگریزی تصنیفات

1. THE PROPHET MUHAMMAD ﷺ
2. FOR MEN OF UNDERSTANDING
3. THE HUMAN MIRACLE
4. THE EVOLUTION IMPASSE I
5. THE SKULLS THAT DEMOLISH DARWIN
6. CONFESSIONS OF THE EVOLUTIONISTS
7. WISDOM AND SOUND ADVICE FROM THE TORAH
8. UNAWARENESS: A SLY THREAT
9. THE MAHDI IS A DESCENDENT OF THE PROPHET ABRAHAM علیہ السلام
10. DARWIN'S DILEMMA: THE SOUL
11. THE LIGHT OF THE QUR'AN HAS DESTROYED SATANISM
12. TEMPLARS AND THE FREEMASONS
13. IF DARWIN HAD KNOWN ABOUT DNA
14. THE CAMBRIAN EVIDENCE THAT DARWIN FAILED TO COMPREHEND
15. THE WORST SLANDER: IDOLATRY
16. ALLAH'S ART OF DETAIL
17. PHOTOSYNTHESIS: THE GREEN MIRACLE
18. ENGINEERING IN NATURE
19. GLOBAL FREEMASONRY
20. PORTENTS AND FEATURES OF THE MAHDI'S COMING
21. ATLAS OF CREATION - Volume 1
22. ATLAS OF CREATION - Volume 2
23. ATLAS OF CREATION - Volume 3
24. THE MIRACLE OF ELECTRICITY IN THE BODY
25. THE MIRACLE OF TERMITES
26. THE MIRACLE OF THE BLOOD AND HEART
27. THE MIRACLES OF SMELL AND TASTE
28. PROPHET JESUS علیہ السلام: A PROPHET, NOT A SON, OF GOD
29. THE INTELLECTUAL STRUGGLE AGAINST DARWINISM
30. THE ERROR OF THE EVOLUTION OF SPECIES
31. THE MIRACLE OF THE HONEYBEE
32. THE DEBASED CULTURE OF SUPERFICIALITY
33. THE TRANSITIONAL FORM DILEMMA
34. THE COLLAPSE OF THE THEORY OF EVOLUTION IN 50 THEMES
35. ONCE UPON A TIME THERE WAS DARWINISM
36. THE IMPORTANCE OF THE AHL AL-SUNNAH
37. THE SECRETS OF THE HYPOCRITE

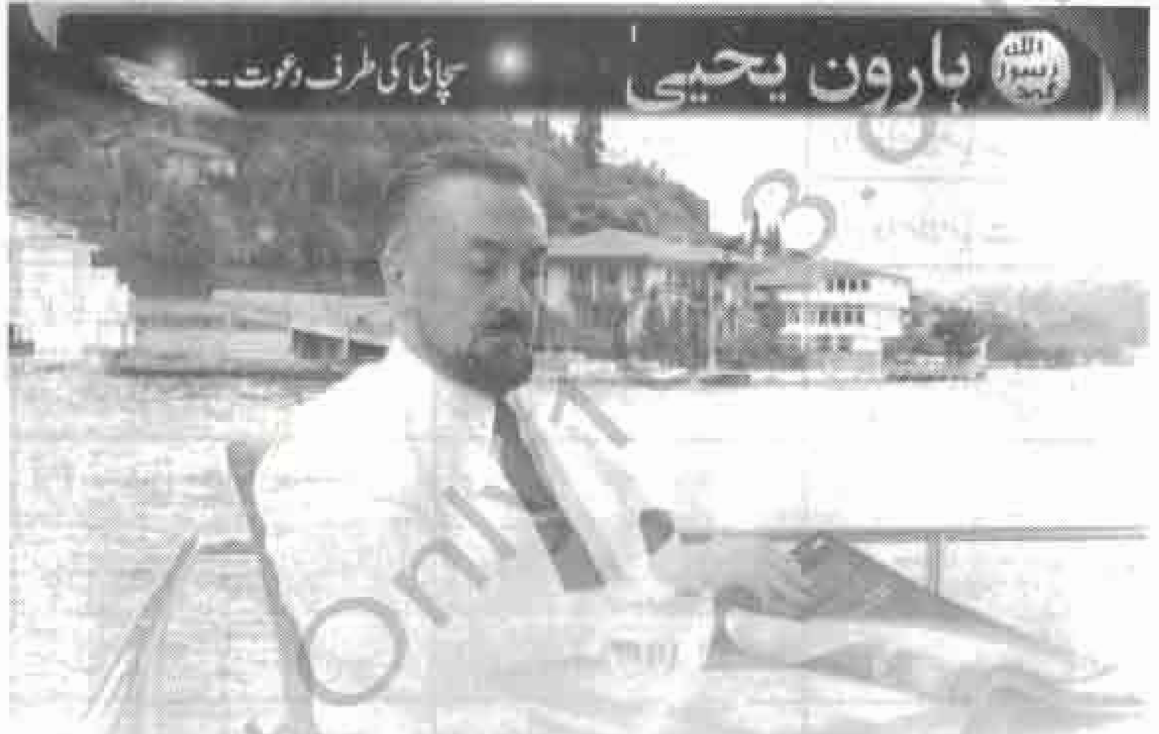
38. COMMONLY DISREGARDED QURANIC RULINGS
39. SLANDERS ON MUSLIMS IN HISTORY
40. THE CELL IN 40 TOPICS
41. THOSE WHO EXHAUST ALL THEIR PLEASURES IN THIS LIFE
42. THE MIRACLES OF THE PROPHET MUHAMMAD ﷺ
43. SIGNS FROM THE QUR'AN
44. THE SOLUTION TO SECRET SORROWS
45. ALLAH'S MIRACLES IN THE QUR'AN
46. THE RELIGION OF THE IGNORANT
47. THE STRUGGLE OF THE MESSENGERS
48. THE SILENT LANGUAGE OF EVIL
49. THE EVIL CALLED MOCKERY
50. SELF-SACRIFICE IN THE QURAN'S MORAL TEACHINGS
51. THE SOCIAL WEAPON: DARWINISM
52. CONSCIOUSNESS IN THE CELL
53. CHARLES DARWIN AND HIS MAGIC BARREL
54. BIOMIMETICS: TECHNOLOGY IMITATES NATURE
55. A HISTORICAL LIE: THE STONE AGE
56. THE MIRACLE OF MIGRATION IN ANIMALS
57. HOW FOSSILS OVERTURNED EVOLUTION
58. THE HOLOCAUST VIOLENCE
59. THE MIRACLE IN THE CELL
60. WHY DO YOU DECEIVE YOURSELF?
61. THE MIRACLE IN THE SEED
62. LOVE OF ALLAH
63. JESUS علیہ السلام DID NOT DIE
64. THE MIRACLE IN THE MOSQUITO
65. PROPHET ABRAHAM علیہ السلام and PROPHET LOT علیہ السلام
66. PROPHET SOLOMON علیہ السلام
67. MARYAM: AN EXEMPLARY MUSLIM WOMAN
68. THE PAINS OF THE FALSE WORLD
69. THE SECRET BEHIND OUR TRIALS
70. OUR MESSENGERS SAY
71. A CALL FOR UNITY
72. SATAN'S SLY GAME THE FALSE RELIGION OF PEOPLE-WORSHIP
73. GOD'S GENTLE ARTISTRY
74. MIRACLE IN THE EYE
75. SATAN: THE SWORN ENEMY OF MANKIND
76. LOYALTY DESCRIBED IN THE QUR'AN
77. CHARACTER-TYPES OF THE UNBELIEVERS
78. THE COURAGE OF THE FAITHFUL
79. FAITH: THE WAY TO HAPPINESS
80. THE SIGNS LEADING TO FAITH
81. NAMES OF ALLAH
82. ISLAM: THE RELIGION OF EASE

83. THE MIRACLE OF TALKING BIRDS
84. A CHAIN OF MIRACLES
85. QUICK GRASP OF FAITH - 1
86. QUICK GRASP OF FAITH - 2
87. QUICK GRASP OF FAITH - 3
88. THE SIGNS OF JESUS عليه السلام SECOND COMING
89. A CALL TO AN ISLAMIC UNION
90. THE RELIGION OF DARWINISM
91. THE GLAD TIDINGS OF THE MESSIAH
92. THE DARK SPELL OF DARWINISM
93. FEAR OF ALLAH
94. THE IMPORTANCE OF FOLLOWING THE GOOD WORD
95. THE LITTLE MAN IN THE TOWER
96. NEW RESEARCH DEMOLISHES EVOLUTION
97. DEVOTION AMONG ANIMALS REVEALING THE WORK OF GOD
98. COMMUNICATION AND ARGUMENT IN THE QUR'AN
99. WHAT THE QURAN SAYS ABOUT LIARS AND THEIR METHODS
100. THE MUSLIM WAY OF SPEAKING
101. PASSIVITY IN RELIGION
102. SIGNS OF GOD DESIGN IN NATURE
103. ANSWERS FROM THE QUR'AN
104. SIGNS OF THE END TIMES IN SURAT AL-KAHF
105. THE WORLD OF OUR LITTLE FRIENDS, ANTS
106. THE DAY OF JUDGEMENT
107. 24 HOURS IN THE LIFE OF A MUSLIM
108. STORIES FOR THINKING CHILDREN 1
109. STORIES FOR THINKING CHILDREN 2
110. THE MIRACLE OF CREATION IN DNA
111. AN INDEX TO THE QUR'AN
112. THE RISE OF ISLAM
113. SKILLFUL DAM BUILDERS:BEAVERS
114. LEARNING FROM THE QURAN
115. TIMELESSNESS AND THE REALITY OF FATE
116. THE ALLIANCE OF THE GOOD
117. KNOWING THE TRUTH
118. GENERAL KNOWLEDGE FROM THE QUR'AN
119. THE MIRACLE OF THE IMMUNE SYSTEM (Pocket Book)
120. THE STRUGGLE AGAINST 'THE RELIGION OF IRRELIGION'
121. THE HYPOCRITE ACCORDING TO THE QUR'AN
122. THE KNIGHTS TEMPLARS
123. THE MERCY OF BELIEVERS
124. THE SCHOOL OF YUSUF
125. JESUS عليه السلام WILL RETURN
126. THE MIRACLE OF HUMAN CREATION
127. PERISHED NATIONS

128. THE QUR'AN LEADS THE WAY TO SCIENCE
129. THE TRUTH OF THE LIFE OF THIS WORLD
130. THE CREATION OF THE UNIVERSE
131. EVER THOUGHT ABOUT THE TRUTH?
132. THE GLORY IN THE HEAVENS
133. THE PROPHET MUSA علیہ السلام
134. SIGNS OF THE LAST DAY
135. THE EVOLUTION DECEIT
136. DEEP THINKING
137. THE OTHER NAME FOR ILLUSION:MATTER
138. WONDERS OF ALLAH'S CREATION
139. NEVER PLEAD IGNORANCE
140. ALLAH IS KNOWN THROUGH REASON
141. THE DESIGN IN NATURE
142. ISLAM AND KARMA
143. MIRACLES IN OUR BODIES
144. THE SECRETS OF THE DNA
145. WONDERFUL CREATURES
146. THE WINTER OF ISLAM AND THE SPRING TO COME
147. THE MIRACLE IN THE ATOM
148. LET'S LEARN OUR ISLAM
149. THE NIGHTMARE OF DISBELIEF
150. THE MIRACLE IN THE ANT
151. THE MIRACLE IN THE SPIDER
152. TRUE WISDOM DESCRIBED IN THE QUR'AN
153. WHY DARWINISM IS INCOMPATIBLE WITH THE QUR'AN
154. ZEAL AND ENTHUSIASM DESCRIBED IN THE QUR'AN
155. THE WORLD OF ANIMALS
156. THOSE WHO DO NOT HEED THE QUR'AN
157. THE PERFECT DESIGN IN THE UNIVERSE IS NOT BY CHANCE
158. THE PROPHET YUSUF علیہ السلام
159. THE MORAL VALUES OF THE QUR'AN
160. THE MIRACLE OF CREATION IN PLANTS
161. THE MIRACLE OF HORMONES
162. THE MIRACLE OF THE IMMUNE SYSTEM
163. THE EXISTENCE OF GOD
164. THE GOLDEN AGE
165. THE IMPORTANCE OF CONSCIENCE IN THE QUR'AN
166. THE IMPORTANCE OF PATIENCE IN THE QUR'AN
167. THE DISASTERS DARWINISM BROUGHT TO HUMANITY
168. THE END OF TIMES AND THE MAHDI
169. THE ERRORS THE AMERICAN NATIONAL ACADEMY OF SCIENCES
170. THE ARROGANCE OF SATAN
171. THE BASIC CONCEPTS IN THE QUR'AN
172. THE COLLAPSE OF THE THEORY OF EVOLUTION IN 20 QUESTIONS

173. JUSTICE AND TOLERANCE IN THE QUR'AN
174. THE DARK CLAN
175. THE COLLAPSE OF THE THEORY OF EVOLUTION
176. SINCERITY DESCRIBED IN THE QUR'AN
177. SOME SECRETS OF THE QUR'AN
178. SOLUTION:THE VALUES OF THE QUR'AN
179. TAKING THE QUR'AN AS A GUIDE
180. TELL ME ABOUT THE CREATION
181. TERRORISM: THE RITUAL OF THE DEVIL
182. ROMANTICISM:A WEAPON OF SATAN
183. SEEING GOOD IN ALL
184. PRAYER IN THE QUR'AN
185. MIRACLES OF THE QUR'AN
186. NEVER FORGET
187. ONLY LOVE CAN DEFEAT TERRORISM
188. PALESTINE
189. PERFECTED FAITH
190. MAGNIFICENCE EVERYWHERE
191. ISLAM DENOUNCES TERRORISM
192. HOPEFULNESS IN THE QUR'AN
193. HOW DO THE UNWISE INTERPRET THE QUR'AN
194. HONEYBEES THAT BUILD THE PERFECT COMBS
195. BEFORE YOU REGRET
196. ISLAM AND BUDDHISM
197. COMMUNISM IN AMBUSH
198. COMMUNIST CHINA'S POLICY OF OPPRESSION IN EAST TURKESTAN
199. CRUDE UNDERSTANDING OF DISBELIEF
200. DARWINISM REFUTED
201. DEATH, RESURRECTION, HELL
202. DEVOTED TO ALLAH
203. ETERNITY HAS ALREADY BEGUN
204. FASCISM:THE BLOODY IDEOLOGY OF DARWINISM
205. BASIC TENETS OF ISLAM
206. A DEFINITIVE REPLY TO EVOLUTIONIST PROPAGANDA
207. ALLAH 'S ARTISTRY IN COLOUR
208. BEAUTIES FOR LIFE IN THE QUR'AN
209. PARADISE THE BELIEVERS' REAL HOME
210. IDEALISM THE PHILOSOPHY OF THE MATRIX AND THE TRUE NATURE OF MATTER
211. THE MIRACULOUS MACHINE THAT WORKS FOR AN ENTIRE LIFETIME: ENZYME

www.harunyahya.com



ہارون یحییٰ کی کتابوں کے اُردو تراجم

نام کتاب	مترجم	ناشر
اینڈ آف ٹائم	انجم سلطان شہباز	بک کارنر شوروم، جہلم
معجزاتِ قرآنی	ڈاکٹر تصدق حسین راجا	رُمیل پبلی کیشنز، راولپنڈی
اسلام اور دہشت گردی	ڈاکٹر تصدق حسین راجا	رُمیل پبلی کیشنز، راولپنڈی
عقل والوں کیلئے	ڈاکٹر تصدق حسین راجا	ادارہ اسلامیات، لاہور
اللہ کی نشانیاں	ڈاکٹر تصدق حسین راجا	ادارہ اسلامیات، لاہور
نظریہ ارتقاء ایک فریب	ڈاکٹر تصدق حسین راجا	ادارہ اسلامیات، لاہور
دُنیا اور اُس کی حقیقت	ڈاکٹر تصدق حسین راجا	ادارہ اسلامیات، لاہور
یہ پُر شکوہ کائنات	گلناز کوثر	ادارہ اسلامیات، لاہور
یہ رنگ بھری دُنیا	گلناز کوثر	ادارہ اسلامیات، لاہور

لازوال خالق کے تخلیقی عجائب	گلناز کوثر	ادارہ اسلامیات، لاہور
تباہ شدہ اقوام	ڈاکٹر طاہر جمیل تنولی	ادارہ اسلامیات، لاہور
چیونٹی ایک معجزہ	ارشد علی رازی	ادارہ اسلامیات، لاہور
کائنات، نظریۂ وقت اور تقدیر	ارشد علی رازی	ادارہ اسلامیات، لاہور
انکشافاتِ قرآن	محمد یحییٰ	مکتبہ رحمانیہ، لاہور
قرآن رہنمائے سائنس	محمد یحییٰ	مکتبہ رحمانیہ، لاہور
سچائی کی جستجو	ڈاکٹر فردوس	مکتبہ رحمانیہ، لاہور
سلسلۂ معجزات	عبدالخالق ہمدرد	مکتبہ رحمانیہ، لاہور
خلیہ اِک کائنات	عبدالخالق ہمدرد	مکتبہ رحمانیہ، لاہور
جانداروں کا جذبۂ قربانی	عبدالخالق ہمدرد	مکتبہ رحمانیہ، لاہور
خوفِ خدا	کامران امجد خان	خزینہ علم وادب، لاہور
یومِ حساب	کامران امجد خان	خزینہ علم وادب، لاہور
کائنات کے سربستہ راز	مسز مہناز عطاء چوہدری	خزینہ علم وادب، لاہور
صلیبی جنگجو	منظر غنی چوہدری	خزینہ علم وادب، لاہور
تخلیقِ کائنات	ڈاکٹر محمد صادق رضاوی	طاہر سنز، لاہور
ہارمونات کے معجزے	ڈاکٹر محمد صادق رضاوی	طاہر سنز، لاہور
لافانی زندگی	عرفان احمد	فضلی سنز پبلی کیشنز، کراچی
حیوانات کی دُنیا کا حیرت کدہ	عبدالصمد	غزنوی پبلشر، کوئٹہ

سٹاکسٹ:

ہارون یحییٰ آن نیٹ



ہارون یحییٰ کی آفیشل ویب سائٹ جسے اب اُردو زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ جہاں آن لائن بکس، ڈاکومنٹری فلم، وال پیپرز، کانفرنسز، مضامین اور آن لائن آرٹیکلز کے لنکس دیئے گئے ہیں۔

آج ہی وزٹ کریں!

www.harunyahya.com/urdu



END OF TIME

اینڈ آف ٹائم

قیامت کی نشانیاں اور ظہورِ امام مہدی

مصنف:

ھارُون یحییٰ

مترجم:

انجم سلطان شہباز

بُک کارنر شوروم
بالمقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ، جہلم
Ph: +92 (544) 614977 - www.bookcorner.com.pk
Mob: 0323-5777931 - Mob: 0321-5440882



\- Harun Yahya

اینڈ آف ٹائم

اینڈ آف ٹائم سے مراد آخری دور ہے اور اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ قربِ قیامت کا دور ہے۔ قرآن وحدیث کی رُو سے آخری زمانہ دو ادوار پر مشتمل ہے۔ پہلے دور میں لوگ مادی و روحانی مشکلات میں مبتلا ہو جائیں گے جبکہ دوسرا دور سنہری دور ہو گا، اس میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کی فراوانی ہوگی۔ اس دور میں دینِ حق کی ترویج اور اشاعت ہوگی۔ اسی دور کے اختتام پر معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جائے گا اور لوگ قیامت کی گھڑیاں گننا شروع کر دیں گے۔ اس کتاب میں اسی وقتِ آخر کا جائزہ قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ بات اب روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس وقت کی معلوم نشانیاں اور پیشین گوئیاں وقوع پذیر ہونا شروع ہو گئی ہیں، جیسا کہ قرآن وحدیث پاک میں ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ھارون یحیی

END OF TIME

ناشران:

بُک کارنر شوروم

بالمقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ جہلم

Ph: +92 (0544) 614977 - Mob: +923215440882

WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Rs. 450.00